حقوق الطبع محفوظة

قال رسول اللہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی

شیعان آل محمدؐ خصوصاً واعظین ومبلغین کے لئے نادر ونایاب تحفہ

المجلد الثانی عشر من تفسیر (۱۲)

انوار النجف
فی
اسرار المصحف

مصنفہ

حجۃ الاسلام علامہ حسین بخش صاحب جاڑا مدظلہ

بانی

جامعہ علمیہ باب النجف جاڑا ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

12

ہدیہ ۷۵/ روپے

مکتبہ انوار النجف دریا خان ضلع بھکر

Presented by www.ziaraat.com

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحات	نمبر شمار	مضمون	صفحات
۱	سورہ یٰسین کے فضائل	۶	۲۳	حضرت ابراہیم ع کا ذکر	۵۰
۲	رکوع ع ۱۸	۸	۲۴	رسم عرس	۵۱
۳	شب ہجرت	۹	۲۵	حضرت ابراہیم کی ہجرت	۵۴
۴	صدقہ جاریہ	۱۰	۲۶	فرزند کی بشارت	۵۶
۵	امام مبین	۱۱	۲۷	ذبح کرنے کا حکم	۵۷
۶	اصحاب انطاکیہ کا ذکر	۱۲	۲۸	ذبیح اللہ کون تھا؟	۶۰
۷	سرمن آل یٰسین	۱۸	۲۹	حضرت اسحاق ذبیح اللہ نہیں تھے	۶۱
۸	پ ۲۳		۳۰	حضرت اسمعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے کی وجہ	۶۳
۹	رکوع نمبر۱	۲۰	۳۱	قربانی کا دنبہ	۶۴
۱۰	رکوع نمبر۲	۲۱	۳۲	ذبح عظیم	۶۵
۱۱	رکوع نمبر۳ نفخ صور	۲۵	۳۳	نسخ قبل عمل	۶۷
۱۲	اعضا کی گواہی	۲۷	۳۴	رکوع ع۸	۶۹
۱۳	منکرین توحید کی تردید	۲۷	۳۵	حضرت الیاس کا ذکر	۶۹
۱۴	رکوع نمبر۴	۲۸	۳۶	رکوع ع۹ حضرت یونس کا ذکر	۷۱
۱۵	سورہ صافات	۳۱	[illegible]	فضیلت آل محمدؐ	۷۵
۱۶	رکوع نمبر۵	۳۲	۳۸	سورہ ص	۷۷
۱۷	رکوع نمبر۶	۳۵	۳۹	رکوع ع۱۰	۷۸
۱۸	سوال ولایت	۳۵	۴۰	معجزۂ پیغمبر	۸۱
۱۹	لا الٰہ الا اللہ	۳۸	۴۱	رکوع ع۱۱	۸۲
۲۰	شجرۂ زقوم	۴۱	۴۲	حضرت داؤدؑ کا ذکر	۸۲
۲۱	رکوع نمبر۷ لفظ شیعہ	۴۲	۴۳	حضرت داؤدؑ کی عصمت	۸۴
۲۲	شیعہ اور محب میں فرق	۴۳	۴۴	رکوع ع۱۲ اثبات قیامت	۸۸

Presented by www.ziaraat.com

۴۵	حضرت سلیمانؑ کے لئے سورج کا پلٹنا	۹۰
۴۶	حضرت سلیمانؑ کا امتحان	۹۱
۴۷	ملک سلیمانؑ	۹۳
۴۸	رکوع نمبر ۱۳ حضرت ایوب کا ذکر	۹۴
۴۹	حضرت ذوالکفل	۱۰۲
۵۰	جہنمی پیر و مرید	۱۰۴
۵۱	رکوع نمبر ۱۴	۱۰۶
۵۲	خلقتِ آدمؑ	۱۰۷
۵۳	عالین کا معنی	۱۰۸
۵۴	تنبیہ	۱۱۰
۵۵	سورہ الزمر	
۵۶	رکوع ع ۱۵	۱۱۱
۵۷	شرک سے بچنے کی تنبیہ	۱۱۳
۵۸	رکوع ع ۱۶	۱۱۴
۵۹	رکوع ع ۱۷	۱۱۸
۶۰	درسِ توحید	۱۲۱
۶۱	پارہ ۲۴	
۶۲	رکوع ع ۱	۱۲۳
۶۳	رکوع ع ۲ روح اور نفس	۱۲۵
۶۴	مشرکین کا رویہ	۱۲۷
۶۵	رکوع ع ۳	۱۳۰
۶۶	بخشش کی اُمید	۱۳۰
۶۷	اللہ پر جھوٹ بولنے کی سزا	۱۳۱
۶۸	رکوع ع ۴	۱۳۳
۶۹	حبط اور ضبط	۱۳۳
۷۰	نفخ صور	۱۳۴
۷۱	قیامت صغریٰ	۱۳۵
۷۲	رکوع نمبر ۵	۱۳۸
۷۳	سورہ المومن	۱۴۰
۷۴	رکوع ع ۶	۱۴۱
۷۵	صفاتِ خدا	۱۴۲
۷۶	حاملین عرش	۱۴۳
۷۷	رکوع ع ۷	۱۴۴
۷۸	رکوع ع ۸ ۔ حضرت موسیٰؑ کا ذکر	۱۴۷
۷۹	رکوع ع ۹ ۔ مومن آلِ فرعون	۱۴۹
۸۰	حضرت یوسفؑ کی پیشین گوئی	۱۵۲
۸۱	رکوع ع ۱۰ مومن آلِ فرعون کا قصہ	۱۵۵
۸۲	رکوع ع ۱۱	۱۵۹
۸۳	اللہ اور رب رکوع ۱۲	۱۶۱
۸۴	رکوع ع ۱۳	۱۶۳
۸۵	رکوع ع ۱۴	۱۶۶
۸۶	سورہ السجدہ	۱۶۸
۸۷	رکوع ع ۱۵	۱۶۹
۸۸	دعوتِ عشیرہ	۱۷۰
۸۹	رکوع نمبر ۱۶ خلقتِ آسمان و زمین	۱۷۲
۹۰	اسرار و رموز	۱۷۶
۹۱	سعادت و نحوست ایام	۱۷۸
۹۲	رکوع ع ۱۷	۸۴
۹۳	اللہ پر حُسنِ ظن	۸۵
۹۴	رکوع ع ۱۸	۸۶

Presented by www.ziaraat.com

۹۵	رکوع ع۱۹ اچھی تبلیغ	۱۸۸
۹۶	سجدہ قرآنی	۱۸۹
۹۷	پارہ ۲۵	
۹۸	رکوع ع۱	۱۹۳
۹۹	سورہ حمعسق	۱۹۶
۱۰۰	رکوع ع۲	۱۹۷
۱۰۱	رکوع ع۳	۱۹۹
۱۰۲	میزان علیؑ ہے	۲۰۲
۱۰۳	رکوع ع۴	۲۰۶
۱۰۴	اجرِ رسالت	۲۰۷
۱۰۵	وسعتِ رزق	۲۱۱
۱۰۶	رکوع ع۵	۲۱۲
۱۰۷	جنّتیوں کی نشانیاں	۲۱۴
۱۰۸	شوریٰ کا حکم	۲۱۵
۱۰۹	رکوع ع۶ ظلم	۲۱۶
۱۱۰	وحی کے اقسام	۲۱۸
۱۱۱	مَاکُنْتَ تَدْرِیْ	۲۲۱
۱۱۲	سورۂ زخرف	۲۲۲
۱۱۳	رکوع ع۷	۲۲۳
۱۱۴	رکوع ع۸	۲۲۵
۱۱۵	بیان توحید	۲۲۷
۱۱۶	رکوع ع۹	۲۲۸
۱۱۷	کلمہ باقیہ	۲۲۹
۱۱۸	نبوت عطیہ پروردگار ہے	۲۳۰
۱۱۹	تقسیم رزق	۲۳۳
۱۲۰	رکوع ع۱۰	۲۳۵
۱۲۱	معراج کی بات	۲۳۶
۱۲۲	وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا	۲۳۹
۱۲۳	رکوع ع۱۱ حضرت موسیٰؑ کا ذکر	۲۴۱
۱۲۴	رکوع ع۱۲ عیسیٰؑ سے مشابہت	۲۴۳
۱۲۵	حضرت علیؑ کی انبیاء سے فضیلت	۲۴۶
۱۲۶	قیامت میں دوستی	۲۴۸
۱۲۷	رکوع ع۱۳	۲۴۹
۱۲۸	جناب فضہ کی قرآن دانی	۲۵۳
۱۲۹	لطیفہ	۲۵۴
۱۳۰	سورہ دخان	۲۵۵
۱۳۱	رکوع ع۱۴	۲۵۶
۱۳۲	خلیفہ رسول کا مقام	۲۵۷
۱۳۳	دخان کی وضاحت	۲۶۱
۱۳۴	آسمان کس پر رویا	۲۶۳
۱۳۵	امام حسینؑ کے غم میں رونے کا ثواب	۲۶۴
۱۳۶	رکوع ع۱۵	۲۶۶
۱۳۷	کامیابی کی دُعا	۲۶۶
۱۳۸	قوم تبّع	۲۶۸
۱۳۹	رکوع ع۱۶	
۱۴۰	زقوم	۲۷۰

Presented by www.ziaraat.com

ستارۂ سحر گیا

تاریخ وفات ۔ ۴ دسمبر ۱۹۹۰ء

جامعہ امامیہ کربلا گامے شاہ لاہور

بر وفات علامہ حسین بخش جاڑا اعلی اللہ مقامہ ونوّر اللہ مرقدہ

آفتابِ علم و فن بام سے اُتر گیا
ہر قدم بغاوتوں کی تلخیاں سہیں مگر
عمر بھر یزیدیت کے حامیوں سے جنگ لڑا
سرحدِ حیات تک جو محوِ ذکرِ حق رہا ۔!
منافقت کی تیز آندھیوں میں بھی نہ رک سکا
اس کے نقشِ پا پہ چل کے نام پیدا کر گئے
پیکرِ شجاعت و مروّت و یقین و امن ۔
مصیبتوں کے دور میں عقیدتیں سمیٹ کر
ڈوب گئی آج اس کی نبض نوک کٹ گئی
دکھوں کو تلخیوں کو مسکرا کے جس نے پی لیا
ثمر سے جس کے جی رہا تھا ایک شہرِ بے کساں
شعاؤں کی لکیر کھینچ کر شبِ سیاہ میں
سرزمینِ پاک میں نجف کا باب کھول کر
مرتبہ یہ کم ہے کیا نگر نگر ، گلی گلی ۔
تا ابد رہے گی اس کی عظمتوں کی داستاں
ولائے مرتضیٰ کا ابرِ نور قبر پر رہے
کریم تھے ظہور لے گئے ریاضِ خلد میں

راہنمائے فکرِ حق جہان سے گذر گیا
ظلمتوں میں علم کی ضیاء کو عام کر گیا
عہدِ مشکلات میں کچھ اور ہی نکھر گیا
بر ملا خطاب کا وہ بے بدل ہنر گیا
جلائی شمعِ انقلاب کربلا جدھر گیا
بہت سے پیشواؤں کا نصیب یوں سنور گیا
دورِ حادثات میں وہ چارہ گر کدھر گیا
فضیلتوں کا آسماں زمیں میں اُتر گیا
جس قلم کی تیغ سے ستم نواز ڈر گیا
وہ بزمِ مہر و لطف سے نظارۂ نظر گیا
رہی خزاں سدا بہار جس پہ وہ شجر گیا
جبینِ صبحِ قوم سے ستارۂ سحر گیا
قوم کی رگِ حیات مُردہ زندہ کر گیا
علومِ آلِ مصطفیٰ بکھرتے بکھر گیا
قلندرانہ زندگی کا درس تھا گذر گیا
دامنِ حیات جن کے مرثیوں سے بھر گیا
وہ جن کے نقش پر چلا وہ جن کی راہ پر گیا

سوگوار :- ظہور احمد جاڑا ڈیرہ اسماعیل خان

سورۂ یٰسٓ

یہ سورہ مکیہ ہے۔ اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر چوراسی ہے۔

سورہ یٰسٓ کے فضائل

تفسیر مجمع البیان میں ابی بن کعب سے مروی ہے کہ جو شخص رضائے پروردگار کی خاطر سورہ یٰسٓ کی تلاوت کرے اُس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور بارہ ختم قرآن کا ثواب اُس کے نامۂ اعمال میں درج کیا جاتا ہے۔

جس بیمار کے پاس سورۂ یٰسٓ پڑھی جائے تو اُس کے تمام حروف سے بارہ گنا فرشتے نازل ہو کر اُس کے سامنے صف بصف کھڑے ہوں گے اور اُس کے لئے بخشش کی دُعا کریں گے۔ اور قبض رُوح کے وقت بھی وہ موجود رہیں گے اور اس کی تشییع جنازہ کر کے اُس کے نماز جنازہ و دفن میں بھی شریک ہوں گے۔ اور سکرات الموت کی حالت میں اگر مریض خود پڑھے یا اُس کے پاس کوئی دوسرا آدمی پڑھے تو رضوانِ جنّت شرابِ جنّت لے کر اُس کے پاس پہنچتا ہے پس وہ بستر پر لیٹے ہوئے اُسے پی لیتا ہے اور سیراب ہو کر مرتا ہے۔ اور سیراب ہو کر ہی مبعوث ہوگا حتیٰ کہ حوضِ جنّت پر جانے کی اُسے ضرورت نہ ہوگی اور سیراب ہو کر جنّت میں داخل ہوگا۔

ایک روایت میں ہے اِس سورہ مجیدہ میں پڑھنے والے کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا راز مضمر ہے اور دنیا و آخرت کے مصائب اس کے پڑھنے والے سے دُور کئے جاتے ہیں۔ اس کے پڑھنے والے سے ہر شر دور ہوگا اور اس کی ہر حاجت پوری ہوگی۔ نیز اس کے پڑھنے والے کو بیس حجوں کا ثواب ملے گا نیز اس کے سُننے والوں کو بھی ایک ہزار دینار فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اور جو شخص لکھ کر اس کو پی لے تو گویا ہزار دوائے شافی اُس نے پی لی اور اُس کے اندر ہزار نور ہزار یقین ہزار برکتیں اور ہزار رحمتیں داخل ہوئیں نیز اُس کے اندر سے ہزار بیماریاں و تکلیفیں نکل گئیں۔

بروایت انس بن مالک حضور نبی اکرمؐ سے منقول ہے کہ ہر چیز کا دل ہوا کرتا ہے اور قرآن مجید کا دل سورۂ یٰسٓ ہے۔

نیز حضور نبی اکرمؐ سے مروی ہے کہ جو شخص قبرستان میں پہنچ کر سورہ یٰسٓ پڑھے تو پورے قبرستان والوں سے اُس دن کا عذاب اُٹھ جائے گا۔ اور اس کے اندر تمام دفن ہونے والوں کے برابر نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ہر چیز کا دل ہوا کرتا ہے اور قرآن کا دل یٰسٓ ہے جو شخص دن

Presented by www.ziaraat.com

میں اس کی تلاوت کرے تو وہ شام تک محفوظ و مرزوق ہوگا اور جو شخص سونے سے پہلے رات کے وقت اس کی تلاوت کرے تو ہر شیطان رجیم اور ہر آفت سے ستر ہزار فرشتے اس کی حفاظت کریں گے اور اگر مرجائے تو وہ سیدھا جنّت میں داخل ہوگا۔ اور تیس ہزار فرشتے اس کے لئے دُعائے مغفرت کریں گے اور اس کی قبر تک استغفار کرتے ہوئے اس کی تشییع کریں گے پس جب اس کو داخل لحد کیا جائے گا تو وہ فرشتے عبادت کریں گے اور اس کا ثواب اُسی مرنے والے کو ہوگا۔ اور تاحدِ نگاہ اُس کی قبر میں وسعت پیدا کی جائے گی نیز فشارِ قبر سے بھی وہ محفوظ ہوگا اور اس کی قبر سے آسمان تک ایک نور تاباں قائم رہے گا یہاں تک کہ وہ قبر سے محشور ہوگا پھر وہ فرشتے اُس کے ہمراہ چلتے ہوئے اس سے باتیں کرتے ہوئے اور خوش طبعی کرتے ہوئے اسے ہر خیر کی خوشخبری سنائیں گے اور صراط و میزان کی منازل میں وہ اُس کے ہمراہ ہوں گے۔ اور مقامِ قربِ خداوندی میں اُس کو جا کھڑا کریں گے کہ اس سے زیادہ قریب ملائکہ مقربوں اور انبیاء مرسلون کے سوا اور کوئی نہ ہوگا۔ پس انبیاء کے ہمراہ دربارِ خداوندی میں حاضر ہوگا اور غم و حزن سے وہ محفوظ ہوگا اور ذاتِ پروردگار کی جانب سے اُس کو خطاب پہنچے گا کہ اے میرے بندے تم جس جس کی شفاعت کرنا چاہو بے شک کرو وہ قبول ہوگی اور مجھ سے جو کچھ طلب کرو تمہیں دیا جائے گا پس اس کی شفاعت مقبول ہوگی اور حساب کی منزل آسان ہوگی نہ اس کو رسوائی ہوگی، نہ جھڑکا جائے گا اور کتابِ منشور اس کے حوالے کی جائے گی اور لوگ ازراہِ حیرت کہیں گے کہ سبحان اللہ اس بندے کا تو کوئی ایک گناہ بھی نہیں نکلا پس وہ شخص حضرت نبی اکرمؐ کے مصاحبین میں سے ہوگا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ کریمؐ کے بارہ نام ہیں جن میں سے پانچ نام قرآن مجید میں مرقوم ہیں۔ اور وہ ہیں محمد احمد عبداللہ لیٰس اور نون۔

تفسیرِ صافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے جو زندگی بھر میں ایک مرتبہ سورہ یٰس کی تلاوت کرے تو دنیا و آخرت اور زمین و آسمان کی جملہ مخلوق کی تعداد سے لاکھوں گنا نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی اور اسی قدر اُس کے گناہ معاف ہوں گے۔ اور فقر قرض تنگدستی تھکان دیوانگی جذام وسواس اور ہر موذی مرض اُس سے دور کی جائے گی اور سکرات الموت اس پر آسان ہوگی۔ الخ

تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا اپنی اولادوں کو سورۂ یٰس کی تعلیم دو کیوں کہ یہ قرآن کی جان ہے۔

حدیث نبوی میں ہے جو شخص عرقِ گلاب سے لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ ہر آفت و بُرائی سے محفوظ رہے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص عرقِ گلاب و زعفران سے اس کو سات دفعہ لکھے اور ایک ایک تعویذ روزانہ متواتر سات دن تک پیئے اُس کا اثر یہ ہوگا کہ ہر سُنی ہوئی چیز کو حفظ کرلے گا۔ مناظرہ میں فریقِ مخالف پر غالب ہوگا اور لوگوں میں اس کی عزت و عظمت زیادہ ہوگی۔ اور جو شخص لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ اپنے جسم میں حسد نظر بد جنّ و انس کی اذیتوں جنوّن اور ہر قسم کے دردوں سے محفوظ رہے گا۔ باذن اللہ۔

Presented by www.ziaraat.com

اور اگر کوئی عورت دھو کر پی لے تو اُس کے دودھ میں اضافہ ہوگا اور اُس کا دودھ بچے کے لئے نہایت عمدہ غذا ثابت ہوگا۔

رکوع نمبر ۱۸

یٰسٓ حروفِ مقطعاتِ قرآنیہ میں سے ہے جن کی وضاحت دوسری جلد میں ہو چکی ہے۔ تفسیر برہان میں ہے کہ ایک مرتبہ سفیان ثوری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے یٰسٓ کا معنی دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ حضور نبی اکرمؐ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اس کا معنی ہے اے سامع الوحی گویا یا حرفِ ندا ہے اور سین سامع الوحی سے مخفف ہے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ایک قول کے مطابق سید المرسلین کا مخفف سین ہے۔ بہرکیف ان صورتوں میں پھر یٰس حروفِ مقطعات میں سے نہ ہوگا اور اس کے بعد اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ کا خطاب اس کی مزید تائید کرتا ہے کہ یا حرفِ ندا ہو۔ اور سین حضور اکرمؐ کا مخفف نام ہو لیکن بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یٰس آپ کا نام ہے تو اس صورت میں حرفِ ندا مقدر و محذوف ہوگا۔

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ۔ اگر تنزیل پر رفع پڑھا جائے تو اس کا مبتدا محذوف ہوگا یعنی هٰذَا تَنْزِيْلُ اور اگر اس پر نصب پڑھی جائے تو یہ مفعول مطلق ہوگا اور فعل محذوف مانا جائے گا یعنی نُزِّلَ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

(اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے شروع کرتا ہوں)

يٰسٓ ② وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ③ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ④

یٰس — قرآن حکیم کی قسم — بے شک تو رسولوں میں سے ہے

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ⑤ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ⑥

راہِ مستقیم پر — یہ غالب رحم کرنے والے پروردگار کی جانب سے نازل شدہ ہے

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦

تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے — پس وہ غافل ہیں

مَآ اُنْذِرَ۔ بعض مفسرین نے ما کو نافیہ قرار دیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ اس قوم کو ڈراؤ جن کے باپ دادا کو نذیر بھیج کر نہیں ڈرایا گیا۔ اور بعض نے ما کو موصولہ قرار دیا ہے۔ یعنی قرآن مجید خدا کی جانب سے نازل شدہ کتاب ہے تاکہ قوم کو ڈرائے جس طرح ان کے باپ دادا کو ڈرایا گیا۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضورؐ سے پہلے عربوں میں دو پیغمبر مبعوث ہوئے۔ ایک خالد بن سنان اور دوسرے قس بن ساعدہ۔

اِنَّا جَعَلْنَا۔ آیت مجیدہ کا شانِ نزول اس طرح ہے کہ ابوجہل نے قسم کھائی تھی کہ میں حضور اکرمؐ کو نماز کی حالت میں پتھر ماروں گا چنانچہ وہ جب پتھر اٹھا کر آیا۔ اور مارنے کے لئے ہاتھوں کو بلند کیا تو پتھر ہاتھوں سے چمٹ گیا اور ہاتھ اس کی ٹھوڑی تک پہنچ کر رک گئے جس طرح کسی کے ہاتھوں کو زنجیر و طوق کے ذریعے سے گردن سے باندھ دیا جائے۔ جب واپس آکر اُس نے اپنے

Presented by www.ziaraat.com

ساتھیوں کو خبر دی تب پتھر اُس کے ہاتھ سے گر پڑا۔

مُقْمَحُوْنَ ۔ اس کا معنی ہے سر کو اُوپر کی طرف اٹھا کر ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے والے عام طور اونٹوں کے لئے ہی یہ لفظ استعمال ہوا کرتا تھا جب موسم سرما میں ان کو پانی پر لے جاتے تھے تو وہ پانی کی ٹھنڈک کی وجہ سے سر اُوپر کو اُٹھا لیتے تھے تو وہ کہتے تھے قمحَ الْبَعِیْرُ اسی طرح بَعِیْرٌ قَامِحٌ اور اِبِلٌ قِمَاحٌ اس جگہ مقصد یہ ہے کہ ابوجہل نے جب اذیت پیغمبر کا ارادہ کیا تو اس طرح شل ہو گیا جیسے اس کی گردن میں زنجیر ڈالے گئے ہوں اور اس کی ٹھڈی اُوپر کی طرف اٹھ گئی ہو کہ وہ نیچے دیکھنے سے قاصر ہو۔ اور ممکن ہے اس کا مضمون عام ہو اور مقصد یہ ہو کہ یہ لوگ آپ کی نصیحت کو سننا گوارا ہی نہیں کرتے بلکہ اکثر اِدھر اُدھر سے گذر جاتے ہیں اور گردن میں زنجیر پڑے ہوئے انسانوں کی طرح ٹھڈی نیچے کر کے زمین کی طرف دیکھ ہی نہیں سکتے اور ازراہِ تکبر اونٹوں کی طرح گردن اکڑائے ہوئے اُوپر کی طرف ہی دیکھتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے قیامت کے دن کی پیشی اور جہنم میں داخلہ کی آیت مجیدہ میں تصویر کشی کی گئی ہو

وَجَعَلْنَا ۔ مروی ہے کہ جب ابوجہل ناکام واپس آیا تو بنی مخزوم کا ایک دوسرا شخص (ولید بن مغیرہ) اٹھا۔ اور وہی پتھر لے کر حضور کی طرف بڑھا جب کہ وہ نماز میں مشغول تھے تو خداوند کریم نے اس کی آنکھوں سے بینائی سلب کر لی پس وہ آواز سنتا تھا لیکن اُسے دکھائی کچھ نہ دیتا تھا لہذا جب نامراد واپس پلٹا تو اپنے ساتھیوں کو بھی نہ دیکھ سکا جب انہوں نے بلا کر کیفیت دریافت کی تو اُس نے اپنا ماجرا بیان کیا۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸﴾ اِنَّا
تحقیق ثابت ہو گیا قول (عذاب) ان کے اکثر پر پس وہ ایمان نہیں لاتے تحقیق ہم نے
جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ
طوق ڈال دیے اُن کی گردنوں میں پس وہ ٹھڈیوں تک پہنچ گئے پس وہ اُوپر کی طرف
مُّقْمَحُوْنَ ﴿۹﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ
دیکھنے والے ہیں اور ہم نے اُن کے سامنے رکاوٹ پیدا کر دی اور ان کے پیچھے بھی رکاوٹ

شب ہجرت

عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ شب ہجرت جب قریش مکہ دروازہ پیغمبر پر جمع ہوئے تو آپ نکلے اور اُن کے سروں پر مٹی ڈال دی پس وہ آپ کو دیکھ نہ سکتے تھے الخ اور ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک دفعہ قریش کعبہ کے پاس جمع ہو کر بیٹھ گئے اور یہ طے کر لیا کہ جب محمد آئے تو ایک ہی بار کھڑے ہو کر اُس پر قاتلانہ حملہ کر دیا جائے پس جب حضور تشریف لائے تو خدا نے اُن کے سامنے اور پیچھے ایسے پردے حائل کر دئے کہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکے پس نماز پڑھ کر آپ فارغ ہوئے تو اُن کے پاس پہنچ کر اُن کے سروں پر خاک ڈال دی کہ اُن کی آنکھیں حضور کو نہ دیکھ سکیں جب آپ واپس چلے گئے تو انہوں نے مٹی کو دیکھا پس کہنے لگے کہ اُن ہی کا جادو ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابوجہل نے چونکہ حضور کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا تھا

Presented by www.ziaraat.com

اس لئے اللہ نے یہ انتظام کیا کہ جب بھی وہ رات کو گھر سے نکلتا تھا حضورؐ اور اس کے درمیان ایسا قدرتی پردہ حائل ہو جایا کرتا کہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔

تفسیر برہان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ دار الندوہ میں مشرکین مکہ کا رسول اللہؐ کے بارے میں بڑا اجتماع ہوا تو جبریل نے اِدھر حضورؐ کو اس کی پوری کارروائی کی اطلاع دی اور حکم پروردگار سنایا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں چنانچہ آپ نے حضرت علی کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دے دیا چنانچہ آپ نہایت اطمینان سے سبز رنگ کی خصوصی چادر تان کر سو گئے جس میں حضور بنفسِ نفیس آرام فرمایا کرتے تھے اور تلوار اپنے پہلو میں رکھ لی اُدھر دروازہ پر قریش مکہ نے جمع ہونا شروع کر دیا تاکہ موقع پا کر آپ کو قتل کر دیں۔ حضرت نبی اکرمؐ نے گھر سے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت دروازہ پر پورے پچیس آدمی جمع ہو چکے تھے آپ نے مٹی اٹھائی اور ان کے سروں پر پھینکی اور یٰسین سے لے کر فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ تک آیات کی تلاوت فرمائی اور چلے گئے۔ اس کے بعد ایک شخص آیا تو اُس نے اُن سے بیٹھنے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کے انتظار میں بیٹھے ہیں اُس نے کہا وہ تو کافی دیر سے جا چکے ہیں اور تمہارے سروں پر مٹی بھی ڈال گئے ہیں۔

صدقہ جاریہ

نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا الخ۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام کرے تو اس کا اُس کو ثواب بھی ملے گا اور اس کی قائم کردہ نیکی پر جب تک عمل ہوتا رہے گا اس کے نامۂ اعمال میں اس کا ثواب بھی لکھا جاتا رہے گا پس اگر کوئی شخص مسجد تعمیر کرے تو جب تک اس میں نماز ادا ہوتی رہے گی بانیٔ مسجد کے نامۂ اعمال میں ثواب درج ہوتا رہے گا چنانچہ حدیث میں ہے مَنْ سَنَّ سُنَّةً الخ۔ جو شخص بھی ایک اچھی عادت و سنت قائم کرے تو اُس پر عمل کرنے والوں کی نیکیوں کے برابر اس کو بھی اجر ملتا رہے گا۔ اور اسی طرح اس کے برعکس اگر کوئی شخص کوئی برا طریقہ ایجاد کرے تو جب تک وہ برائی ہوتی رہے گی ایجاد کرنے والا بھی اس گناہ میں شریک ہوتا رہے گا پس نامۂ اعمال میں جس طرح اپنے اعمال لکھے جاتے ہیں اسی طرح قیامت تک اُن کے ہونے والے اثرات بھی اس میں درج ہوتے ہیں پس مساجد بنانا امام بارگاہیں تعمیر کرنا مدارس دینیہ قائم کرنا ہدایت خلق کے لئے کتابیں لکھنا یا اپنی حیثیت کے مطابق رفاہِ عامہ کے لئے کوئی کام کرنا ایسے صدقاتِ جاریہ ہیں جن کا ثواب مرجانے کے بعد بھی مرنے والے کے نامۂ اعمال میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اِسی طرح نیک اولاد اور نیک شاگرد دنیا میں چھوڑ کر جانا انسان کی باقیات صالحات میں سے ہوا کرتا ہے وہ لوگ بہت نیک بخت ہوتے ہیں جو اپنے مرنے کے بعد کے لئے کوئی صدقہ جاریہ چھوڑ کر جائیں اور نیک مقصد کے لئے اپنی حلال کمائی کی جائداد کو وقف کر کے جائیں۔ یا نیک اولاد یا نیک شاگرد چھوڑ کر جائیں جو تا قیامت اُس کے نامہ اعمال میں نیکیوں کے اندراج کا موجب بنیں۔ اِسی بنا پر تو شہید راہِ خدا کو مُردہ نہیں کہا جاتا کیونکہ ظاہری موت کے بعد بھی دینِ خدا کے لئے اس کی دی جانے والی قربانی کے آثار چونکہ زندہ ہیں لہذا گویا وہ خود زندہ ہے اِسی طرح عالم دین جو ظاہری طور پر دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن ان کے آثارِ علمیہ چونکہ باقی ہیں جن سے تا قیامت خلقِ خدا فیضیاب ہوتی رہے گی۔ پس گویا وہ خود زندہ ہیں۔ اور آثَارَهُمْ کا ایک دوسرا معنی بھی کیا گیا ہے یعنی نیکی کرنے میں انسان کو

Presented by www.ziaraat.com

جو تکلیف ہوتی ہے وہ بھی نامۂ اعمال میں درج ہوتی ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ بنی سلمہ کا قبیلہ مدینہ کے آخری کنارہ پر تھا اور مسجد نبوی تک آنے میں ان کو کافی تکلیف ہوتی تھی۔ انہوں نے اپنی منازل کی دوری کا حضورؐ سے بھی شکوہ کیا تو آیت نازل ہوئی کہ ہم ان کی نیکیوں کو بھی لکھتے ہیں۔ اور مسجد تک چل کر آتے ہوئے اُن کے قدموں کے نشان بھی درج کرتے ہیں چنانچہ حدیث نبوی میں ہے کہ سب سے زیادہ نماز با جماعت کا ثواب اُن نمازیوں کو ملے گا جو بہت دُور سے چل کر شامل ہوتے ہیں۔

اسی آیت کی تفسیر میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا چھوٹے اور حقیر گناہوں سے بچنے کی کوشش کرو کہ ان کی بھی باز پُرس ہوگی۔ خبردار کوئی شخص یہ نہ کہے کہ گناہ کرلوں اور پھر توبہ کرلوں گا کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں ہم ان کو لکھ لیتے ہیں۔

خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَسَوَآءٌ

پس ہم نے ان کو ایسا اندھا کیا کہ وہ دیکھ نہ سکتے تھے اور تیرے

عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ اِنَّمَا

لئے برابر ہے اُن کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ ایمان نہ لائیں گے سوائے اس کے

تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ

نہیں کہ آپ کا ڈرانا اُن کے لئے ہے جو پیروی کریں قرآن کی اور ڈریں خدا سے غائبانہ تو ایسے شخص کو

بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا

خوشخبری دو بخشش اور نیک اجر کی تحقیق ہم زندہ کرتے ہیں مردوں کو اور لکھتے ہیں وہ جو انہوں نے

وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۳﴾

آگے بھیجا اور ان کے آثار کو بھی اور ہر چیز کو ہم نے شمار کر کے رکھ دیا امام مبین میں

اِمَامٍ مُّبِيْن

اس کے متعلق چند اقوال ہیں بعضوں نے کہا ہے کہ اس جگہ امام مبین سے مراد لوح محفوظ ہے اور بعض کے نزدیک اس سے مراد نامۂ اعمال ہے اور ہمارے نزدیک قوی قول یہ ہے کہ اس جگہ امام مبین سے مراد حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں چنانچہ ابن عباس نے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم میں ہی وہ امام مبین ہوں جو حق کو باطل سے الگ کرنے والا ہوں اور اس چیز کی میں نے رسول اللہ سے وراثت پائی ہے۔

تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جو آپ نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے نقل فرمائی کہ جب یہ آیت مجیدہ اُتری ابوبکر و عمر نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہؐ! کیا امام مبین سے مراد تورات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں! پھر انہوں نے عرض کی کیا اس سے مراد انجیل ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں! پھر انہوں

Presented by www.ziaraat.com

نے عرض کی کیا اس سے مُراد قرآن ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں اتنے میں حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام تشریف لائے تو حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا یہ وہ امام مبین ہے جس میں اللہ نے ہر شے کے علم کا احصا کیا ہوا ہے۔

حضرت ابوذر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے ہمراہ شریک سفر تھا تو ہمارا گذر ایک وادی سے ہوا جس میں چیونٹیوں کا ایک سیلاب رواں میں نے دیکھا۔ ابوذر کہتا ہے میں چیونٹیوں کی کثرت کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا پس کلمہ تکبیر زبان سے جاری کرتے ہوئے میں نے کہا جلیل ہے وہ ذات جو اُن کی تعداد کو جانتی ہے۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے میری طرف دیکھ کر فرمایا اے ابوذر! ایسی بات مت کہو بلکہ یہ کہو جلیل ہے وہ ذات جس نے اُن کو پیدا کیا ہے خدا کی قسم ان کی تعداد بلکہ اُن کے نر و مادہ کو تو میں بھی جانتا ہوں۔

عمار بن یاسر سے یہ روایت اس طرح منقول ہے کہ میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے ہمراہ وادی نمل سے گذرا تو چیونٹیوں کی کثرت سے متعجب ہو کر میں نے دریافت کیا کہ اللہ کی مخلوق میں سے کس کی مجال ہے کہ ان کو شمار کر سکے تو آپ نے فرمایا اے عمار! میں ایسے آدمی کی نشاندہی کر سکتا ہوں جو ان کی تعداد کو جانتا ہے بلکہ یہ بھی جانتا ہے کہ ان میں نر کتنے اور مادہ کتنے ہیں عمار کہتا ہے میں نے پوچھا حضور! فرمایئے وہ کون ہے؟ تو آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ وہ امام مبین میں ہوں۔

رکوع نمبر ۱۹

اصحاب انطاکیہ کا ذکر

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور بیان کران کے لئے مثال بستی (انطاکیہ) والوں کی جب ان کے پاس رسول آئے

وَاضْرِبْ لَهُمْ۔ جناب رسالت مآبؐ کو حکم دیا گیا ہے کہ اہل مکہ کے سامنے اصحاب انطاکیہ کی مثال بیان کرو تاکہ اُن کے انجام سے عبرت و نصیحت حاصل کریں ان کا واقعہ تفسیر مجمع البیان میں ایک روایت کے ماتحت اس طرح منقول ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے اپنے حواریین میں سے دو آدمیوں کو مبلغ بنا کر انطاکیہ کی طرف روانہ فرمایا جب یہ دونو انطاکیہ کے قریب پہنچے تو ایک ضعیف العمر شخص کو دیکھا جو دنبیاں چرا رہا تھا اسی کو حبیب نجار یا صاحب یٰسین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ شیخ ابوالحسن شعرانی نے ذکر کیا ہے کہ نصاریٰ کے نزدیک یونانی زبان میں اس کا نام تئوفلس تھا یونانی زبان میں فلس کا معنی حبیب اور تئو کا معنی اللہ ہے تو عربی زبان میں اس کا ترجمہ حبیب اللہ بنتا ہے بہر کیف شہر سے باہر اُن کی آپس میں ملاقات ہو گئی تو حبیب نجار نے ان سے احوال پرسی کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم حضرت عیسٰیؑ کی جانب سے آپ لوگوں کی ہدایت کے لئے یہاں پہنچے ہیں تاکہ بُت پرستی سے بچ کر تم لوگ خدا پرستی کی طرف آجاؤ حبیب نجار نے ان سے نشانی یعنی معجزہ یا کرامت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کے اذن سے بیماروں کو شفا نابیناؤں کو آنکھیں اور مبروص کو تندرستی دے سکتے ہیں۔ صاحب یٰسین حبیب نجار نے کہا کہ چلو میرا بیٹا چند سالوں سے صاحب فراش ہے اس کو شفا دلواؤ۔ پس یہ دونو اس کے ہمراہ اس کے گھر میں پہنچے اور مریض پر ہاتھ پھیرا تو وہ بحکم پروردگار اسی وقت تندرست

Presented by www.ziaraat.com

ہو گیا۔ پس روئی کی آگ کی طرح یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی اور خدا نے ان کے ہاتھوں پر کئی مریضوں کو شفا بخشی۔ انطاکیہ کا بادشاہ بت پرست تھا رفتہ رفتہ یہ خبر اُس کے کانوں تک بھی پہنچ گئی تو اس نے ان دونو کو اپنے دربار میں طلب فرمایا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ ہم حضرت عیسٰی کے فرستادہ ہیں۔ اور اُن کی نیابت کا فریضہ ادا کرتے ہوئے ان بتوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں جو نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سُن سکتے ہیں۔ اور اُس ایک خدا کی تم کو دعوت دیتے ہیں جو دیکھتا اور سُنتا ہے۔ بادشاہ نے ازراہِ حیرت واستعجاب سوال کیا کیا ہمارے خداؤں کے علاوہ کوئی اور خدا بھی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں خدا تو وہ ہے جس نے تجھے اور تیرے خداؤں کو کتمِ عدم سے نکال کر خلعتِ وجود عطا فرمائی۔ بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ کھڑے ہو جاؤ میں تمہاری ابھی ابھی خبر لیتا ہوں پس اُس کے اشارے سے لوگوں نے ان دونو کو پکڑ لیا اور گھسیٹ کر بازار میں لائے اور ان کو خوب پیٹا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ بادشاہ نے اُن کو نہیں بلایا تھا بلکہ شہر انطاکیہ میں رہتے ہوئے ان کو کافی عرصہ گذر گیا تو ایک دن بادشاہ اپنی محل سرا سے کسی مطلب کے لئے نکلا تو ان دونو نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور ذکرِ خدا کو زبان پر جاری کیا بادشاہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا اور ان دونو کو ایک ایک سو تازیانے مارنے کے بعد عمر قید کا حکم دے دیا۔

حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے ان کے پیچھے شمعون الصفا کو روانہ فرمایا جو حواریین میں بلند مرتبہ پر فائز تھا تاکہ ان کی مدد کرے اور ان دونو کی رہائی کا مناسب انتظام کرے۔ بقول شعرانی نصاریٰ کے نزدیک اس کا نام فطرس ہے جس کا معنی پتھر ہوتا ہے اور عربی میں اس کا ترجمہ صفا ہے۔ اس کی قبر اٹلی کے شہر روما میں ہے جہاں نصاریٰ کا بڑا پوپ رہتا ہے۔ بہر کیف حضرت شمعون الصفا (پطرس) غیر معروف صورت بنا کر شہر انطاکیہ میں داخل ہوا۔ پہلے پہل اُس نے بادشاہ کے حاشیہ نشینوں کے ساتھ میل جول پیدا کیا۔ جب وہ اس سے پوری طرح مانوس ہو گئے اور انہوں نے اس کا بادشاہ سے تعارف کرا دیا۔ پس بادشاہ بھی اس کے علم و دانش حسنِ اخلاق اور متانت و دیانت سے نہایت متاثر ہوا۔ حتیٰ کہ اُس کی محبت بادشاہ کے دل میں جاگزیں ہو گئی اور اس کو اپنا مقرب بنا لیا۔ ایک دن باتوں باتوں میں اُس نے بادشاہ سے پوچھ لیا کہ میں نے سنا ہے حضور والا نے دو آدمیوں کو جسمانی سزا دلوانے کے بعد عمر قید کی سزا دے کر جیل میں ڈال رکھا ہے۔ اور اُن کا قصور یہ تھا کہ وہ دونو حضور والا کو حضور کی منشا کے خلاف کسی دوسرے دین کی دعوت دیتے تھے۔ اگر حضور والا کو کچھ یاد پڑتا ہو تو کیا آپ بیان فرمانے کی زحمت گوارا کریں گے کہ وہ دونو کونسا مقصد لے کر آئے تھے اور آپ سے کیا کہنا چاہتے تھے بادشاہ نے جواب دیا کہ پہلی بات ہی انہوں نے ایسی کہی تھی کہ میں غصہ کو ضبط نہ کر سکا پس فوری طور پر میں نے ان کی گرفتاری اور سزا کا حکم دے دیا ان کو بات کرنے کا موقعہ ہی نہیں دیا گیا تھا۔ شمعون نے نہایت پیارے انداز سے کہا اگر بادشاہ سلامت برا نہ محسوس کریں تو ان دونو کو دربارِ عام میں بلایا جائے اور اُن کو اپنی صفائی کا بھی موقعہ دیا جائے اور اُن کے بیان کو سُن کر ان کے نظریات کا جائزہ بھی لیا جائے۔ بادشاہ نے اس درخواست کو قبول کر لیا اور اُن کو دربارِ شاہی میں حاضر کیا گیا تو سلسلۂ کلام اس طرح شروع ہوا۔

حضرت شمعون نے ان کو خطاب کر کے پوچھا کیا تم بتا سکتے ہو تمہیں اس جگہ کس نے بھیجا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہمیں

Presented by www.ziaraat.com

اُس خدا نے بھیجا ہے جو ہر شے کا خالق ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ شمعون نے پھر سوال کیا کہ اُس نے تمہیں کیا کچھ دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہمیں اُس نے بہت کچھ دیا ہے تم جس طرح چاہو آزما لو۔ بادشاہ نے فوری طور پر ایک ایسے نوجوان کے حاضر کرنے کا حکم دیا جس کے چہرہ میں آنکھوں کا نشان تک موجود نہ تھا اور پیشانی اور رخسارے ایک ہی سطح پر ہموار تھے جب وہ نابینا سامنے آیا تو ان دونوں نے اللہ سے دُعا مانگی چنانچہ اس کی دونو آنکھوں کی جگہ پر شگاف پیدا ہو گیا۔ انہوں نے زمین سے مٹی اٹھا کر اُس کے دو ڈھیلے بنائے اور اُس کی آنکھوں کی جگہ پر رکھ کر دعا کی تو وہ صحیح وسالم دونو بینا آنکھیں بن گئیں۔ بادشاہ یہ حیرت انگیز خدائی کرشمہ دیکھ کر بحر تعجب میں غوطہ زن ہو گیا تو فوراً شمعون نے بادشاہ کے تاثر کو پائیدار کرنے کے لئے بادشاہ کا کندھا ہلایا اور کہا حضور آپ اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ ایک اندھا سرکاری خداؤں کی بارگاہ میں بھی حاضر کیا جائے۔ ممکن ہے سرکاری خدا بھی ایسا ہی کرشمہ دکھا دیں جس سے شاہی مذہب کی لاج باقی رہے گی۔ اور حضور والا کا ندامت سے جھکنے والا سر ایک بار فخر سے اونچا ہونے کے قابل ہو جائے گا۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ اے شمعون! تم سے اپنا راز پوشیدہ رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جن خداؤں کی ہم لوگ پرستش کر رہے ہیں وہ کسی کام کے نہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان دے سکتے ہیں پس ان دونو کی طرف خطاب کر کے کہنے لگا اگر تمہارا خدا مُردہ کو زندہ کر دے تو ہم تمہیں بھی مان لیں گے اور تمہارے خدا پر بھی ایمان لائیں گے انہوں نے کہا بے شک ہمارا خدا ہر شے پر قادر ہے۔ بادشاہ نے کہا یہاں ایک مردہ ہے جس کو سات دن گذر چکے ہیں ابھی تک دفن نہیں ہوا کیونکہ اس کا باپ گھر سے باہر ہے اور اُس کے انتظار میں اُسے دفن نہیں کیا جا سکا۔ اب اس کا رنگ متغیر ہے۔ اور وہ نہایت بدبودار ہو چکا ہے۔ چنانچہ ان دونو نے اللہ سے دُعا مانگی اور دل ہی دل میں حضرت شمعون بھی خدا سے دعا مانگتا رہا چنانچہ ان کی دعا مستجاب ہوئی۔ اور وہ مُردہ دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور اُس نے اپنی زبانی بیان کیا کہ میں تم لوگوں کے پاس ساتویں روز دوزخ کی سات وادیوں سے ہو کر آیا ہوں اور میں تم کو اس حالت سے جس میں تم ہو بچنے کی دعوت دیتا ہوں پس تم سب کا فرض ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔ بادشاہ پہلے سے بھی زیادہ متاثر ہوا اور تمام دیکھنے والوں کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا

جب ہم نے بھیجا ان کی طرف دو کو تو انہوں نے ان کو جھٹلایا پس ان کا امدادی بھیجا تیسرا

بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ ﴿۱۵﴾

پس سب نے کہا بے شک ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں

حضرت شمعون نے تبلیغ کا مناسب موقعہ سمجھ کر بادشاہ کے تاثر سے اچھے نتیجے کی اُمید رکھتے ہوئے بادشاہ کو دعوتِ توحید دے دی جو اُس نے فوراً قبول کر لی اور پوری مملکت کے دانشور منصف مزاج لوگوں نے دینِ حق کو قبول کر لیا لیکن ہٹ دھرم اور ضدی مزاج لوگ جو آبائی کورانہ تقلید کو خیرباد نہ کہہ سکے اپنے کفر پر جمے رہے۔

Presented by www.ziaraat.com

بعض روایات میں ہے کہ پہلے دونو رسول بھی خدا نے بھیجے تھے اور تیسرا بھی خدا کی طرف سے مامور برسالت تھا۔ اور یہ حضرت عیسٰیؑ کے نمایندے نہ تھے۔ اور دوسری بعض روایات میں ہے کہ پہلے دونو بھی حضرت عیسٰی کے حواریین میں سے آپ کے نمایندہ تھے۔ اور تیسرا بھی آپ ہی کا فرستادہ تھا لیکن قرآنی آیات میں پہلے قول کی تائید ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ زندہ ہونے والا بادشاہ کا اپنا فرزند تھا اُس نے باپ کے پوچھنے پر بیان کیا کہ مرنے کے بعد میں نے دو آدمیوں کو حالتِ سجدہ میں دیکھا جو اللہ سے میری دوبارہ زندگی کی درخواست کر رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا اگر وہ دونو آدمی تیرے سامنے آجائیں تو ان کو پہچان لوگے بیٹے نے جواب دیا کہ ابھی ابھی کی بات ہے کیوں نہ پہچانوں گا پس شاہی حکم سے تمام لوگوں کو صحرا میں لے جایا گیا اور ایک ایک کو شہزادے کے سامنے سے گذارا گیا۔ کافی لوگوں کے بعد ان دو میں سے ایک کی باری آئی تو شہزادے نے کہا ایک تو یہ ہے۔ پھر کچھ وقفے کے بعد جب دوسرا گذرا تو شہزادے نے کہا دوسرا یہ ہے۔ پس ادشاہ اور اہلِ مملکت مشرف باسلام ہوگئے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ بادشاہ کفر پر ڈٹا رہا اور اُس کی تمام رعایا بھی کافر رہی اور رسولوں کے قتل کا منصوبہ تیار کیا گیا۔ اور قرآن آیات میں بھی اسی روایت کی تائید ہے اور ممکن ہے کہ پہلی روایت کے ماتحت بادشاہ اور ارکین مملکت اگرچہ مشرف باسلام ہوگئے تھے لیکن جو لوگ ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ انہوں نے رسولوں کے قتل کا منصوبہ بنایا ہو

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ

تو وہ کہنے لگے تم تو ہمارے جیسے بشر ہی ہو اور اللہ نے کوئی شے نازل نہیں

شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۶﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ

کی تم بالکل جھوٹے ہو انہوں نے کہا خدا گواہ ہم یقیناً تمہاری

اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾

طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ہم پر صرف یہی واجب ہے کہ تم تک پہنچا دیں (کھلا حق)

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ معلوم ہوتا ہے کہ بشریت اور رسالت کے درمیان کافر لوگ پہلے دن سے منافات کے قائل تھے۔ اُن کے ذہن نشین یہ بات کرائی گئی تھی کہ رسول وہی ہوگا جو بشر نہ ہو۔ اسی بنا پر جب بھی کوئی رسول خدا کی جانب سے مامور بہ تبلیغ ہوتا تو قوم کے واعظ و مقرر عوام الناس کو گمراہی پر برقرار رکھنے کے لئے یہ پروپیگنڈا کیا کرتے تھے کہ یہ تو ہم جیسا بشر ہے یہ رسول کیسے ہوسکتا ہے؟ یعنی اگر رسول ہوتا تو ہم جیسا بشر نہ ہوتا چنانچہ انطاکیہ کی طرف مامور بہ تبلیغ ہوکر جانیوالے رسولوں کو بھی پہلی دفعہ یہی جواب دیا گیا کہ تم تو ہمارے جیسے بشر ہو تم کیسے رسالت کا دعوٰی کرتے ہو۔ آج کل بھی رسول کو بشریت سے الگ کرنے والوں نے سابق کفار کا اگلا ہوا لقمہ چبایا ہے۔ اور عوام النّاس کو یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ وہ تو کوئی اور مخلوق تھے ہرگز ہرگز بشر نہ تھے لہٰذا وہ تمام بشری تقاضوں سے بالاتر تھے حالانکہ خداوند کریم نے اپنے حبیب کو اپنی بشریت کا اعلان کرنے کا خود حکم

Presented by www.ziaraat.com

دیا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہہ دو کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔ (پارہ ۱۶ ع ۲)

فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ۔ ایک روایت میں ہے خدا نے جو پہلے دو رسول بھیجے ان کا نام شمعون و یوحنا تھا۔ اور تیسرے کا نام بولس تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ پہلے دو کا نام صادق و صدوق تھا۔ اور تیسرے کا نام سلوم تھا۔ اور تیسری روایت میں ہے کہ یہ حضرت عیسٰی کے فرستادہ تھے خدا کی جانب سے رسول نہ تھے اور خدا نے اپنی طرف اس لئے منسوب کیا ہے کہ عیسٰی کا ان کو بھیجنا بھی خدا کے امر کے ماتحت تھا۔ اس روایت کے ماتحت پہلے دو ناموں کی تصریح نہیں ملتی۔ البتہ تیسرے کا نام شمعون الصفا (پطرس) ملتا ہے

قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ۔ جب انہوں نے خدا کی جانب سے مامور ہونے پر نشانیاں معجزات و کرامات دکھائے مثلاً مریض شفایاب ہوئے اور نابینا لوگ بینا ہوئے اس کے بعد بھی جب ہٹ دھرم لوگوں نے کہنا شروع کیا تم جھوٹے ہو۔ اللہ کا کوئی حکم تمہارے پاس موجود نہیں ہے بلکہ تم تو ہم جیسے بشر ہو تو انہوں نے اللہ کو اپنا گواہ قرار دیا۔ اور کہا ہمارا اتنا ہی کام تھا جو ہم نے انجام دے دیا اس کے بعد ماننا یا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا۔ جب کفار نے دیکھا کہ رسولوں کی دلیلوں کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں اور نہ ان کے معجزات کو ٹھکرایا جا سکتا ہے پس اپنے ضد کے جواز کو ثابت کرنے کا بہانہ نکال لیا کہ تم ہمارے لئے فالِ بد بن کر آئے ہو کہ ہمیں تم لوگوں نے اپنے آبائی مذہب سے بدظن کر دیا ہے کہ آبائی دین کو چھوڑ کر تمہارے پیچھے جانا بھی ہمارے لئے مشکل ہے اور آبائی خداؤں کا کھوکھلا پن معلوم کرنے کے بعد اس دین پر باقی رہنا بھی ہمارے لئے مشکل ہے اور یہ مصیبت تمہاری ہی وجہ سے ہے لہذا اس کا تلخ نتیجہ دیکھنے کے لئے تیار ہو جاؤ ہم اس مذہبی بدمزگی کا بدلہ تم سے ضرور لیں گے پس تم پر پتھر برسائیں گے اور تمہیں دردناک سزا دیں گے۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ
کہنے لگے تم ہمارے لئے فالِ بد لائے ہو اگر تم باز نہ آئے تو تم پر ہم پتھر برسائیں گے اور تم کو ہماری
مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۹﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ
طرف سے دردناک سزا ملے گی — انہوں نے کہا تمہاری فالِ بد تمہارے اپنے ساتھ ہے

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ۔ رسولوں نے نہایت پرسکون ہو کر ان کو جواب دیا کہ ہم فالِ بد نہیں بلکہ فالِ بد کے تم خود موجب ہو تم اس قسم کے کمزور خداؤں کے آگے کیوں جھکتے ہو پس ساری بدبختی کے موجب تو وہی ہیں ہم نے تو تم کو توحید کی دعوت دی ہے جس کے قبول کرنے میں برکت ہی برکت ہے۔

ءَاِنْ ذُكِّرْتُمْ۔ یعنی ہم نے تو تمہارے دماغوں سے غفلت کا پردہ ہٹایا اور تمہیں دعوتِ فکر دی تو کیا تم اس کو فالِ بد سمجھتے ہو؟ پس تم سوچو اور حدِ انصاف سے تجاوز نہ کرو اگر تھوڑا سا بھی اپنے گریبان میں جھانک کر حقیقت کا جائزہ لوگے تو تم پر یہ بات واضح ہو جائے گی۔ اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ حق کو قبول کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کرو۔

تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے قدرے اختلاف کے ساتھ روایت مذکورہ درج ہے۔ اور وہ اِس

Presented by www.ziaraat.com

طرح کہ اللہ نے اہل انطاکیہ کی طرف دو رسول بھیجے تو انہوں نے ایسے لب ولہجہ میں تبلیغ کی جس سے لوگ ان کے خلاف بھڑک اُٹھے اور ان کے دلوں میں جذبۂ نفرت پیدا ہوگیا جس کے نتیجے میں ان کی پٹائی کی گئی اور بالآخر بُت خانے کے ایک کمرے میں ان کو قید کردیا گیا۔ جب خدا نے تیسرا رسول بھیجا تو اُس نے بادشاہ کے دروازہ پر دستک دے کر یہ خواہش ظاہر کی کہ میں جنگلوں میں عبادت کیا کرتا ہوں اور میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ بادشاہ کے حقیقی خدا کی عبادت خانے میں بیٹھ کر عبادت کروں، جب بادشاہ تک اُس کی یہ درخواست پہنچی تو اُس نے اس کے لئے اس کمرے کے دروازہ کو کھولنے کا حکم دیا جس میں اُن کے بُت رکھے ہوئے تھے اور سابق دونو رسول بھی وہاں پابہ زنجیر تھے پس یہ اپنے سابق دونو ساتھیوں کے ساتھ ایک سال تک مصروفِ عبادت رہا جب ان دونو سے رخصت ہونے لگا تو ان کو نصیحت کی کہ تبلیغ کے لئے موقع شناسی ضروری چیز ہے اور اس میں دانشمندی کا بڑا دخل ہے لہذا بعد میں جب ملاقات ہو تو میرے متعلق یہ نہ ظاہر کرنا کہ یہ ہمارا واقف یا ساتھی ہے پس اس کو بادشاہ تک پہنچنے کی اجازت مل گئی اور بادشاہ نے پہلی ہی ملاقات میں کہہ دیا کہ تو نے میرے خدا کی پرستش کی ہے لہٰذا تو مجھے بہت پیارا ہے۔ بلکہ تو میرا بھائی ہے مجھ سے جو کچھ طلب کرنا چاہو میں انکار نہ کروں گا۔ انہوں نے جواب دیا اور تو ایسی کوئی بات نہیں البتہ میں نے خداؤں کے کمرہ میں دو قیدی پابہ زنجیر دیکھے ہیں اُن کا کیا معاملہ ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا یہ دونو مجھے اپنے دین سے گمراہ کرنے آئے تھے اور مجھے آسمانی خدا کی طرف دعوت دیتے تھے۔ انہوں نے کہا بادشاہ سلامت: کھلا مناظرہ ہونا چاہیئے اور اس کے لئے میں تیار ہوں۔ اگر وہ سچے ثابت ہوئے تو ہم اُن کے پیچھے چلیں گے لیکن اگر حق ہمارے ساتھ ہوا تو اُن کو لازماً ہمارے پیچھے چلنا پڑے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے فوراً بات قبول کر لی اور مناظرہ کا وقت معین کر دیا گیا چنانچہ وقت معین پر جب فریقین ایک دوسرے کے رُوبرو ہوئے تو انہوں (شمعون) نے اُن سے خطاب کرکے دریافت کیا کہ تم اپنا مسلک بیان کرو۔ ان دونو نے جواب دیا کہ ہم اُس خدا کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ اور ارحام میں جو چاہے پیدا کرتا ہے اور اُس کی تصویر بناتا ہے۔ جس طرح چاہے درختوں اور اُن کے پھلوں کا خالق بھی وہی ہے۔ اور آسمان سے بارش بھی وہی برساتا ہے۔ انہوں (شمعون) نے دریافت کیا کہ جس خدا کی عبادت کا تم پیغام لائے ہو کیا نابیناؤں کو بینا کر سکتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہم دعا کریں تو انشاء اللہ وہ ضرور ان کو بینا کر دے گا۔ چنانچہ ایک اندھے کو لایا گیا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگی پس وہ بینا ہوگیا۔ شمعون نے بادشاہ سے دوسرا اندھا منگوایا اور خود سجدہ میں گر کر دعا کی تو یہ بھی بینا ہوگیا۔ پس کہنے لگا بادشاہ سلامت! اس مقابلے میں ہم برابر رہے۔ ایک اندھا انہوں نے ٹھیک کیا ہے اور ایک کو میں نے ٹھیک کر دیا ہے۔ چنانچہ بادشاہ کا حوصلہ بڑھا اور شمعون کا وقار اس کے دل میں اور زیادہ ہوگیا۔ پھر تیسرا شخص لایا گیا جو اپاہج لولا تھا ان دونو نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی تو وہ بالکل تندرست ہو گیا پھر چوتھا شخص اپاہج منگوایا گیا جس کو شمعون نے دعا مانگ کر تندرست کر دیا اور کہا اے بادشاہ اب تک تو ہم دونو برابر رہے ہیں لیکن اب ایک بات باقی ہے اگر اس میں وہ کامیاب ہوگئے تو مجھے ان کا دین قبول کرنے سے کوئی عذر نہ ہوگا۔ بادشاہ سلامت میں نے سنا ہے کہ آپ کا اکلوتا فرزند آپ کو داغِ مفارقت دے کر وفات پا گیا ہے اگر ان کا خدا اُس کو زندہ کر دے تو میں ان کے دین

Presented by www.ziaraat.com

کو قبول کر لوں گا۔ بادشاہ نے فوراً کہا کہ اگر ایسا ہو جائے تو مجھے بھی ان کا دین قبول کرنے سے کوئی عذر نہ ہوگا چنانچہ شمعون نے اُن سے کہا کہ اگر بادشاہ کا بیٹا دوبارہ زندہ کردو گے تو ہم تمہارے دین میں شامل ہو جائیں گے اس کے بعد روایت وہی ہے جو گذر چکی ہے بہرکیف جو لوگ آنکھوں سے سب کچھ دیکھنے کے باوجود بھی کفر پر ڈٹے رہے انہوں نے خدا کے فرستادہ رسولوں کو قتل کی دھمکی دے دی اور اُن کی ایذا رسانی کا انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا۔

أَئِن ذُكِّرْتُم بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ⑳ وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى

کیا تم کو نصیحت کی گئی (تو یہ کہتے ہو) بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو اور ایک شخص (حبیب نجار)

الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ㉑

شہر کے آخری کونے سے دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا اے قوم رسولوں کی بات مان لو اور ایسے لوگوں کی

اتَّبِعُوا مَن لَّا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُم مُّهْتَدُونَ ㉒

بات مانو جو تم سے اُجرت نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پر ہیں

جَاءَ رَجُلٌ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ شخص حبیب نجار تھا اور یہ رسولوں کی پہلی آمد میں ہی مسلمان ہو چکا تھا اس کا گھر شہر کے آخری کونہ میں تھا جب اس کو معلوم ہوا کہ میری قوم انکی تکذیب کر چکی ہے اور وہ اُن کے قتل کے درپے ہیں تو دوڑتا ہوا آیا اور اپنی قوم سے خطاب کر کے کہنے لگا تم ان رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور ان کی بات کو تسلیم کر لو۔ اُس کو ان کی نبوت کا علم اس بات سے ہو گیا تھا کہ جب اُنہوں نے دعوتِ توحید پہنچائی تو اُس نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا تم اُس کی مزدوری بھی لو گے؟ تو انہوں نے انکار کیا پس اُس کو یقین ہو گیا کہ یہ رسول ہیں۔ اور بعضوں نے ذکر کیا ہے کہ اپاہج یا مجذوم تھا اور اُن کی دعا سے شفایاب ہو گیا تھا پس فوراً ایمان لایا۔ اور تفسیر صافی میں قمی سے منقول ہے کہ یہ شخص حضرت محمد مصطفےٰ کی نبوت پر ایمان لایا تھا حالانکہ چھ سو سال اس کا زمانہ آپؐ سے پہلے ہے۔ بعض روایات میں ہے خفیہ طور پر ایک غار میں خدا کی عبادت کیا کرتا تھا جب انطاکیہ میں رسولوں کی آمد پر مطلع ہوا تو حاضرِ خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ بروایت مجالس حضرت رسالت مآبؐ سے منقول ہے۔ صدیق کل تین ہیں۔

(۱) مومن آل یٰسین حبیب نجار (۲) حزقیل مومن آل فرعون (۳) علی بن ابی طالب۔ اور یہ ان دونوں سے افضل ہے۔

دوسری روایت میں اُمتوں میں سے سابق فی الاسلام تین ہیں جنہوں نے پلک جھپکنے کے برابر بھی کفر نہیں کیا۔

(۱) علی بن ابی طالب (۲) مومن آل یٰسین (۳) مومن آل فرعون۔ پس یہی صدیق ہیں اور علی ان سے افضل ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جن تینوں نے پلک جھپکنے کے برابر بھی کفر نہیں کیا وہ یہ ہیں۔

(۱) مومن آلِ یٰسین (۲) علی بن ابی طالب (۳) آسیہ زوجہ فرعون۔

Presented by www.ziaraat.com

پارہ ۲۳

Presented by www.ziaraat.com

رکوع ۱ - وَمَالِیَ - اُس روایت کے ماتحت کہ بادشاہ مسلمان نہ ہوا بلکہ کفر پر ڈٹا رہا مقصد یہ ہے کہ جب حبیب نجار نے قوم کو رسولوں کی اطاعت کا حکم دیا تو بادشاہ نے کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ تو اُس نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی عذر اور کوئی معقول دلیل نہیں ہے کہ پیدا کرنے والے کی عبادت کو ترک کردوں اور الیسوں کو خدا مان لوں کہ اگر حقیقی خالق مجھے گرفت میں لے لے تو وہ میری نہ فریاد رسی سکیں اور نہ مدد کر سکیں۔ اور اگر دوسری روایت تسلیم کی جائے جس میں بادشاہ کے مسلمان ہونے کا ذکر ہے تو مقصد یہ ہوگا کہ جو لوگ کفر پر ثابت رہے اُنہوں نے جب اس سے بیان لیا تو اس نے ان کو نصیحت بھی کی اور اپنا نظریہ بھی پیش کیا۔

اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ - یا تو رسولوں کی طرف خطاب کرکے کہا تھا کہ میرے ایمان کی گواہی دینا اور یا کفار سے خطاب کرکے اپنے ایمان کا اعلان کیا اور اُن کو نصیحت کی۔ پس انہوں نے اُس کو پاؤں سے روند ڈالا یا پتھر برسانے شروع کردیے لیکن خدا نے اسے زندہ اُٹھا لیا اور اس کو خطاب ہوا۔

اُدْخُلِ الْجَنَّةَ - یعنی موت سے پہلے ہی جنت میں چلے جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ اُنہوں نے اس کو قتل کر دیا لیکن خدا نے اُس کو زندہ کرکے جنت میں بھیج دیا اور جنت میں پہنچنے کے بعد بھی اُسے قوم کے ایمان نہ لانے کا افسوس رہا۔

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور میرے پاس کیا دلیل ہے کہ نہ عبادت کروں اس کی جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی ہی کی طرف تم سب نے

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ

پلٹنا ہے کیا میں بناؤں اس کے علاوہ ایسے معبود کہ اگر خدا مجھے تکلیف دینے کا ارادہ کرے تو ان کی

لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّیْٓ اِذًا

شفاعت مجھے کچھ بھی فائدہ نہ دے سکے اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں بے شک میں

لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾

ایسی صورت میں کھلی گمراہی میں ہوں گا بے شک میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں پس میری گواہی سن لو

قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۚ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

کہا گیا داخل ہو جا جنت میں تو وہ کہنے لگا کاش میری قوم جانتی ہوتی

وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا - اگر لَمَّا کو تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو اِلَّا کے معنی میں ہوگا۔ اور اِن نافیہ ہوگا اور تقدیر اس طرح ہوگی - مَا كُلٌّ اِلَّا لَدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ اور اگر لَمَا کو بغیر تشدید کے پڑھا جائے جس طرح بعض قاریوں نے پڑھا ہے تو اِنْ مخفف ہوگا ثقیلہ سے اور ضمیر شان اس کا اسم ہوگا۔ اور لَمَا کا لام تاکید کے لئے اور ما زائدہ ہوگا اور جمیع کا لفظ ہر دو صورت میں تاکید کے لئے ہوگا یعنی سب کے سب بروز محشر ہمارے سامنے پیش کئے جانے والے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

رکوع ۲ - اَلْمَیْتَۃَ - یعنی بنجر زمین کو آسمان سے پانی برسا کر آبادی کے قابل بنایا۔
مِنْ ثَمَرِہٖ۔ ضمیر غائب کا مرجع نخیل اور اعناب میں سے ایک ہے یعنی مِنْ ثَمَرِ اَحَدِھِمَا۔
وَمَا عَمِلَتْہُ۔ اس ماکو موصولہ بھی بنایا جا سکتا ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ کھجوروں اور انگوروں کے بے مشقت پھل بھی کھائیں اور وہ چیزیں بھی کھائیں جن میں ان کی محنت و کاوش کو دخل ہے۔ اور اگر نافیہ قرار دیا جائے تو معنی وہی ہے جو تحت اللفظ موجود ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ۔ یعنی خداوند کریم نے جس طرح زمین سے اُگنے والی انگوریوں کے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ اور ہمارے نفسوں سے بھی نر و مادہ کے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ اسی طرح ایسی مخلوق بھی ہے جن کو تم نہیں جانتے اور وہ بھی جوڑا جوڑا ہیں مثلاً زمین کی گہرائیوں میں اور سمندروں کی تہوں میں رہنے والی مخلوق۔
نَسْلَخُ۔ گویا رات کو جسم قرار دے کر آیت مجیدہ میں دن کو اس کا لباس قرار دیا گیا ہے کہ جب ہم رات سے دن کا لباس اتار لیتے ہیں تو وہ تاریک ہوجاتی ہے

بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ وَمَا اَنْزَلْنَا
کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے عزت پانیوالوں میں جگہ دی ہے اور ہم نے نہیں نازل

عَلٰی قَوْمِہٖ مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا کُنَّا
کیا اس کی قوم پر اس کے بعد کوئی آسمانی لشکر اور نہ ہمیں

مُنْزِلِیْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ
اتارنے کی ضرورت تھی صرف ایک ہی دھماکہ تھا کہ وہ موت کی نیند سو گئے

خٰمِدُوْنَ ﴿۳۰﴾ یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ
ہائے حسرت بندوں پر کہ ان کے پاس جب بھی کوئی رسول

رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ ﴿۳۱﴾ اَلَمْ یَرَوْا کَمْ
آیا تو وہ اس کے ساتھ مسخری کرتے رہے کیا دیکھتے نہیں ہم نے ان

اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّھُمْ اِلَیْھِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۳۲﴾
سے پہلے کتنی اُمتیں ہلاک کیں کہ وہ اُن کی طرف نہیں پلٹ سکتے

وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَۃُ
اور تحقیق وہ سبھی سب ہمارے سامنے حاضر کئے جانیوالے ہوں گے اور اُن کے لئے نشانی ہے مردہ زمین جس کو

اور اس کو اللہ نے اپنی توحید و قدرت و حکمت کی نشانی قرار دیا ہے۔
لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا۔ مستقر کا معنی اس کا معین راستہ ہے جس پر وہ جاری ہے یا اس کا معنی مقررہ مدت ہے جس کا علم

Presented by www.ziaraat.com

اللہ سبحانہ کو ہے۔

والقمر قدرناہ۔ چاند کی منازل کے متعلق مفصل بیان تفسیر کی جلد ۷ ص۱۴۸ پر ملاحظہ ہو۔

أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ﴿۳۴﴾ وَجَعَلْنَا

ہم نے زندہ کیا اور اس سے غلہ پیدا کیا جس سے وہ کھاتے ہیں اور پیدا کئے ہم نے

فِيهَا جَنَّاتٍ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ

اس میں باغات کھجوروں اور انگوروں کے اور جاری کئے اس میں ہم نے

الْعُيُونِ ﴿۳۵﴾ لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ

چشمے تاکہ اس کے پھل کھائیں حالانکہ ان کے ہاتھوں نے کچھ بھی نہیں بنایا

أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿۳۶﴾ سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا

کیا وہ شکر نہیں کرتے؟ پاک ہے وہ ذات جس نے سب جوڑے پیدا کئے

مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۷﴾

ان چیزوں میں سے جن کو زمین اگاتی ہے اور ان کے اپنے نفسوں میں سے اور ایسی چیزوں سے جن کو وہ نہیں جانتے

وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ ﴿۳۸﴾

اور ان کے لئے نشانی ہے رات کہ اتار لیتے ہیں اس سے دن کا لباس، تو وہ تاریکی میں رہ جاتے ہیں

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿۳۹﴾

اور سورج جو اپنے مخصوص راستے پر چلتا ہے تقدیر ہے غالب جاننے والے کی

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ﴿۴۰﴾

اور چاند کی منزلیں ہم نے مقرر کر دیں یہاں تک کہ ہو گیا کھجور کے پرانے خوشے کی طرح

کالعرجون القدیم کھجور کے خوشے کی ڈنڈی جب خشک ہو کر پرانی ہو جائے تو بالکل پہلی رات کے چاند کی طرح کمان کی شکل اختیار کر لینے سے اُسے عرجون کہا جاتا ہے۔ اور چاند اپنی منازل کو طے کر کے جب اپنا دورہ مکمل کرتا ہے تو عرجونِ قدیم یعنی کھجور کے خوشے کی خشک ڈنڈی کی طرح کمان کی شکل اختیار کر کے جانبِ مغرب سے طلوع کرتا ہے۔

لا الشمس ۴۱ سورج اپنا پورا دورہ سال میں ختم کرتا ہے کیونکہ ہر ایک برج کو وہ ایک ماہ میں طے کرتا ہے۔ بخلاف اس کے چاند ہر برج کو تقریباً اڑھائی دنوں میں طے کر کے ایک مہینہ میں اپنا دورہ مکمل کر لیتا ہے۔ اس لئے ناممکن ہے کہ سورج اپنی رفتار کو تیز کر کے قمر کی طرح جلدی سے منازل کو طے کر سکے۔ ورنہ

Presented by www.ziaraat.com

نظام شمسی ختم ہو جائے گا۔

وَلَا اللَّیْلُ۔ اور رات کے لئے دن سے سبقت کرنا بھی نا ممکن ہے کیونکہ آیت نمبر ۳۸ میں دن کی روشنی کو رات کے جسم کا لباس قرار دیا گیا ہے تو جب تک رات سے دن کا لباس الگ نہ ہو تو وہ ہو نہیں سکتی۔

وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ۔ اس جگہ فلک سے مراد اجرام سماویہ کے وہ مدار ہیں جن پر وہ چکر لگاتے ہیں۔ پس سورج کا مدار الگ اور چاند کا مدار الگ ہے۔ اسی طرح ہر ستارے و سیارے کے مدارات جُدا جُدا ہیں۔ اور ہر جرم اپنے اپنے مدار میں ہی گردش کرتا ہے۔

ذُرِّيَّتَهُمْ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ ذریت کا معنی آباء و اجداد بھی ہو سکتا ہے اور اولاد بھی ہو سکتا ہے اس مقام پر اگر پہلا معنی مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے ان کے آباء و اجداد کو جن کی نسل سے یہ لوگ ہیں ایسی کشتی میں سوار کیا جو آدمیوں اور جانوروں سے پُر تھی۔ اور کشتی سے مراد کشتی نوح ہو گی۔ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے مقصد یہ ہے کہ ہم نے بحری سفروں کو طے کرنے کے لئے اُن کی اولادوں کے لئے کشتیوں کا سفر آسان کر دیا۔

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ

نہ سورج کے لئے جائز ہے کہ چاند کو پالے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی

النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۴۰ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا

ہے اور ہر ایک اپنے اپنے فلک میں سیر کرتے ہیں اور ان کے لئے نشانی ہے کہ ہم نے

حَمَلْنَا ذُرِّيَّــتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝۴۱ وَخَلَقْنَا

ان کی اولاد کو کشتیوں میں اٹھایا جو آدمیوں سے پر ہوتی ہیں اور ہم نے ان

لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝۴۲ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ

کے لئے اس کی طرح اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں اور اگر ہم چاہتے تو انکو غرق کر دیتے

ذُرِّیّت ذرء سے ہے جس کا معنی ہے پیدا کرنا پس آباء و اجداد کو اس لئے ذریت کہنا درست ہے کہ ان سے نسل پیدا ہوتی ہے اور اولاد کو اس لئے ذریت کہنا درست ہے کہ وہ اپنے آباء و اجداد سے پیدا ہوتے ہیں۔

فُلْكِ۔ واحد ہو تو بروزن قُفْل اور جمع ہو تو بروزن اُسُد ہوتا ہے۔ اور جس لفظ کا مادہ فاء لام اور کاف ہو اس میں چکر لگانے کا معنی پایا جاتا ہے۔ کشتی چونکہ پانی میں چکر لگاتی ہے اس کو فلک کہتے ہیں۔ فلک اور فلکۃ المغزل میں یہی مناسبت موجود ہے۔

مَا يَرْكَبُوْنَ۔ اگر سابق میں فلک سے مراد صرف کشتی نوح ہو تو معنی یہ ہو گا کہ اُسی کشتی کی طرح اور کشتیاں بھی ہم نے پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر اس سے مراد عام کشتیاں ہوں تو مقصد یہ ہے کشتیوں کی طرح عام اسفار کے لئے ہم نے

Presented by www.ziaraat.com

اس جیسی اور سواریاں پیدا کر دیں جن پر وہ سوار ہو کر دور دراز کے سفروں کو طے کرتے ہیں مثلاً اونٹ گھوڑے وغیرہ۔

اِتَّقُوْا۔ آخرت سے ڈرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے عذاب سے بچو اور دنیا سے ڈرنے کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں فریب خوردہ ہو کر آخرت کو فراموش نہ کر بیٹھو تاکہ تم قابلِ رحم ہو جاؤ۔

فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا

پس نہ ان کی فریاد ہوتی اور نہ وہ بچائے جاتے مگر یہ کہ ہم ان پر رحم کریں اور

وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ

ان کو نفع دیں ایک وقت تک اور جب ان کو کہا جائے کہ ڈرو اس سے جو سامنے

اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ

ہے (قیامت) اور جو پیچھے ہے (دنیا) تاکہ تم رحم کیے جاؤ اور نہیں آتی ان کے

مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۷﴾

پاس نشانی اللہ کی نشانیوں میں سے مگر یہ کہ وہ ان سے روگردانی کرتے ہیں

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور جب ان کو کہا جائے خرچ کرو اس سے جو تمہیں خدا نے رزق دیا تو کہتے ہیں جو کافر ہیں

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗ اِنْ اَنْتُمْ

ان کو جو ایمان لائے کیا ہم کھانا دیں ان کو جن کو چاہے تو اللہ کھانا دے سکتا ہے تم نہیں ہو

اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ

مگر واضح گمراہی میں اور کہتے ہیں تمہارا وہ وعدہ کہاں گیا

اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ۔ باختلاف مفسرین یہ خطاب جواب یہودیوں سے یا مشرکین مکہ سے یا ملحد و بیدین لوگوں سے ہے کہ جب ان کو راہِ خدا میں غربا و مساکین پر خرچ کرنے کو کہا جائے تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم ایسے لوگوں کو کس طرح کھلائیں جن کو اگر اللہ خود چاہتا تو رزق دے کر کھلا سکتا تھا پس اللہ کا ان کو رزق نہ دینا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ ان کے کھلانے پر راضی نہیں ہے

وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ۔ یہ باب افتعال سے ہے۔ اصل میں يَخْتَصِمُوْنَ تھا اور صرفیوں کا قاعدہ کہ جب باب افتعال کے عین کلمہ میں صاد آجائے تو تاء افتعال کو عین کی جنس سے بدل کر ادغام کر دیتے ہیں اور تاء افتعال سے ماقبل حرف پر فتحہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور عین کی حرکت کے موافق اس پر کسرہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ کفار یہ چاہتے ہیں کہ اچانک ان پر قیامت قائم ہو جائے کہ وہ باہمی معاملات میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

صَیْحَۃً اس جگہ صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً سے مراد پہلا نفخ صور ہے جب اسرافیل پہلی دفعہ نفخ صور کریگا تو لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے۔ کوئی بازار میں کوئی کھیتی میں اور کوئی گھر میں ہوگا۔ نیز کوئی بازار سے کپڑا خرید رہا ہوگا تو اُسے اس کے لپیٹنے کا موقعہ نہ ملے گا اور کوئی روٹی کا لقمہ توڑ رہا ہوگا تو منہ تک لے جانے کی فرصت نہ ملے گی کہ موت آجائے گی جو گھر سے باہر ہوں گے وہ وہیں رہ جائیں گے اور جو گھروں میں ہوں گے ان کو بھی ایک دوسرے کو کچھ وصیت کرنے کا موقعہ نہ ملے گا۔

رکوع ۳

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ۔ اس سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے کہ جب اسرافیل دوسری بار صور پھونکے گا تو لوگ فوراً قبروں سے نکل کر دربارِ عدالتِ خداوندی میں پیش ہوں گے۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً

اگر تم سچے ہو؟ وہ نہیں انتظار کرتے مگر ایک آواز دھماکے کا جو ان کو

تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَا

پکڑ لے درحالیکہ وہ آپس میں جھگڑا کر رہے ہوں پس نہ طاقت پائیں وصیت کرنے کی اور نہ اپنے

اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ

گھر والوں کی طرف پلٹ سکیں اور پھونکا جائے گا صور میں تو فوراً قبروں سے نکل کر

مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْ

اپنے رب کی طرف دوڑ کر جائیں گے کہیں گے ہائے افسوس! کس نے

یٰوَیْلَنَا۔ یعنی ایکدوسرے سے کہیں گے کہ ہمیں نیند سے کس نے جگا دیا ہے یعنی یوں معلوم ہوگا۔ جس طرح گہری نیند سے جگائے گئے ہوں گویا اس وقت گذشتہ مدت خواب غفلت معلوم ہوگی تو انہیں فوراً جواب ملے گا کہ یہ وہی دن ہے جس کا اللہ نے وعدہ فرمایا تھا اور اس کے رسولوں نے اس کا صحیح اعلان کیا تھا۔ تفسیر صافی میں حضرت ابوذر کا قول منقول ہے کہ مرنے سے لے کر قبر سے اُٹھنے کا وقفہ یوں معلوم ہوگا جس طرح نیند کے بعد کسی کو جگایا جائے۔

اور بروایت قمی حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب نفخۂ اولیٰ کے بعد سب زمین پر لبنے والے موت کی آغوش میں پہنچ جائیں گے تو تمام مخلوق کی سابق زندگی و موت کی مدت کے برابر بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ عرصے تک خاموشی طاری رہے گی پھر پہلے آسمان والوں پر موت آئے گی پھر سابق کی تمام مدت کے برابر بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ عرصہ تک وقفہ ہوگا۔ پھر تیسرے آسمان والوں پر موت آئے گی اور سابق کی تمام مدت اور اس سے کئی گنا زیادہ وقفہ کے بعد چوتھے آسمان والوں پر موت آئے گی۔ اسی نسبت سے سابق تمام مدت اور مزید وقفہ کے بعد علی الترتیب پانچویں چھٹے ساتویں آسمان والوں پر موت آئے گی۔ اور پھر سابقہ تمام مدت اور اس سے کئی گنا زیادہ وقفہ کے بعد میکائیل پر موت آئے گی پھر سابقہ مدت اور مزید وقفہ کے بعد

Presented by www.ziaraat.com

اسرافیل کو موت دی جائے گی، آخر میں سب گذشتہ مدت اور مزید وقفہ کے بعد ملک الموت کو موت دی جائے گی تو اللہ کی جانب سے ندا آئے گی۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ۔ بتاؤ آج کس کی بادشاہی ہے؟ تو خود زبانِ قدرت ہی جواب دے گی لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ حکومت اس اللہ کی ہے جو اپنی حکومت میں واحد اور سب پر غالب ہے۔ آج وہ جبار کہاں ہیں جو میرے ساتھ شریک مانتے تھے؟ آج متکبر لوگ اور ان کا تکبر کہاں ہے؟ اس کے بعد دوبارہ مخلوق کو محشور کیا جائے گا۔

فِي شُغُلٍ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جنتیوں کے سات اعضا سات قسم کی الگ الگ لذات میں مشغول ہوں گے (۱) قدموں کو اُدخلوها بسلام آمنین کی لذت (۲) ہاتھوں کو حور و غلمان کے ہاتھوں سے جنتی ماکول و مشروب کے لین دین کی لذت (۳) حوران جنت سے ہمبستری کی لذت (۴) پیٹ کو کھانے پینے کی لذت (۵) زبان کو شکر پروردگار کی ادائیگی کی لذت (۶) کانوں کو عفو وگناہ سے محفوظ ہونے اور لہجہ ہائے جنت سے محظوظ ہونے کی لذت (۷) اور آنکھوں کو مناظر جنت کی سیر کی لذت نصیب ہوگی۔

بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ

اٹھایا ہم کو اپنی خوابگاہ سے یہ وہ ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا اور سچ کہا رسولوں نے نہیں

الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا

ہوگا مگر ایک آواز (دھماکا) پس فوراً وہ سب کے سب ہمارے پاس حاضر ہوں گے

هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا

پس اس دن نہ ظلم

تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ

کیا جائے گا کسی پر کچھ اور تم کو نہ بدلہ دیا جائے گا مگر وہ جو تم کرتے تھے تحقیق

اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ

جنتی لوگ اس دن اپنے شغل میں خوش ہوں گے وہ اور ان کی بیویاں سایے

فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا

کے نیچے اپنے تختوں پر تکیہ لگانے والے ہوں گے ان کے لئے اس میں میوہ جات ہونگے اور ان کے لئے

اور میرے خیال میں شیعیان آلِ محمدؐ کو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے دیدار کی لذت سب لذتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ اور پھر دشمنان آلِ محمدؐ کی جہنم میں جلنے کی خوشی سابق لذتوں پر سونے پر سہاگہ کا کام دے گی۔ پس اللہ سے دُعا ہے کہ مجھے اور میرے والدین کو اور میرے اساتذہ کو اور جملہ مومنین کو جنت میں آلِ محمدؐ کا قرب عطا فرمائے۔

(۵)

Presented by www.ziaraat.com

سَلَامٌ - یعنی ویسے تو اہل جنت جو کچھ چاہیں گے ان کو ملے گا لیکن وہ پسند کریں گے اس سلام کو جو کہا جائے گا مہربان پروردگار کی جانب سے - یعنی وہ اللہ کی جانب سے سلام کی خواہش کریں گے - پس فرشتے ان کے پاس پروردگار کی جانب سے سلام لے کر پہنچیں گے۔

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ - اس کے دو معانی کئے جا سکتے ہیں - ایک یہ کہ مجرموں کو مومنوں سے الگ کر دیا جائے گا - اور دوسرے یہ کہ ہر ایک مجرم کا جہنم میں قید خانہ الگ الگ ہوگا - پس جب ایک مجرم اپنے دوزخ کے مکان میں داخل ہوگا تو اس کا دروازہ بند کیا جائے گا تاکہ اس کا دوسروں سے تعلق کٹ جائے۔

يَدَّعُونَ ﴿٥٨﴾ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ﴿٥٩﴾

وہ ہوگا جو کچھ چاہیں گے ان (کو) سلام کہا جائیگا مہربان پروردگار کی طرف سے

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٦٠﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي

الگ ہو جاؤ آج اے مجرم لوگو کیا ہم نے تم سے عہد نہیں لیا تھا اے

آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦١﴾ وَأَنِ

اولاد آدم کہ نہ عبادت کرنا شیطان کی تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری

اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنكُمْ جِبِلًّا

ہی عبادت کرو کہ یہ سیدھا راستہ ہے اور البتہ تحقیق اس نے گمراہ کی تم میں سے

كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴿٦٢﴾ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي

بہت سی مخلوق کیا پس تم عقل نہیں رکھتے یہ وہی دوزخ ہے جس کا تمہارے

كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٦٣﴾ اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٦٤﴾

ساتھ وعدہ کیا گیا تھا آج اس میں جلتے رہو بوجہ اسکے جو تم کفر کرتے تھے

جِبِلًّا كَثِيرًا - جبل سے ہے - جس کا معنی ہے طبیعت اور جبلّت اسی سے ہے یہاں مراد مخلوق ہے۔

اِصْلَوْهَا - یہ صلاۃ سے ہے جس کا معنی ہے لازم پکڑنا - اور اسی طرح گھوڑ دوڑ میں دوسرے نمبر پر آنے والے کو مصلّی کہا جاتا ہے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ [۲۸] تفسیر برہان وصافی میں قمی سے منقول ہے - بروز محشر جب تمام مخلوق حاضر بارگاہِ خداوندی ہوگی اور ہر انسان کو اپنا اعمالنامہ دیا جائے گا پس جب گنہگار لوگ اُسے دیکھیں گے تو اپنے اعمال ناشائستہ کا انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے یہ کام نہیں کئے تھے پس ان کے خلاف فرشتوں کی گواہی طلب کی جائے گی تو وہ کہیں گے اے پروردگار فرشتے بھی تیرے ہیں اس لئے

Presented by www.ziaraat.com

وہ بھی تیرے فرمان کے مطابق گواہی دے رہے ہیں حالانکہ ہم مجرم نہیں ہیں۔ اور قسمیں کھائیں گے جب یہ نوبت آئے گی تو ان کی زبانوں پر مہر لگا دی جائے گی۔ اور ان کے اعضاء سے بیان طلب کیا جائے گا پس ہاتھ پیر اور جملہ اعضا اپنے کئے ہوئے اعمال کی خود شہادت دیں گے۔ اور اُن کی شہادت کی صورت یہ ہوگی کہ یا تو خود ان سے آواز نکلے گی کہ اے پروردگار واقعی مجھ سے یہ کام سرزد ہوا تھا اور یا یہ کہ اعضا پر ایسی حالت طاری ہوگی کہ ان کی ہیئت کذائیہ اپنے کرتوتوں کی گواہ ہوگی جس طرح ڈرے ہوئے آدمی کا چہرہ بتاتا ہے کہ وہ ڈرا ہوا ہے جاگے ہوئے آدمی کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ یہ جاگتا رہا ہے۔ اسی طرح سفر سے آنے والے آدمی کے گرد آلود پاؤں بتلاتے ہیں کہ وہ سفر کرکے آیا ہے وغیرہ۔ اور بروایت کافی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اعضاء کی گواہی صرف ان لوگوں کے متعلق لی جائے گی جن پر جہنم حتمی ہوگا اور مومن کو دائیں ہاتھ میں اعمالنامہ دے کر جنت کی طرف بھیج دیا جائے گا۔

وَلَوْ نَشَاءُ ہم نے ان لوگوں کو مجبور نہیں کیا تھا بلکہ آنکھیں اور جملہ اعضاء دے کر با اختیار بنایا تھا پس انہوں نے اپنے اختیار سے غلطیاں کی ہیں۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ

آج ان کی زبانوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ بات کریں گے اور

اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا

ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ وہ کماتے تھے اور اگر ہم چاہتے تو نور بصارت

عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾

ختم کر دیتے ان کی آنکھوں سے پس ڈھونڈتے راستہ تو کیسے دیکھ سکتے؟

وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا

اور اگر ہم چاہتے تو ان کو مسخ کر دیتے اپنی جگہوں پر پس نہ کہیں جا سکتے

منکرین توحید کی تردید

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ ۲۹ صفحہ زندیق اور خدا کے وجود کا انکار کرنے والے لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہر شئے خود بخود پیدا ہوئی ہے اور خالق کوئی نہیں وہ کہتے ہیں جب عورت و مرد کی مجامعت کے بعد نطفہ عورت کے رحم میں منتقل ہو جاتا ہے تو مختلف غذائیں اس کو شکل دیتی ہیں اور گردش فلک اور شب و روز کا اختلاف اُسے بڑھاتا رہتا ہے۔ پس وہ تیار ہو کر شکم مادر سے باہر آتا ہے یہ سب طبیعت غذا اور زمانے کی رفتار کا نتیجہ ہے۔ لہذا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے۔ خداوند کریم نے نہایت مختصر لفظوں میں اس کی تردید فرمائی ہے کہ اگر رفتارِ زمانہ غذا اور طبیعت ہی اس کو آگے بڑھاتی ہے تو انسان کو ہمیشہ بڑھتے رہنا چاہیئے لیکن اس کا ایک مدت مقررہ تک بڑھنا پھر زیادتی کا رک جانا اور گھاٹے کی طرف پلٹنا حتیٰ کہ بچپنے کی سی

Presented by www.ziaraat.com

کمزوری کا واپس آجانا اس امر کی دلیل ہے کہ اس میں کسی بلند و بالا ذات کی صنعت و حکمت کا دخل ہے۔ اور آخر میں صاحبانِ عقل و دانش کو دعوتِ فکر دی ہے کہ سوچیں اور حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ۔ قرآن مجید کے متعلق قریشِ مکہ نے اعتراض کیا تھا کہ یہ شاعر ہے اور شاعرانہ تخیل پیش کرتا ہے تو خداوند کریم نے اس کی سختی سے تردید فرمائی ہے کہ نہ ہم نے اس کو شعر کہنا سکھایا اور نہ شعر کہنا اس کی شان ہے بلکہ یہ قرآن ذکر ہے۔

رکوع نمبر ۴

وَلَا يَرْجِعُونَ ﴿۶۸﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ

اور نہ آ سکتے — اور جس کو ہم زندگی دیتے ہیں اسے پلٹا دیتے ہیں جسم میں (پہلی حالت

أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿۶۹﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ

کی طرف) کیا وہ سمجھتے نہیں؟ — اور ہم نے اس کو نہیں سکھایا شعر کہنا اور نہ اس کے شایانِ شان ہے

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِينٌ ﴿۷۰﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ

یہ تو صرف ذکر اور قرآن مبین ہے — تاکہ ڈرائے ان کو جو زندہ

كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِينَ ﴿۷۱﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا

ہیں (مومن لوگ) اور کلمۂ عذاب ثابت ہو جائے کافروں پر — کیا وہ دیکھتے نہیں

أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا

ہم نے ان کے لئے پیدا کئے وہ جو ہم نے اپنی قدرت سے بنائے چوپائے پس وہ ان کے

مٰلِكُونَ ﴿۷۲﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ﴿۷۳﴾

مالک ہیں — اور ان کو ہم نے ان کے تابع کیا پس ان میں بعض پر سواری کرتے ہیں اور بعض کو کھاتے ہیں

مَنْ كَانَ حَيًّا۔ قرآن کی نصیحت حاصل کرنیوالوں کو زندہ کہا گیا ہے کیونکہ ان کی ضمیر زندہ ہے۔ اور کفار کو مردہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان میں حق کے قبول کرنے کی صلاحیت بوجہ ضد کے مردہ ہو چکی ہے۔

مَنَافِعُ جمع منفعت حیوانات کی اون بال اور کھالیں اور چمڑے سب انسانوں کے لئے فائدہ مند چیزیں ہیں۔

وَمَشَارِبُ جمع مشرب۔ یعنی مادہ حیوانات کا دودھ جو اپنے بچوں کو چھوڑ کر انسانوں کی خوراک و مشروب کے طور پر ان کے پیش کرتے ہیں

اور خدا نے ان کو اس طرح مطیع و فرمانبردار کیا ہے کہ وہ کسی وقت بھی انسان کی حکومت کے سامنے بغاوت نہیں کر سکتے اور یہ مقامِ شکر ہے اس لئے فرمایا کہ کیا وہ اس کا شکر نہیں کرتے؟

لَهُمْ جُنْدٌ۔ یعنی ہر ایک اپنے ہم خیال لوگوں اور اپنے باطل معبودوں کے ہمراہ جہنم میں داخل ہوگا یعنی وہ معبود ان کی امداد

Presented by www.ziaraat.com

وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾

اور ان کے لئے ان میں دیگر فوائد اور پینے کا انتظام بھی ہے کیا وہ شکر نہیں کرتے ؟

وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ﴿٧٤﴾

اور انہوں نے بنا لئے اللہ کے علاوہ کئی خدا تاکہ وہ ان کی مدد کریں

لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُندٌ مُّحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾

حالانکہ وہ ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے اور وہ ان کے ساتھی ہوں گے (جو انکے ہمراہ) جہنم میں حاضر کئے جائینگے

فَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾

پس تمہیں ان کی بات غمناک نہ کرے تحقیق ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ

کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا اب وہ (ہمارے مقابلہ میں) کھلم کھلا

مُّبِينٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَن

مناظر بنا ہوا ہے اور ہمارے سامنے مثالیں بیان کرتا ہے اور اسے اپنی پیدائش بھول گئی

يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا

کہتا ہے ان ہڈیوں کو کون زندہ کریگا جو وہ بوسیدہ ہوں گی کہہ دو وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ اسے

أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُم

ایجاد کیا تھا اور وہ ہر شئے کو جاننے والا ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے سبز

مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾

درخت سے آگ کہ تم اس سے اور آگ روشن کرتے ہو

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن

کیا وہ ذات جس نے آسمان اور زمین بنائے وہ قادر نہیں کہ ان جیسے اور بھی پیدا

تو بجائے خود اُن کے ہمراہ سب کے سب جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

مِن نُّطْفَةٍ۔ یعنی انسان کو نطفہ اور علقہ و مضغہ کی منزلوں سے گذار کر گوشت پوست ہڈیاں اور پورا ڈھانچہ تیار کرکے ہم نے اس میں روح پھونکا پھر میرا رزق کھا کر جوان ہوا اور اب وہ میرے ساتھ ہی مناظرہ کرتا ہے کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا ؟ اللہ فرماتا ہے کیا تجھے اپنی پیدائش بھول گئی۔ پس جس طرح میں نے تجھے عدم کے بعد وجود دیا اسی طرح بوسیدہ ہڈیوں کو اور خاکستر کے ذروں کو جمع کرکے دوبارہ زندگی دینے پر بھی قادر ہے۔ بلکہ ایجاد سے دوبارہ پیدا کرنا آسان ہوتا ہے پس جو ایجاد کر سکتا ہے وہ دوبارہ آسانی سے پیدا کر سکتا ہے مزید وضاحت

Presented by www.ziaraat.com

يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ

کرے ہاں (یقیناً وہ قادر ہے) اور وہ پیدا کرنے والا جاننے والا ہے ۔ بے شک اس کا امر

اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾

جب کسی شے کے متعلق ارادہ کرے اُسے کہے ہوجا تو وہ ہو جاتی ہے

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

پس پاک و منزہ ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر شی کی ملکیت ہے اور اسی کی طرف تمہاری بازگشت ہے

جلد ۱۱ صفحہ ۹۳ پر ملاحظہ ہو پھر دوسری مثال وضاحت کے لئے دی کہ جو ذات سرسبز درخت سے آگ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ بوسیدہ ہڈیوں میں روح ڈالنے پر کیسے قادر نہیں؟ پھر مزید وضاحت کے لئے فرمایا جو ذات آسمانوں اور زمین کے لمبے چوڑے اجسام کو پُر از حکمت طریقہ سے ایجاد کر سکتا ہے وہ دوبارہ کیونکر نہیں بنا سکتا بلکہ وہ تو ان جیسے اور بھی کتم عدم سے پیدا کر سکتا ہے کیونکہ وہ آلات کا محتاج نہیں بلکہ جس شے کے متعلق ارادہ کرے تو وہ ہو جاتی ہے ۔ والحمد للہ رب العالمین ۔

سُوْرَةُ صٰفّٰت

یہ سورہ مکیہ ہے اور اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر ۱۸۳ ہے ۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت رسالت مآبؐ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ والصّٰٓفّٰت کو پڑھے تمام جنوں اور شیطانوں کی تعداد سے دس گنا نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی اور شیاطین اس سے دُور ہٹ جائیں گے اور وہ شرک سے محفوظ ہو گا نیز اس کے دونو محافظ فرشتے قیامت کے روز گواہی دیں گے کہ یہ شخص رسولوں پر ایمان رکھنے والوں میں سے ہے ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص ہر جمعہ کو یہ سورہ مبارکہ پڑھے تو ہر آفت سے محفوظ رہے گا اور زندگانی دنیا کی ہر مصیبت اُس سے دُور ہو جائے گی ۔ اور دنیا میں اس کو نہایت وسیع رزق اللہ عطا فرمائے گا ۔ نیز مال جان اور اولاد کے معاملہ میں خدا اُس کو شر شیطان سے محفوظ رکھے گا اور ہر ظالم سرکش کے ظلم سے بھی خدا اُس کو بچائے گا اگر اس دن یا رات میں مر جائے تو شہید مرے گا اور خدا اس کو بروز محشر شہدا کے زمرے میں محشور کریگا اور وہ شہدا کے ہمراہ داخل جنت ہو گا ۔

Presented by www.ziaraat.com

تفسیر برہان میں ہے کہ جس شخص پر حالتِ نزع سخت ہو تو اس کے سرہانے بیٹھ کر سورہ صافات پڑھی جائے پس اس کی روح آسانی سے نکلتی ہے چنانچہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے اپنے فرزند قاسم کو اسی طرح کرنے کا حکم دیا۔
اور خواص القرآن سے منقول ہے کہ اگر اس سورہ کو لکھ کر تنگ منہ والی شیشی میں بند کر کے اُس کو صندوق میں لٹکایا جائے تو اس کے گھر میں جنّوں کے غولوں کے غول آئیں گے لیکن کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

رکوع نمبر ۵

وَالصَّافَّاتِ یہ صَافَّۃٌ کی جمع ہے یعنی آسمان و زمین کے درمیان صف بستہ اللہ کی عبادت کرنے والے فرشتے۔ اور الزَّاجِرَاتِ یہ زَاجِرَۃٌ کی جمع ہے اور زجر کا معنی ہے روکنا یعنی خدا کی نافرمانی سے روکنے والے فرشتے اور التَّالِیَاتِ یہ تَالِیَۃٌ کی جمع ہے جس کا معنی ہے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرنے والے فرشتے اور چونکہ جماعتوں کی تاویل میں ہیں اس لئے مؤنث کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔ اور قسم دو طریقوں سے کھائی جاتی ہے یا تو وہ ذاتِ عظیم ہو جس کی قسم کھائی جائے اور یا وہ بے حد پیاری ہو جس طرح اپنے سر کی یا اولاد کی قسم کھائی جاتی ہے۔ خداوند کریم سے کوئی بلند تو ہے نہیں۔ لہذا اس کی قسمیں یا تو اس بنا پر ہیں کہ جہاں بھی کسی چیز کی قسم وارد ہوئی ہے وہاں مضاف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ② فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ③ فَالتّٰلِيٰتِ

اُن (فرشتوں) کی قسم جو (عبادتِ خدا میں) صف بستہ ہیں انکی قسم) جو (ڈانٹ کر) (جو ذکر کی تلاوت) روکتے ہیں (ان کی قسم) جو ذکر کی تلاوت

ذِكْرًا ④ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ⑤ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

کرتے ہیں تحقیق تمہارا معبود صرف ایک ہے جو آسمانوں

کو محذوف مانا گیا ہے یعنی ربّ الصّافات۔ ربّ التّین اور ربّ الفجر وغیرہ پس اللہ نے اپنی ہی ذات کی قسم کھائی ہے اور یا یہ کہ اس کی مصنوعات اس اعتبار سے شانِ عظمت کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں۔ کہ ہر مصنوع اپنے صانع حقیقی کے وجود اور اس کی توحید کی ناقابلِ تردید نشانی ہے لہذا قابلِ قسم ہے اور یا یہ کہ دلیلِ وحدت ہونے اور عظیم شئے کار توحید ہونے کے لحاظ سے وہ عزیز ترین ہیں اس لئے محلِ قسم ہیں۔ اور اس جگہ قسم کے بعد مقصودِ بیان (جس کو جواب قسم کہا جاتا ہے) توحید پروردگار ہے چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۔ یعنی عبادتِ خدا میں صف بستہ خدا کی نافرمانیوں سے روکنے والے اور کتاب خدا کی تلاوت کرنے والے فرشتوں (یا بقول بعض مفسّرین) انسانوں کی قسم تمہارا پروردگار صرف ایک ہے

Presented by www.ziaraat.com

اور وہی ایک آسمانوں زمین اور ان کے مابین کی جمیع مخلوقات کا پروردگار ہے اور وہی مشرق و مغرب کا رب ہے۔

رَبُّ الْمَشَارِقِ ۔ مشرق کی جمع مشارق ہے ۔ درحقیقت جس نقطہ افق سے سورج طلوع کرتا ہے اُسے مشرق کہا جاتا ہے اور چونکہ آسمان پر سورج کی گردش کا مدار ایک نہیں ہے بلکہ ہر روز اس کا مدار الگ ہوتا ہے لہذا سال بھر میں ہر دن اس کے طلوع کا نقطہ بھی الگ الگ ہوتا ہے پس کم از کم سال میں تین سو پینسٹھ مشارق اور اسی طرح تین سو پینسٹھ مغارب بنتے ہیں جن میں سے نصف خطِ استوار کے شمال میں ہیں اور وہ سورج کے برج حمل میں داخلے سے لے کر برج میزان تک پہنچنے کا ششماہی موسم گرما کا زمانہ ہے اور نصف خطِ استوا کے جنوب میں ہیں اور وہ سورج کے برج میزان میں داخلے سے لے کر برج حمل تک پہنچنے کا موسم سرما کا زمانہ ہے ۔ اسی بنا پر مشرقین اور مغربین کو صیغہ تثنیہ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے کہ چھ ماہ جب سورج برج حمل کے بعد شمالی مدارات سے طلوع کرتا ہے وہ اس کی شمالی مشرق ہوتی ہے اور پھر چھ مہینے جب سورج برج میزان کے بعد جنوبی مدارات سے طلوع کرتا ہے تو اُس کی جنوبی مشرق ہوتی ہے اور اُن کے مقابلے میں مغرب بھی ایک شمالی اور دوسری جنوبی ہوگی پس سال بھر میں دو مشرقیں اور دو مغربیں ہوں گی ۔ اور بعض اوقات مشرق کی تین سو پینسٹھ مدارات کو ایک ہی مشرق کا نام دیا جاتا ہے ۔ اور مغرب کی جانب کی تمام مدارات کو ایک مغرب کہا جاتا ہے ۔

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿٦﴾ اِنَّا زَيَّنَّا

اور زمین اور اُن کے درمیان کی ہر چیز کا پروردگار ہے اور مشارق کا پروردگار ہے تحقیق ہم نے آسمان

السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ٍالْكَوَاكِبِ ﴿٧﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ

دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا اور اس کو ہر سرکش شیطان سے

شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿٨﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ

محفوظ رکھا کہ نہیں باتیں سن سکتے ملاء اعلیٰ کی اور

يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿٩﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ

ان پر شہاب ثاقب برسائے جاتے ہیں ہر طرف سے بھگانے کے لئے اور ان کے لئے نہ ٹلنے والا

اِنَّا زَيَّنَّا ۔ علم ہیئت والوں کے نزدیک سب ستاروں کا مقام فلک الافلاک ہے لیکن آسمان دنیا سے اختصاص اس لئے کر دیا گیا ہے کہ وہ ہمارے قریب تر ہے اور زینت سماوی سے مُراد یہ ہے کہ جب انسان تاریک رات میں آسمان کی طرف نظر اٹھاتا ہے تو آسمان کی چھت میں ستاروں کی گلکاری اس کے لئے راحت و سرور کا سماں پیدا کرتی ہے ۔ جس کی بدولت اُس کی وحشت اُنس سے بدل جاتی ہے اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے یہ بارونق چھت میرے ہی سکون قلب اور اطمینان نفس کے لئے بنائی ہے پس وہی میرے شکر کا سزاوار ہے اور حِفْظًا مفعول مطلق ہے اس کا عامل حَفِظْنَاہُ محذوف ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

تفسیر نور الثقلین میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے ۔ اِنَّ هٰذِهِ النجوم التی فی السّماءِ مداین مثل المداین التی فی الارض یعنی تم کو جو آسمان میں ستارے نظر آتے ہیں ان شہروں جیسے وہاں بھی شہر ہیں جس طرح زمین میں ہیں ۔

لَا یَسَّمَّعُوْنَ ۔ اصل میں لَا یَتَسَمَّعُوْنَ باب تفعل سے تھا ۔ صرفی قاعدہ کے مطابق تاء کو سین میں ادغام کیا گیا اور باب افّعّل بنایا گیا ۔ یعنی سرکش شیاطین ملاء اعلیٰ کی طرف جا کر وہاں کی باتیں نہیں سن سکتے ۔ اگر ان میں کوئی اس طرف جانے کا قصد کرے تو ان پر شہاب ثاقب برسائے جاتے ہیں ۔

وَّاصِبٌ ⑩ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ

عذاب ہے ۔ مگر جو (کوئی بات سننے کے لئے) جلدی سے جھپٹے تو اس کے پیچھے لگتا ہے چمکدار

شِهَابٌ ثَاقِبٌ ⑪ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ

شعلۂ آگ ۔ پس ان سے پوچھو کیا یہ لوگ جسم میں مضبوط تر ہیں یا وہ جن کو

مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑫ بَلْ

پیدا کیا ہم نے (پہلے) ہم نے ان سب کو پیدا کیا چمٹنے والی مٹی سے ۔ بلکہ تم

عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ⑬ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ⑭

تعجب کرتے ہو اور وہ مسخری کرتے ہیں اور جب ان کو نصیحت کی جائے تو اثر نہیں لیتے

دُحُوْرًا ۔ مفعول مطلق ہے ۔ یعنی یُدْحَرُوْنَ دُحُوْرًا ۔ یعنی ان کو بھگایا جاتا ہے ۔

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے ۔ معنی کے لحاظ سے ترتیب اسی طرح ہے لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ وَ یُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا ۔ یعنی شیاطین ملاء اعلیٰ کی باتیں اوپر جا کر نہیں سن سکتے اگر کوئی ان میں سے بات سننے کے لئے اُدھر جھپٹ کر جائے تو شہاب ثاقب اُس کا تعاقب کرتا ہے اور ہر طرف سے پھر ان پر شہاب ثاقب برسائے جاتے ہیں اور ان کو بھگایا جاتا ہے ۔

اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا ۔ اِس کا ترجمہ دو طرح سے کیا جا سکتا ہے ۔ ایک یہ کہ اُن سے سوال کرو کیا یہ لوگ قامت و جسامت میں مضبوط تر ہیں یا وہ جن کو ہم نے ان سے پہلے پیدا کیا تھا یعنی گذشتہ اُمتیں اور تقدیر عبارت ہوگی ۔ اَمْ مَنْ خَلَقْنَا قَبْلَهُمْ اور دوسرا ترجمہ اس طرح ہوگا کیا یہ مضبوط تر ہیں یا ملائکہ اور عالم علوی کی ساری مخلوق اور تقدیر عبارت ہوگی ۔ اَمْ مَنْ خَلَقْنَا مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ ۔ الخ ۔

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ ۔ ہم نے اِن کو لیسدار مٹی سے پیدا کیا ہے یعنی ان کے باپ حضرت آدمؑ کو ہم نے مٹی سے پیدا

Presented by www.ziaraat.com

کیا ہے اور یہ سب اُسی کی ہی اولاد ہیں۔

بَلْ عَجِبْتَ - یعنی تم اُن کی حماقت اور متکبرانہ طرزِ عمل پر تعجب کرتے ہو کہ یہ لوگ کس طرح اپنے آغاز و انجام کو فراموش کر کے اللہ کے ساتھ مقابلہ کرنے پر تلے ہُوئے ہیں اور وہ لوگ اُلٹا مذاق و مسخری کر کے آپ کی حکیمانہ باتوں کو بے اثر بنا دیتے ہیں۔ اور اگر معجزہ دیکھیں تو عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لئے فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ جادو ہے۔ اور قیامت کی بات سن کر اُلٹا منہ چڑانے لگتے ہیں کہ ہم بوسیدہ ہڈیاں اور خاکستر ہو جانے کے بعد کیسے پلٹائے جا سکتے ہیں یا ہمارے گذشتہ باپ دادا کیسے زندہ کئے جا سکتے ہیں ؟ تو اس کے جواب میں ارشاد ہے کہ ان سے کہہ دو تم ضرور اٹھائے جاؤ گے اور تم کو ذلیل ہو کر اُٹھنا پڑے گا صرف اسرافیل کے صور پھونکنے کی دیر ہو گی کہ تم دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہو گے۔

وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ⑮ وَقَالُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا

اور جب دیکھیں کوئی نشانی تو مذاق کرتے ہیں اور کہتے ہیں نہیں یہ مگر صاف جادو

سِحْرٌ مُّبِينٌ ⑯ وَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا أَإِنَّا

اور جب ہم مریں گے اور مٹی اور ہڈیاں رہ جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے

لَمَبْعُوثُونَ ⑰ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ⑱ قُلْ نَعَمْ وَ

جائیں گے ؟ کیا ہمارے سابق باپ دادا بھی (اٹھائے جائیں گے) کہہ دو کہ ہاں (ضرور اٹھائے جاؤ گے)

أَنْتُمْ دَاخِرُونَ ⑲ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ

اور ذلیل ہو کر (اٹھو گے) بس صرف ایک ہی آواز ہو گی (نفخ صور) پس وہ (زندہ ہو کر حکم کے) منتظر

يَنْظُرُونَ ⑳ وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا هَٰذَا يَوْمُ الدِّينِ ㉑ هَٰذَا

ہوں گے اور کہیں گے ہائے ہائے یہ تو بدلے کا دن ہے (بے شک) یہ فیصلہ

يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ㉒ اُحْشُرُوا

کا دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے جمع کرو

يَا وَيْلَنَا - یعنی جب محشور ہوں گے اور اپنا انجام بد دیکھیں گے تو کہیں گے ہائے ہائے یہ تو قیامت ہے۔

هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ - پس ان کو جواب ملے گا کہ یہ وہی فیصلے کا دن ہے جس کی تم لوگ تکذیب کرتے تھے پس جنتی لوگ باعزت جنت میں جائیں گے۔ اور دوزخی لوگ ذلیل و رسوا ہو کر زندانِ جہنم میں دھکیلے جائیں گے۔

رکوع نمبر ۶

وَأَزْوَاجَهُمْ - یعنی حکم پروردگار ہو گا کہ جن لوگوں نے جس نوعیت کا گناہ کیا ہے اُن کو اور اُن کے شریک کار لوگوں کو اور ان کے باطل معبودوں کو اکٹھا کر کے جہنم کی طرف روانہ کر دو۔ اور ازواج کا معنی اس مقام پر شریک کار ہے پس زانی زانیوں کے ساتھ

Presented by www.ziaraat.com

ہاتھ اور منافق منافقوں کے ساتھ جہنم کی طرف بھیجے جائیں گے اور اُن کے باطل معبود اور پیش رو بھی ان کے ہمراہ ہوں گے۔

سوال ولایت علی بن ابی طالب

وَقِفُوهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ ۔ تفسیر مجمع البیان میں ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ولایت علی بن ابی طالب کے متعلق سوال کرنے کے لئے ان کو ٹھہرانے کا حکم دیا جائے گا۔

تفسیر برہان میں بروایت ابوسعید خدری حضرت رسالت مآبؐ سے منقول ہے آپؐ نے فرمایا۔ بروز محشر بحکم پروردگار صراط کے کنارے پر دو فرشتوں کو تعینات کیا جائے گا اور وہ ہر شخص سے ولایت علی علیہ السّلام کی سند پوچھیں گے پس وہی گذر سکے گا جس کے پاس برأت جہنّم کے لئے حضرت علی کی تصدیق ہوگی اور جس کے پاس یہ برأت نامہ نہ ہوگا وہ الٹے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ

ان کو جنہوں نے ظلم کیا اور ان کے شریک کار لوگوں کو اور جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ کے

دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ

علاوہ پس دکھا دو ان کو جہنم کا رستہ اور ان کو ٹھہراؤ کہ

ابوسعید خدری راویٔ حدیث نے دریافت کیا حضورؐ اس برأت نامے کا کیا مقصد ہوگا تو آپ نے فرمایا اُس پر یہ لکھا ہوگا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ علی بن ابی طالب وصی رسول اللہ۔

بروایت انس بن مالک حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ بروز محشر صراط کو جہنّم کے اُوپر بچھایا جائے گا اور صرف وہی شخص اُس پر سے گذر سکے گا جس کے پاس ولایتِ علی کا پروانہ ہوگا قِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ کا یہ مطلب ہے کہ ان سے ولایت علی کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

بروایت ابن شہر آشوب ابن عباس سے مروی ہے کہ بروزِ محشر مالک داروغہ جہنم کو ساتوں طبقاتِ جہنم کے بھڑکانے کا حکم ہوگا اور رضوان دربانِ جنّت کو جنّت کے آٹھوں درجات کو سجانے کا حکم ہوگا۔ اس کے بعد میکائیل کو دوزخ کے اوپر صراط کے بچھانے کا فرمانِ خداوندی ہوگا اور جبریل کو حکم ملے گا کہ عرش کے نیچے میزانِ عدل کو نصب کر و اس کے بعد اُمتِ محمدیہ کو حساب کے لئے بلایا جائے گا اور صراط پر متعدد چوکیاں قائم کی جائیں گی۔ اور ہر چوکی پر ستر ہزار فرشتہ کی ڈیوٹی ہوگی اور اس اُمت میں سے گذرنے والے ہر زن و مرد سے ہر ہر چوکی پر سوالات ہوں گے اور پہلی پہلی چوکی پر حضرت علی کی ولایت کا ہی سوال ہوگا اور حبّ آلِ محمدؐ پوچھی جائے گی جو کامیاب ہوگا وہ بجلی کی طرح اس مقام کو عبور کرے گا۔ اور جو فیل ہوگا وہ الٹا کر کے جہنم میں پھینکا جائے گا اگرچہ ستر صدّیق کے برابر بھی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں ہوں گی۔ پھر

Presented by www.ziaraat.com

دوسری چوکی پر نماز تیسری چوکی پر زکوٰۃ چوتھی چوکی پر روزہ پانچویں چوکی پر حج چھٹی چوکی پر جہاد اور ساتویں چوکی پر عدل والانصاف کے متعلق سوالات ہوں گے جو پاس ہوتا جائے گا بجلی کی طرح عبور کرتا جائے گا اور جو فیل ہوگا وہ نیچے جہنم میں گر کر معذب ہوگا۔
اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ نماز و روزہ وغیرہ جملہ اعمال کا سوال ہی ان لوگوں سے ہوگا جو ولایتِ علی رکھتے ہوں گے ورنہ جو لوگ ولایت سے عاری ہوں گے وہ تو پہلی ہی چوکی پر جہنم رسید ہوں گے اُن سے دوسرے سوالات کرنیکی نوبت ہی نہ آئے گی۔

اور یہ روایت کہ پل سے علی کی محبت کے پروانے کے بغیر کوئی نہ گذر سکے گا۔ صواعقِ محرقہ میں ابن حجر مکی نے بروایت حضرت ابوبکر نقل کی ہے۔ اور وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ۔ کی تفسیر کہ اس سے مُراد ولایت علی کا سوال ہے۔ منصبِ امامت میں شاہ اسماعیل شہید دہلوی نے بھی اعتراف کیا ہے اور ہم نے حدیث وسیلہ مفصلاً کتاب لمعۃ الانوار حصہ دوم ص پر درج کی ہے اور صراط سے ولاءِ علی کے پاسپورٹ کے سوا گذرنا محال ہے ص پر مذکور ہے۔ اور تفسیر کی جلد ۲ پہلے ایڈیشن کے صفحہ ۱۶۸ پر آیت مجیدہ کی قدرے وضاحت موجود ہے اور دوسرے ایڈیشن کے ص۱۴۳ پر۔

تفسیر برہان میں بروایت امالی شیخ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ کریمؐ نے فرمایا قیامت کے دن دربارِ عدالتِ پروردگار میں ہر انسان کے قدم رک جائیں گے جب تک کہ ان سے چار چیزوں کا سوال نہ کر لیا جائے گا۔ (۱) عمر کو کہاں خرچ کیا تھا؟ (۲) اپنے جسم کو کن کاموں میں استعمال کیا تھا؟ (۳) مال کو کیسے کمایا تھا اور کہاں خرچ کیا تھا؟ (۴) اور چوتھا سوال میری اہل بیت کی محبت کے بارے میں ہوگا۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ کی محبت کی کیا نشانی ہے؟ تو آپ نے حضرت علی کے سر مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اس کی محبت۔ دوسری روایت میں ہے۔ حضرت عمر نے بھی پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ آپ کی محبت کی کیا نشانی ہے؟ اُس وقت حضرت علیؑ آپ کے پہلو میں کھڑے تھے آپ نے علی کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا میرے بعد میری محبت کی نشانی اس جوان کے ساتھ محبت کرنا ہے۔ ایک روایت میں آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا ہے کہ کسی انسان کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی جب تک اُس سے محبت علی کا سوال نہ کیا جائے گا اور وہ محبِ علی ثابت نہ ہو۔

إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ﴿۲۵﴾	مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿۲۶﴾	بَلْ هُمُ
ان سے کچھ پوچھا جانا ہے	تم ایکدوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے	بلکہ وہ اُس دن
الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿۲۷﴾	وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ	
ماننے والے ہوں گے	اور ایک دوسرے کی طرف	متوجہ ہو کر

مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ۔ اُن سے پوچھا جائے گا کہ کس طرح دنیا میں تم باطل پر ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے اب عذاب سے جان چھڑانے کے لئے بھی ایک دوسرے کی مدد کرو لیکن اُس دن وہ سر جھکائے ہوئے ہوں گے اور عوام الناس

Presented by www.ziaraat.com

اپنے گمراہ کرنے والوں سے پوچھیں گے کہ تم دنیا میں تو خیر خواہ بن کر ہمیں راہِ حق سے بہلا پھسلا کر اپنے مسلک پر چلنے کی دعوت دیتے تھے اب کیوں خاموش ہو؟ چونکہ دائیں طرف سے آنا نیک فال سمجھا جاتا تھا اس لئے خیر خواہی کی دعوت کو دائیں طرف سے آنا تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ

يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۹﴾
پوچھیں گے تو کہیں گے تم تو خیر خواہ بن کر ہمارے پاس آیا کرتے تھے
قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ
وہ کہیں گے تم خود ایمان نہیں لاتے تھے اور ہمارا تمہارے اوپر کوئی
مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا
غلبہ نہیں تھا بلکہ تم خود سرکش تھے پس ثابت ہے ہم پر
قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۲﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۳﴾
فرمانِ (عذاب) اپنے رب کا تحقیق ہم اسے چکھنے والے ہیں پس ہم نے تم کو گمراہ کیا ہم خود بھی گمراہ تھے
فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ
پس بے شک وہ اس دن عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے ہم ایسی ہی مجرموں کو سزا
نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ
دیتے ہیں تحقیق ان کو جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا
نہیں تو اکڑ جاتے تھے اور کہتے تھے کیا ہم چھوڑ دیں

جواب دیں گے کہ تم اپنا گناہ ہمارے سروں پر تھوپنے کی کوشش نہ کرو بلکہ تم خود ہی ایمان کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے ورنہ ہمارے پاس نہ زور تھا نہ طاقت کہ تمہیں مجبور کرتے۔ پس تم خود ہی راہِ حق سے برگشتہ تھے لہذا اب عذابِ خداوندی ہم سب کو مل کر ہی بھگتنا ہے بیشک ہم خود بھی گمراہ تھے اور تم کو بھی گمراہ کر بیٹھے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ ان لوگوں کے عذاب میں جانے کی بڑی وجہ یہی بیان کی گئی ہے کہ کلمہ توحید کے سامنے اکڑ جاتے تھے اور دورِ حاضر میں بھی گمراہ کن مقررین و واعظین عوام الناس کے دینی خیر خواہ بن کر ان کو توحید سے منحرف کرتے ہیں۔ شیطان بھی لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے عجیب چالیں اختیار کرتا ہے وہ جہاں بعض توحید کے پرستاروں کو حضرت علی کی ولایت سے منحرف کرکے گمراہ کرتا ہے وہاں حضرت علی کی محبت کے متوالوں کو توحید سے گمراہ کرکے راہِ حق سے دُور کر دیتا ہے۔ اور علماء سوء ہر طرف شیطان کی وکالت کر لیتے ہیں ایک طرف والے علی کی دشمنی میں اس قدر بڑھے کہ علی کو عوام الناس کے برابر سمجھ لیا اور دوسری طرف والے علی کی محبت

Presented by www.ziaraat.com

میں اس قدر بڑھے کہ اس کو خدائی صفات میں شریک بلکہ مختار عام قرار دے کر خدا کو معطل کر دیا۔ حتیٰ کہ جب اُن کے سامنے یہ کہا جائے کہ بارش خدا برساتا ہے۔ موت و حیات خدا کے قبضے میں ہے۔ رزق وہی دیتا اور تقسیم کرتا ہے۔ حاجت روا وہی ہے۔ اور بیماروں کو شفا اور بے اولادوں کو اولاد وہی دیتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ کا معنوی طور پر مقصد بھی یہی ہے۔ تو حضرت علی کو خدا کا شریک قرار دینے والے فوراً کہہ دیتے ہیں اور ان کے تیور بگڑ جاتے ہیں کہ یہ کام تو علی کرتا ہے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اپنے مقررین و واعظین سے کہیں گے کہ تم تو ہمارے خیر خواہ بن کر ہمیں راہِ حق سے ہٹاتے تھے اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تو وہ کہیں گے تمہاری ہی اپنی نیت خراب تھی ہمارے پاس نہ زور تھا نہ طاقت تھی کہ تمہیں مجبور کرتے اس میں شک نہیں کہ ہم خود بھی گمراہ تھے اور تمہیں بھی ہم نے گمراہی کی ہی تعلیم دی تھی لیکن اب اکٹھے ہی رہ کر عذاب بھگتنا ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ﴿۳۷﴾ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ

اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر؟ بلکہ وہ تو حق لایا ہے اور اس نے رسولوں کی تصدیق

الْمُرْسَلِينَ ﴿۳۸﴾ إِنَّكُمْ لَذَائِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ﴿۳۹﴾

کی ہے تحقیق تم دردناک عذاب کو چکھنے والے ہو

وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۴۰﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ

اور تم نہیں جزا دیئے گئے مگر اسی کی جو تم کرتے تھے ہاں مگر اللہ کے جو خالص

الْمُخْلَصِينَ ﴿۴۱﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿۴۲﴾

بندے ہیں ان کا رزق معلوم ہے

فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُونَ ﴿۴۳﴾ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿۴۴﴾ عَلَىٰ

میوہ جات اور وہ باعزت ہوں گے نعمتوں کے بہشتوں میں ایکدوسرے

سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿۴۵﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ○

کے سامنے تخت پر (جلوہ گر ہونگے) اور ان پر چکر لگایا جائے گا شراب کے پیالے کا

بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ﴿۴۷﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا

جو سفید رنگ ہوگا پینے والوں کے لئے لذیذ ہوگا نہ اس میں فساد عقل ہوگا اور نہ وہ اس کے پینے سے

کاس - اخفش سے منقول ہے کہ قرآن مجید میں کاس کا لفظ جہاں بھی ہے اس کا معنی شراب ہے۔

معین - اگر اَمعَنَ سے فعیل کے وزن پر ہو تو اس کا معنی ہے مضبوطی اور قوت سے بہنے والا اور اگر عین سے

Presented by www.ziaraat.com

مفعول کے صیغے پر ہو تو اس کا معنی ہے جاری۔

لَذَّۃٍ ۔ اس کا معنی ہے لذیذ۔ یعنی مصدر بمعنی صفت ہے۔

لَا فِیۡہَا غَوۡلٌ ۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ شراب میں چار خرابیاں ہوتی ہیں۔ اور بہشتی شراب ان خرابیوں سے پاک ہوگی (۱) بے ہوشی (۲) سر دردی (۳) قے (۴) پیشاب کی زیادتی۔

يُنزَفُونَ ﴿۴۸﴾ وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ ﴿۴۹﴾

بے ہوش ہونگے اور ان کے پاس نیچی نظر رکھنے والی آہو چشم (حوریں ہونگی جو رنگ کی صفائی و سفیدی میں) محفوظ

كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ﴿۵۰﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ

انڈوں کی طرح ہونگی پس ایکدوسرے کی طرف متوجہ ہو کر احوال پرسی کریں گے تو ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا میرا

يَتَسَاءَلُونَ ﴿۵۱﴾ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ﴿۵۲﴾

(دنیا میں) ایک ساتھی تھا

يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ﴿۵۳﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا

جو کہتا تھا کیا تو بھی ایمان لانے والوں میں سے ہو گیا ہے ؟ کیا ہم جب مرجائیں گے اور

تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَدِينُونَ ﴿۵۴﴾ قَالَ هَلْ أَنتُم

خاکستر و بوسیدہ ہڈیاں رہ جائیں گے تو ہم سے حساب لیا جائیگا ؟ کہے گا کیا تم جھانکتے

مُّطَّلِعُونَ ﴿۵۵﴾ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿۵۶﴾

ہو پس جھانک کر دیکھے گا تو اس کو جہنم کے وسط میں پائے گا

قَالَ تَاللَّهِ إِن كِدتَّ لَتُرْدِينِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي

کہے گا خدا کی قسم قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کر ڈالتا اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا

قَالَ قَائِلٌ ۔ یعنی بہشتی لوگ آپس کی خوش طبعی اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول ہوں گے تو ان میں سے ایک کہے گا کہ میرا دنیا میں ایک ساتھی جو مجھے کلمہ حق سے روکتا تھا چلو اُس کی حالت دیکھیں اور بہشت میں ایک بلند مقام ایسا ہے جس سے جھانک کر دوزخیوں کو دیکھا جا سکے گا پس جب وہ مومن جھانکے گا تو اس کو اپنا ساتھی وسط جہنم میں معذب نظر آئے گا پس یہ اس کو کہے گا کہ تو تو مجھے بھی گمراہ کرتا تھا پس مومن اللہ کے احسانات کا شکر کرے گا اور اُس کو دوہری لذت حاصل ہوگی۔

اَمۡ شَجَرَۃُ الزَّقُّوۡمِ ۔ یعنی تم خود فیصلہ کر لو کہ رہائش کے لئے وہ سابقہ منزل بہتر ہے جس میں قسم قسم کے میوہ جات و اعلیٰ مشروبات موجود ہیں یا یہ جس میں غذا کے لئے زقوم کا تلخ پھل موجود ہوگا ۔ زقوم ایک خاردار اور بدبودار پودا ہے جس کو

پنجابی زبان میں تھوہر کہا جاتا ہے جب قریش نے یہ آیت سنی تو وہاں چونکہ یہ پودا موجود نہ تھا اور عوام الناس اس سے آشنا نہ تھے۔ ابن زبعری نے فوراً کہہ دیا کہ بربر کی زبان میں کھجور اور مکھن کو زقوم کہا جاتا ہے چنانچہ ابوجہل نے اپنی ایک کنیز کو حکم دیا کہ زقوم تیار کر کے لاؤ تو فوراً وہ کھجور اور مکھن لے آئی۔ ابوجہل نے وہ پیالہ لوگوں کے سامنے رکھ کر کھانے کی دعوت دی اور کہا یہی وہ زقوم ہے جس سے محمد تم کو ڈراتا ہے۔

فِتۡنَةً۔ کا معنی عذاب بھی کیا گیا ہے اور اس کا معنی آزمائش بھی ہے۔ چنانچہ زقوم کا لفظ کفار قریش کے لئے مقام آزمائش بن گیا کہ انہوں نے حضورؐ کو جھٹلایا اور خرما و مکھن کا نام زقوم رکھ لیا اور کہنے لگے کبھی درخت بھی آگ میں پیدا ہو سکتا ہے حالانکہ آگ تو درختوں کو جلا دیتی ہے؟ اور خدا نے اس زقوم کے متعلق جو دوزخیوں کی خوراک ہے فرمایا کہ وہ جہنم کی تہ میں پیدا ہو گا اور تمام دوزخ کے درکات میں اس کی شاخیں پہنچیں گی اور اس کے شگوفے شیطانوں کے سروں کی مانند ہوں گے اور شیطانوں کے سروں سے تشبیہ دینا اس طرح ہے جس طرح کسی کے دانتوں کو کانیاب الاغوال کہہ کر ڈین کے دانتوں سے تشبیہ دی جائے۔ مقصد صرف اس کی خباثت اور بدشکل کو ظاہر کرنا ہے۔

لَكُنۡتُ مِنَ الۡمُحۡضَرِيۡنَ ﴿۵۸﴾ اَفَمَا نَحۡنُ بِمَيِّتِيۡنَ ﴿۵۹﴾

تو میں بھی تیرے ساتھ عذاب میں حاضر کیا جاتا ۔ کیا وہ بات درست ہے کہ

اِلَّا مَوۡتَتَنَا الۡاُوۡلٰى وَمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ ﴿۶۰﴾ اِنَّ هٰذَا

ہم صرف پہلی موت ہی مریں گے اور پھر ہم کو عذاب نہ کیا جائیگا؟ تحقیق یہ البتہ

لَهُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۶۱﴾ لِمِثۡلِ هٰذَا فَلۡيَعۡمَلِ الۡعٰمِلُوۡنَ ﴿۶۲﴾

بڑی کامیابی ہے اسی قسم کی جزا کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیئے

اَذٰلِكَ خَيۡرٌ نُّزُلًا اَمۡ شَجَرَةُ الزَّقُّوۡمِ ﴿۶۳﴾ اِنَّا جَعَلۡنٰهَا

کیا یہ اچھا ٹھکانا ہے یا زقوم کا درخت؟ کہ ہم نے اس کو

فِتۡنَةً لِّلظّٰلِمِيۡنَ ﴿۶۴﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخۡرُجُ فِىۡۤ اَصۡلِ

عذاب بنایا ہے ظالموں کے لئے تحقیق وہ درخت ہے جو جہنم کی تہ سے

الۡجَحِيۡمِ ﴿۶۵﴾ طَلۡعُهَا كَاَنَّهَا رُءُوۡسُ الشَّيٰطِيۡنِ ﴿۶۶﴾

نکلتا ہے جس کے شگوفے شیاطین کے سروں کی طرح ہیں

فَاِنَّهُمۡ لَاٰكِلُوۡنَ مِنۡهَا فَمٰلِئُوۡنَ مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ ﴿۶۷﴾

پس وہ (دوزخی) اس سے کھائیں گے پس اسی سے پیٹ بھریں گے

مَرۡجِعَهُمۡ۔ ممکن ہے دوزخیوں کے لئے کھانے پینے کی جگہ الگ ہو کر زقوم کھلا کر گرم کھولتا ہوا پانی پلا کر ان کو جہنم کی

Presented by www.ziaraat.com

طرف دھکیل دیا جاتا رہے۔ اور ممکن ہے کہ صرف یہ مقصد ظاہر کرنا ہو کہ ان کی غذا زقوم مشروب حمیم اور مسکن جحیم ہے۔

رکوع نمبر ۷

وَاِنَّ مِنۡ شِيۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِيۡمَ ۔ لفظ شیعہ علامہ طبرسی نے ذکر کیا ہے کہ شیعہ اس جماعت کا نام ہے جو کسی رئیس و سردار کے تابع ہوں لیکن عرف اسلام میں اس سے مراد حضرت علی علیہ السّلام کے وہ پیروکار ہیں جو آپ کے دشمنوں کے خلاف نبرد آزما رہے۔ اور ان کے بعد ان کی اولاد طاہرین علیہم السّلام کے ساتھ رہے اور ابو بصیر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا تمہیں یہ نام مبارک ہو۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی حضور وہ کونسا نام؟ تو آپ نے فرمایا کہ شیعہ: میں نے عرض کی کہ لوگ تو ہمیں اس نام کا طعنہ دیتے ہیں آپ نے فرمایا تم نے خداوند کریم کا یہ فرمان نہیں پڑھا۔ وَ اِنَّ مِنۡ شِيۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِيۡمَ الخ۔ صفحہ ۴۳

ثُمَّ اِنَّ لَهُمۡ عَلَيۡهَا لَشَوۡبًا مِّنۡ حَمِيۡمٍ ۝٦٧ ثُمَّ اِنَّ مَرۡجِعَهُمۡ لَاِلَى الۡجَحِيۡمِ ۝٦٨ اِنَّهُمۡ اَلۡفَوۡا اٰبَآءَهُمۡ ضَآلِّيۡنَ ۝٦٩ فَهُمۡ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمۡ يُهۡرَعُوۡنَ ۝٧٠ وَلَقَدۡ ضَلَّ قَبۡلَهُمۡ اَكۡثَرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝٧١ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا فِيۡهِمۡ مُّنۡذِرِيۡنَ ۝٧٢ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُنۡذَرِيۡنَ ۝٧٣ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ۝٧٤ وَلَقَدۡ نَادٰٮنَا نُوۡحٌ فَلَنِعۡمَ الۡمُجِيۡبُوۡنَ ۝٧٥ وَنَجَّيۡنٰهُ وَاَهۡلَهٗ مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِيۡمِ ۝٧٦ وَجَعَلۡنَا

پھر ان کے لئے اس کے علاوہ البتہ اضافہ کھولتے ہوئے پانی کا بھی ہے پھر ان کی بازگشت جہنم کی طرف ہو گی تحقیق انہوں نے پایا اپنے باپ دادا کو گمراہ پس وہ ان کے نقش قدم پر دوڑے جاتے ہیں اور تحقیق ان سے پہلے بہت سی پہلی امتیں گمراہ ہوئیں اور تحقیق ہم نے ان میں ڈرانے والے بھیجے پس دیکھو کیا انجام ہوا ان کا جن کو ڈرایا گیا (پس انکاری رہے) مگر اللہ کے خالص بندے اور تحقیق ہم کو نوح نے پکارا پس ہم خوب قبول کرنے والے ہیں اور ہم نے اس کو اور اس کی اہل کو بڑی تکلیف سے بچا لیا اور کر دیا ہم نے

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس کی تاویل یہ منقول ہے کہ اِنَّ مِنۡ شِيۡعَتِهٖ عَلِیٌّ اور اس تاویل کی تائید میں یہ روایت نقل کی ہے کہ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم کے سامنے سے پردے اٹھائے گئے اور ملکوت سماویہ کی ان کو سیر کرائی گئی تو انہوں نے عرش کے پہلو میں ایک نور تاباں دیکھا تو دریافت کیا اے پروردگار یہ نور کس کا ہے؟ تو جواب ملا یہ نور محمدؐ ہے جو میری تمام مخلوق سے

Presented by www.ziaraat.com

برگزیدہ ہے پھر اس کے پہلو میں دوسرا نور دیکھا تو پوچھا یہ کون ہے؟ تو جواب ملا یہ علی بن ابی طالب کا نور ہے جو میرے دین کا ناصر ہے پھر ان کے پہلو میں تین نورِ درخشاں دیکھے اور ان کے متعلق دریافت کیا تو ارشادِ پروردگار ہوا کہ ایک نور فاطمہ ہے جو اپنے شیعوں کو آتشِ جہنم سے آزاد کرائے گی اور دو اُس کے فرزندوں یعنی حسن وحسین علیہما السلام کے نور ہیں پھر حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی اے پروردگار ان پانچ انوار کے اردگرد مجھے نو انوار نظر آرہے ہیں یہ کون ہیں؟ تو علی بن الحسین سے لے کر حضرت حجۃ العصر تک نام بنام ائمہ کا تعارف کرایا گیا کہ یہ علی وفاطمہ کی اولاد سے ہوں گے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے پروردگار ان چودہ کے اردگرد بے حد وحساب انوار موجود ہیں وہ کون ہیں؟ تو ارشاد ہوا وہ ان کے شیعوں کے نور ہیں۔ پس انہوں

ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي

اس کی ہی اولاد کو باقی رہنے والا اور ہم نے باقی رکھا اس پر (سلام و ذکر خیر) بعد

الْآخِرِينَ ﴿٧٨﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ﴿٧٩﴾ إِنَّا

والوں میں سلام نوح پر سب جہانوں میں ہم

كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٠﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨١﴾

اسی طرح نیکی کرنیوالوں کو جزا دیتے ہیں تحقیق وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا

ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٨٢﴾ وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ

پھر ہم نے غرق کیا دوسروں کو اور تحقیق اس کے شیعوں میں سے تھا

لَإِبْرَاهِيمَ ﴿٨٣﴾ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٤﴾ إِذْ

(ابراہیم) جب اپنے رب کے پاس صاف دل سے آیا جب

نے عرض کی کہ ان کی نشانیاں کیا ہوں گی تو جواب ملا ان کی یہ نشانیاں ہوں گی (۱) اکاون رکعت یومیہ نماز (یعنی سترہ فرائض اور چونتیس نوافل جو کتبِ فقہیہ وعملیہ جات میں تفصیل وار درج کی گئی ہیں (۲) بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا (۳) رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا (۴) دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا اور بعض روایات میں پانچویں نشانی زیارت اربعین مذکور ہے (اور ہم نے وہ روایت باختلاف الفاظ تفسیر کی جلد ۵ صفحہ ۲۳۳ میں درج کی ہے) اُس وقت حضرت ابراہیمؑ نے دعا مانگی اے اللہ مجھے حضرت امیر المومنین کے شیعوں سے قرار دے۔

شیعہ اور محبّ میں فرق

تفسیر برہان میں تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا شریک بنانا حضرت رسالت مآبؐ کی نبوت کا انکار کرنا اور حضرت علی کی ولایت کا انکار کرنا ایسے گناہ ہیں جو انسان کی جملہ نیکیوں کو باطل کردیتے ہیں اور اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ

کے مصداق ایسے ہی لوگ ہیں اوران کے لئے دائمی جہنم ہے۔حضرت رسولِ کریمؐ نے فرمایا علی کی محبت ایسی نیکی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچاتا خواہ کس قدر بُرا ہی کیوں نہ ہو اور علی کے دشمن کی محبت ایسا گناہ ہے جس کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی خواہ کتنی ہی بڑی ہو پس اس کا بدلہ اُس کو دنیا میں مال ورزق وتندرستی سے دیا جائے گا اور آخرت میں اس کا عذاب دائمی ہوگا۔

علی کی ولایت کا منکر جنت کو نہ دیکھے گا مگر اس قدر کہ اس کی حسرت میں اضافہ ہو کہ کاش میں نے علی کی ولایت کا انکار نہ کیا ہوتا تو مجھے یہ مکان نصیب ہوتا۔اسی طرح علی کا محب دوزخ کو اسی قدر ہی دیکھے گا کہ اُس کی خوشی میں اضافہ ہو اور سمجھے کہ اگر میں ولایتِ علی سے دُور ہوتا تو مجھے یہ سزا بھگتنی پڑتی حضورؐ نے فرمایا اے شیعانِ علی جنت تم سے فوت نہ ہوگی۔اگرچہ بعض بداعمالیوں کی وجہ سے دیر سے پہنچو گے پس اس کے درجات حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا آپ کے اور حضرت علی کے محب بھی دوزخ میں جاسکتے ہیں؟ تو جواب میں ارشاد فرمایا ہاں جس کی روح گناہوں کی میل اور احکامِ شرعیہ کی مخالفت کے غبار سے آلودہ ہوگی اُس کو دوزخ کی آگ سے صاف کیا جائے گا۔پھر ان کے پاس بلند مرتبہ شیعانِ علی کو بھیج کر بُلالیا جائے گا اور وہ اُن کو دوزخ کی آگ سے اس طرح چُن لیں گے جس طرح پرندہ دانہ کو چُن لیا کرتا ہے۔پس جن لوگوں کے گناہ معمولی اور ہلکے ہوں گے وہ دنیا میں بادشاہانِ وقت اور حکامِ زمانہ کی سختیوں اور جسمانی تکلیفوں اور بیماریوں کی وجہ سے گناہوں کا بدلہ دے کر صاف ستھرے قبر میں داخل ہوں گے اور بعضوں کو گناہوں کی بدولت قبل از وقت موت دی جائے گی۔اور حالتِ نزع سخت ہوگی پس گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔اگر گناہ زیادہ ہوئے تو موت کا اضطراب بڑھ جائے گا۔عیادت کرنے والے کم ہوں گے اور ذلت کی موت سے مرے گا۔پس گناہوں کا کفارہ ہوگا اور اگر پھر بھی بچ گئے تو قبر میں لحد تک پہنچتے پہنچتے کفارہ ہوجائے گا اور اگر اس سے بھی بچ گئے تو عرصاتِ قیامت کی سختی سے کفارہ ہوجائے گا۔اور اگر اس کے گناہ اس سے بھی زیادہ ہوئے تو دوزخ کے اُوپر کے طبقے میں داخل کیا جائے گا جس کو بعد میں سفارش سے نکالا جائے گا۔اور ہمارے محبوں میں سے سب سے زیادہ گنہگار کا عذاب یہ ہوگا ورنہ اکثر کی سزا اس سے پہلے ختم ہوجائے گی۔اور یہ لوگ ہمارے شیعہ نہیں بلکہ ہمارے مُحب ہیں۔اور ہمارے دوستوں کے دوست اور ہمارے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ہمارے شیعہ تو وہ ہیں جو ہمارے صحیح معنوں میں نقشِ قدم پر چلیں۔

ایک شخص نے عرض کی حضورؐ۔فلاں شخص اپنے ہمسائے کی ناموس پہ نظر رکھتا ہے اور اگر اُسے موقعہ ملے تو فعلِ حرام سے بھی گریز نہ کرے گا۔پس حضور یہ سُنتے ہی غضبناک ہوئے اور فرمایا اس کو میرے پیش کرو تو کسی نے کہدیا جناب عالی وہ تو آپ کا اور علی کا شیعہ کہلاتا ہے اور آپ کے دشمنوں سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔حضور نے فرمایا ایسے شخص کو ہمارا شیعہ نہ کہو۔ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہماری پیروی کرے۔

ایک شخص نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے عرض کی کہ فلاں شخص گناہانِ کبیرہ کا مرتکب ہے اور تمہارا شیعہ ہے

Presented by www.ziaraat.com

آپ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص گناہانِ کبیرہ کرنے کے باوجود ہماری محبت کا دم بھرتا ہے تو وہ ہمارا محبّ ہے شیعہ نہیں اور تیرا اس کو شیعہ کہنا جھوٹ ہے اور اگر وہ شخص نہ ہمارا محب ہو اور نہ ہمارے دشمنوں سے بیزار ہو اور گناہانِ کبیرہ بھی کرتا ہو تو تیرا اُس کو شیعہ کہنا دوہرا جھوٹ ہے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ جا کر جناب بتول معظمہ خاتونِ جنّت سے دریافت کرو۔ میرے متعلق کہ کیا میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں؟ چنانچہ اس عورت کے سوال کا سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے جواب دیا اسے کہو اگر تو ہمارے اوامر و نواہی کا پابند ہے تو تُو ہمارا شیعہ ہے ورنہ نہیں۔ جب عورت نے واپس آکر بتایا تو یہ شخص سخت پریشان ہوا کہ ہائے ہائے گناہوں سے کون بچ سکتا ہے لہٰذا میں تو پھر دوزخی ہوا۔ چنانچہ اُس عورت نے دوبارہ جا کر مخدومہ طاہرہ سے اپنے شوہر کے اضطراب کا تذکرہ کیا تو عالیہ بی بی نے فرمایا بات یہ ہے کہ ہمارے شیعہ جنّت کے بلند منازل پر فائز ہوں گے۔ اور ان کے علاوہ جو ہمارے محبّ ہمارے دوستوں کے دوست اور ہمارے دشمنوں کے دشمن ہیں جو ہم کو بدل و جان تسلیم کرتے ہیں وہ اگر واجبات و محرّمات میں ہماری مخالفت کریں تو یقیناً ہمارے شیعہ نہیں ہیں لیکن گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں ضرور جائیں گے وہ دنیا میں مصائب و آلام کی تکلیفیں سہیں گے کچھ عرصہ محشر میں سختی دیکھیں گے اور سخت گنہگار ایک وقت تک دوزخ کے اُوپر والے طبقے میں عذاب بھی چکھیں گے اور اس کے بعد ہماری محبّت کی بدولت ان کو جنّت نصیب ہو گی۔

ایک شخص نے ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السّلام سے عرض کی حضور! میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں تو آپ نے فرمایا اے خدا کے بندے اگر تو ہمارے اوامر و نواہی میں ہمارے حکم کا پابند ہے تو تیرا دعویٰ سچا ہے ورنہ اس قدر بلند مرتبہ کا دعویٰ کرنے کے بعد اپنے گناہوں کو چھوڑ دے اور اس حالت میں شیعہ نہ کہلاؤ بلکہ یہ کہو کہ میں آپ کا محبّ و موالی ہوں اور آپ کے دشمنوں سے بیزار ہوں اور یہ تمہارے لئے بہتر اور خوب ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام سے ایک شخص نے عرض کی کہ میں تمہارا شیعہ ہوں۔ آپ نے فرمایا خدا سے ڈرو اور ایسا دعویٰ نہ کرو جس میں خدا تم کو جھوٹا کہے ہمارے شیعہ وہ ہوتے ہیں جو ہر کھوٹ اور بُرائی سے پاک ہوں البتہ تم ہمارا محبّ اور موالی کہلایا کرو۔

ایک شخص نے حضرت امام علی زین العابدین علیہ السّلام سے عرض کی کہ میں آپ کے خالص شیعوں میں سے ہوں تو آپ نے فرمایا اے بندۂ خدا کیا تو ابراہیم خلیل علیہ السّلام کے درجہ پر فائز ہے اللہ نے تو اپنے خلیل کو شیعہ کہا ہے اِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۔ اگر تیرا دل حضرت ابراہیمؑ کے دل کی طرح ہے تو بے شک تو ہمارا شیعہ ہے ورنہ تو فالج یا جذام کا مستحق ہے تاکہ تیرے اس جھوٹ کا کفارہ ہو۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی موجودگی میں ایک شخص نے دوسرے پر فخر کرتے ہوئے کہا کہ میں تجھ سے بہتر ہوں کیونکہ میں محمد و آلِ محمد کا شیعہ ہوں۔ آپ نے اس کو اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ تو اپنے مال کو اپنے اوپر خرچ کرنا پسند کرتا ہے

Presented by www.ziaraat.com

یا اپنے مومن بھائیوں پر خرچ کرنا زیادہ پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کی کہ اپنے اوپر خرچ کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ پھر تو ہمارا شیعہ نہیں ہے کیونکہ ہم تو اپنا مال اپنی ذات پر خرچ کرنے سے اپنے دوستوں پر خرچ کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں بس تم لوگ ہمارا محب کہلایا کرو اور ہماری محبت کی وجہ سے نجات کی امید رکھو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے ایک دن باتوں باتوں میں کسی نے کہدیا کہ کسی مقدمہ میں قاضی کوفہ ابن ابی لیلیٰ کی عدالت میں عمار نے شہادت دی تو قاضی صاحب نے عمار کی شہادت کو یہ لفظ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ تو رافضی ہے لہذا تیری شہادت قابل قبول نہیں ہے چنانچہ یہ سنتے ہی عمار کے بدن میں کپکپی سی طاری ہوگئی اور فرط غم سے وہ گریہ کو ضبط نہ کر سکا اور چیخیں مار کر رونے لگا۔ قاضی نے مقدمہ کی سماعت کو ملتوی کر کے عمار کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تو اہل علم میں سے ایک باوقار شخصیت کا مالک ہے اگر تو رافضی کے لفظ سے بیزار ہے اور رفض تیرا مذہب نہیں تو پھر ہمارا بھائی ہے۔ عمار نے قاضی کے لفظ سنے تو اپنے گریہ پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا کہ قاضی صاحب آپ نے میرا مطلب غلط سمجھا ہے میں تو اپنی اور تیری حالت پر روتا ہوں ــ اپنی حالت پر اس لئے کہ تو نے مجھے ایک بہت بلند مرتبے کی طرف منسوب کیا ہے جس کا میں اہل نہیں ہوں تو نے مجھے رافضی کہا ہے حالانکہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ سب سے پہلے رافضی وہ جادوگر تھے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر فرعون کی بھری کچہری میں موسیٰ کی تصدیق کی تھی اور فرعون کے طور طریقے کو رفض کیا تھا یعنی چھوڑ دیا تھا اور اس بارے میں سر پر آنے والی ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا تھا پس فرعون نے ان کا لقب رافضی رکھا تھا جب کہ انہوں نے اس کا دین چھوڑا تھا کیونکہ رافضی اُسے ہی کہا جاتا ہے جو اللہ کی ناپسندیدہ چیز کو چھوڑ دے اور اس کی رضا کے سامنے جھک جائے۔ آج اس زمانہ میں ایسا کون ہو سکتا ہے؟ میں تو اس لئے روتا ہوں کہ اگر خدا مجھ سے پوچھے اے عمار! کیا تو نے ہر معاملہ میں باطل کو چھوڑ کر حق کا ساتھ دیا تھا؟ تو میں کیا جواب دوں گا؟ اور تیری حالت پر اس لئے روتا ہوں کہ تو نے میری طرف جھوٹی نسبت دی ہے اور تیرے متعلق مجھے اللہ کی گرفت کا ڈر ہے کہ اس مقدس لفظ کو تو نے بے جا استعمال کیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بات سن کر فرمایا۔ اگر عمار کے گناہ آسمانوں اور زمین سے بھی بڑے ہوں تب بھی ان کلمات کی بدولت بخشے جائیں گے اور اس کی نیکیوں میں اس قدر اضافہ ہوگا کہ اس کی رائی برابر نیکی بھی اس پوری دنیا سے ہزار گنا بڑھی ہوگی۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سامنے ایک دفعہ ذکر ہوا کہ ایک شخص بازار میں بولی پر کپڑے بیچتا ہے اور اعلانیہ شیعہ بھی کہلاتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کے شیعہ کہلانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے تئیں سلمان، مقداد اور ابوذر کی مثل سمجھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ جو شخص خرید و فروخت میں دھوکا کرے اور بکنے والی چیز کے عیب خریدار سے پوشیدہ کرے یا اجنبی گاہک کے سامنے شے کی بولی بڑھا دے تاکہ اس کو قیمت زیادہ ادا کرنی پڑے اور اس کے چلے جانے کے بعد بولی کم کر دے تو ایسا شخص سلمان و ابوذر کی مثل کیسے ہو سکتا ہے بس اس کے لئے سزاوار یہ ہے کہ محب محمدؐ و آل محمدؐ ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ کہ ان کے دوستوں کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن کہلاتا رہے۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام رضا علیہ السّلام جب بادشاہِ وقت مامون عباسی کے ولیعہد اور نائب السلطنت کے عہدہ پر فائز ہوئے تو کچھ لوگ ملنے آئے اور دربان نے اندر اطّلاع دے دی کہ کچھ لوگ حضور کی زیارت کے لئے آئے ہیں جو اپنے آپ کو شیعہ علیؑ کہتے ہیں آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں فارغ نہیں ہوں۔ اسی طرح وہ لوگ ہر روز دو ماہ تک مسلسل آتے رہے اور شرفِ باریابی سے محروم واپس پلٹتے رہے۔ آخر مایوس ہو کر انہوں نے دربان سے کہا کہ ہماری طرف سے بارگاہِ امامت میں عرض کیجئے گا کہ ہم آپ کے جدِ امجد حضرت علی کے شیعہ ہیں آپ نے ہم کو ملاقات کی اجازت نہ دے کر ہمارے دشمنوں کو خوش کیا ہے۔ ہم یہ غم لے کر واپس کیا کسی کو منہ دکھائیں گے ہمارے لئے تو اب شرم کے مارے منہ چھپا کر شہر سے نکل کر جنگلوں کی طرف بھاگ جانا ہی بہتر ہے یہ سن کر آپ نے دربان کو ان کے داخلہ کی اجازت دے دی۔ آپ بلند چبوترے پر تشریف فرما تھے جب وہ لوگ داخل ہوئے تو سلام عرض کی لیکن امام عالی مقام نے نظرِ التفات نہ فرمائی اور نہ ان کے بیٹھنے کی اجازت دی پس وہ عرض گذار ہوئے حضور والا! پہلے دخول کی اجازت نہ ملنے کی سزا اب یہ بے توجہی فرمائیے ہماری خطا کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ سب کچھ تمہاری اپنی ہی بدولت ہے اور میں نے اپنے بزرگواروں حضرت رسالت مآبؐ اور حضرت امیر المومنینؑ اور ان کی اولادِ امجاد کی ہی پیروی کی ہے وہ سب تم پر ناراض ہیں۔ انہوں نے عرض کی آقائے نامدار فرمائیے تو سہی کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم نے علی بن ابی طالب علیہ السّلام کا شیعہ ہونے کا دعوےٰ کیا ہے حالانکہ علی کے شیعہ امام حسن۔ امام حسین سلمان۔ مقداد۔ ابوذر۔ عمار اور محمد بن ابوبکر جیسے لوگ تھے جنہوں نے علی کی کبھی مخالفت نہ کی تھی تم لوگ اکثر اوامر و نواہی میں علی کی مخالفت کرتے ہو تو کس منہ سے اس کے شیعہ کہلاتے ہو۔ البتہ تم اس کے محبّ موالی دوستوں کے دوست اور اس کے دشمنوں کے دشمن کہلاؤ لیکن ایسے بلند مرتبہ کا دعویٰ مت کرو جس پر تمہارا عمل تمہارے دعویٰ کی تصدیق نہ کر سکے ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ پس وہ عرض گذار ہوئے اے فرزندِ رسول! ہم معافی چاہتے ہیں اور بارگاہِ خداوندی میں توبہ کرتے ہیں۔ آئندہ ہم وہی کچھ کہیں گے جو آپ نے ہمیں تعلیم دیا ہے پس ہم لوگ آپ کے محبّ موالی ہیں آپ کے دوستوں کے دوست اور آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں آپ نے یہ سن کر ان کو مرحبا کہا اور فرمایا تم میرے بھائی اور دوست ہو۔ اوپر آ جاؤ یہاں تک کہ ان کو اپنے قریب بٹھایا اور دربان سے دریافت فرمایا کہ تو نے کتنی دفعہ ان کو میری ملاقات سے روکا ہے۔ اس نے عرض کی ساٹھ دفعہ تو آپ نے فرمایا اب تم پر فرض ہے کہ ساٹھ دفعہ ان پر میری طرف سے سلام کہو۔ کیونکہ انہوں نے توبہ و استغفار سے اپنے گناہوں کو دھو ڈالا ہے۔ اب یہ لوگ محبت و ولایت کی وجہ سے احسان کے مستحق ہیں۔ پس آئندہ ان کی اور ان کے بچوں کی دیکھ بھال کیا کرو اور سرکاری واجبات کی تقسیم کے وقت ان کا خاص خیال رکھا کرو اور ان کو کوئی تکلیف لاحق ہو تو سرکاری ذرائع سے اس کے رفع کرنے میں دیر نہ کیا کرو۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کے پاس ایک آدمی خوشی خوشی حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے خوشی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا کہ میں نے حضور کے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السّلام سے سنا تھا کہ انسان کو زیادہ خوشی اس دن کرنی چاہیے جب چند مومنوں

Presented by www.ziaraat.com

پر صدقات تقسیم کرے یا ان کو خیرات سے حصہ دے یا اُن کے حقوق ان تک پہنچائے چنانچہ آج میرے پاس دس مسکین مومن پہنچے جو اپنے عیال و اطفال کی بے کسی و بے بسی کا غم لے کر دور دراز سے میرے پاس حاضر ہوئے تھے اور میں نے اُن سب کی حاجت روائی کی اس لئے خوش ہوں۔ آپ نے فرمایا بے شک ایسے موقعہ پر انسان کی خوشی بجا ہے لیکن اس قسم کی نیکیوں کو ضائع ہونے سے بچانا بھی ضروری ہے اُس نے فوراً کہہ دیا حضور! میں ان نیکیوں کو کیسے ضائع کر سکتا ہوں میں تو آپ کا شیعہ ہوں۔ آپ نے فرمایا اے بندۂ خدا! تو نے تو اپنی سب نیکی برباد کر دی اُس نے عرض کی حضور والا وہ کیسے؟ تو آپ نے فرمایا تو نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا کہ اپنی نیکیوں کو احسان جتلا کر یا اذیت دے کر ضائع نہ کر دیا کرو۔ اُس نے عرض کی حضور! میں نے نہ ان کو احسان جتلایا اور نہ اُن کو کسی قسم کی اذیت دی تو آپ نے فرمایا اس جگہ احسان جتلانے کا یہ مقصد نہیں کہ صرف انہی لوگوں پر جتلایا جائے جن پر احسان کیا ہے بلکہ کوئی سی نیکی کر کے کسی پر احسان جتلانا اور کسی کو اذیت دینا سابقہ نیکیوں کی تلفی کا موجب ہوا کرتا ہے آپ نے فرمایا تم خود بتاؤ کہ تیرا اُن کو اذیت دینا زیادہ گناہ ہے یا تیرا مجھے اذیت دینا زیادہ گناہ ہے اُس نے عرض کی آپ کو اذیت دینا سخت گناہ ہے۔ تو آپ نے فرمایا تو نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں تمہارے خالص شیعوں میں سے ہوں یہ کہہ کر تو نے مجھے اذیت دی ہے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ ہمارا شیعہ کون کون ہے۔ ہمارا شیعہ خالص حزقیل مومن آلِ فرعون ہے۔ ہمارا خالص شیعہ مومن آلِ لیسین ہے۔ اسی طرح سلمان۔ مقداد۔ ابوذر اور عمار ہیں کیا تو ان کے برابر ہے؟ خبردار تو نے یہ دعویٰ کر کے ہمیں اور ملائکہ مقربین کو اذیت پہنچائی ہے اُس شخص نے فوراً توبہ و استغفار کا کلمہ زبان پر جاری کیا اور عرض کی آپ خود فرمائیں کہ میں آئندہ اپنے آپ کو کیا کہوں۔ آپ نے فرمایا محب و موالی کہلاؤ اور یہ کہلاؤ کہ ہم تمہارے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن ہیں۔ اُس شخص نے اعتراف کر لیا تو آپ نے فرمایا اب تیری تمام نیکیوں کا ثواب محفوظ ہے۔

ابو یعقوب اور علی بن سیار نقل کرتے ہیں کہ ایک رات ہم دونو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں ان کے بالاخانہ میں حاضر ہوئے شہر کا پولیس افسر اور اس کے حاشیہ نشین لوگ امام عالی مقام کا کافی احترام کرتے تھے اچانک پولیس افسر کا گذر اس گلی سے ہوا جو ایک ملزم کو جس کے ہاتھ رسن بستہ تھے ساتھ لے جا رہا تھا حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام نے جونہی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو افسر کی نگاہ پڑی پس وہ از راہ تعظیم سواری سے پیدل ہو گیا اور عرض کرنے لگا کہ میں نے اس ملزم کو ایک صراف کی دوکان کے دروازے پر سے گرفتار کیا ہے میرا یہ خیال ہے کہ نقب زنی اور چوری کے ارادے سے یہ وہاں موجود تھا اور میں اس قسم کے مشکوک آدمیوں کو پانچسو تازیانے کی سزا دیا کرتا ہوں چنانچہ اس کے متعلق بھی میرا یہی ارادہ تھا تاکہ قبل اس کے کہ اس کا کوئی سفارشی پہنچے اس کو کسی حد تک اپنے کئے کی سزا مل جائے لیکن اس شخص نے مجھے خدا کا واسطہ دے کر کہا کہ میں حضرت علی اور اس حاضر امام کے شیعوں میں سے ہوں جو حضرت قائم کا باپ ہے۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں ابھی امام عالی مقام کے دروازے سے تجھے ہمراہ لے کر گذروں گا اگر وہ تیرے شیعہ ہونے کا اعتراف کر لیں تو میں تجھے رہا کر دوں گا ورنہ تیرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ لوں گا اور اس سے پہلے ایک ہزار تازیانہ کی سزا بھی تجھے بھگتنی پڑے گی۔ اب اس

Presented by www.ziaraat.com

شخص کے متعلق اپنی رائے سے ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ یہ شخص قطعاً علی کا شیعہ نہیں ہے اور چونکہ یہ شخص اپنے دل میں اپنے شیعہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اسی لئے اللہ نے بطور سزا اس کو گرفتاری کی مصیبت میں مبتلا کیا ہے حاکم شہر نے عرض کی کہ بس میرا مسئلہ حل ہو گیا ہے اب اس کو صرف پانچسو تازیانہ ہی ماروں گا۔ چنانچہ دُور لے جا کر سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کو زمین پر لٹا کر دو آدمی بالمقابل اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو کر مارنا شروع کریں چنانچہ جب انہوں نے ملزم کو زمین پر لٹایا۔ اور ڈنڈے ہاتھوں میں لے کر مارنا شروع کیا تو بجائے اس کے کہ اُس ملزم کے جسم پر ڈنڈا لگے ان کی ضربیں زمین پر پڑتی تھیں۔ حاکم شہر پولیس افسر نے سپاہیوں پر ناراض ہو کر کہا کہ تم زمین پر ڈنڈے کیوں مارتے ہو۔ اس ملزم کے چوتڑوں پر مارو چنانچہ جب دوبارہ انہوں نے کوشش کی تو ان کے ڈنڈے ایک دوسرے پر پڑنے لگے اور ان کی چیخیں نکل گئیں پھر افسر پولیس نے غضبناک ہو کر کہا کہ کیا تم پاگل ہو گئے ہو کہ ایک دوسرے کو مارتے ہو۔ اس ملزم کو کیوں نہیں مارتے تو انہوں نے جواب دیا حضور والا! ہم تو ملزم کو ہی مارتے ہیں لیکن ہماری لاٹھیاں خود پھر جاتی ہیں۔ اس کے بعد اُس نے چار اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ تم سب چھ آدمی مل کر اس کو مارو اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر قریب کھڑا ہو گیا جب انہوں نے مارنا شروع کیا تو لاٹھیوں کا رُخ اوپر کی طرف ہو گیا اور افسر پولیس کو اس قدر ڈنڈے لگے کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کے بعد اُس نے اور سپاہی منگوائے لیکن ان کا بھی وہی حال رہا۔ اب اس حالت سے پولیس گھبرا گئی۔ پس اس ملزم نے کہا کہ مجھے اپنے امام کے پاس لے جاؤ اور جو وہ حکم دیں تم اس پر عمل کرو۔ چنانچہ وہ افسر پولیس بارگاہِ امام میں ملزم کو واپس لایا اور عرض کی حضور آپ نے تو اس کے شیعہ ہونے سے انکار فرمایا تھا لیکن ہم نے اس کے ایسے معجزات دیکھے ہیں جو انبیاء کے ہی ہو سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اُس نے شیعہ ہونے کا دعویٰ اگرچہ غلط کیا ہے لیکن اس نے شیعہ کا جو معنی سمجھ رکھا ہے اسی کے مطابق دعویٰ کیا ہے ورنہ اگر شیعہ کا صحیح معنی سمجھتا ہوتا اور پھر دیدہ و دانستہ جھوٹا دعویٰ کرتا تو تیری اس ساری سزا کا وہ مستحق ہوتا اور تیس برس کی قید بھی اس کو دی جاتی لیکن ہماری طرف نسبت کی وجہ سے اللہ نے اس پر رحم فرمایا ہے پس اسے چھوڑ دیجئے کیونکہ ہمارے موالیوں اور محبّوں میں سے ہے یہ سُن کر اُس پولیس افسر نے دریافت کیا کہ ہم تو محبت اور شیعہ کا معنی ایک ہی سمجھتے ہیں اُن کے درمیان فرق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہمارے شیعہ وہ ہیں جو اوامر و نواہی میں پوری طرح ہمارے حکم کے پابند ہوں لیکن جو لوگ بہت سے احکام میں ہماری مخالفت کریں۔ وہ ہمارے شیعہ نہیں ہوتے۔ پھر آپ نے حاکم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تو نے جو اس کی طرف معجزہ کی نسبت دی ہے۔ وہ سراسر جھوٹ ہے اگر تو نے جان بوجھ کر یہ جھوٹ بولا ہوتا تو خدا تمہیں ایک ہزار تازیانہ اور تیس برس کی قید کی سزا میں مبتلا کرتا یہ معجزات اس کے نہیں بلکہ ہمارے ہیں کہ خدا نے ہماری عزت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے یہ آیات ظاہر فرمائیں دیکھئے عیسیٰؑ کے ہاتھوں مردہ کا زندہ ہونا مردہ کا معجزہ نہیں بلکہ عیسیٰ کا معجزہ تھا اسی طرح مٹی سے پرندہ کا ہونا پرندے کا معجزہ نہیں بلکہ عیسیٰ کا معجزہ تھا۔ اسی طرح جو لوگ مسخ ہو کر بندر بن گئے یہ ان کا معجزہ نہیں بلکہ اس زمانے کے نبی کا معجزہ تھا پس افسر پولیس نے فوراً توبہ و استغفار کو زبان پر جاری کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

اس کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام اس ملزم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے بندۂ خدا تو علی کا شیعہ نہیں بلکہ علی کا محبّ ہے اور علی کے شیعہ وہ ہوتے ہیں جن کا توحید پروردگار پر ایمان پختہ ہو۔ اور حضرت رسالت مآبؐ کی اقوال و اعمال میں تصدیق کرتے ہوں اور حضرت علی کو افضل اُمّت مانتے ہوں اور اُن کا یہ عقیدہ ہو کہ اُمّت کا فرد فرد تو بجائے خود اگر پوری اُمت پیغمبر ترازو کے ایک پلڑے میں ہو اور علی دوسرے پلڑے میں ہو تو جس طرح پُورے آسمان و زمین کے مقابلہ میں ایک ذرّہ ہو۔ اسی طرح علی کے فضائل ومناقب کے مقابلہ میں وہ سب ایک ذرہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علی کے شیعہ اللہ کے راستہ میں موت کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ علی کے شیعہ اپنے نفسوں سے اپنے مومن بھائیوں کو ترجیح دیا کرتے ہیں۔ اور علی کے شیعہ شرعی اوامر ونواہی میں پُورے پابند ہوتے ہیں۔ غرضکہ توحید ونبوت و امامت کے صحیح عقائد کے بعد تمام فرائض کو ادا کرتے ہیں۔ اور تمام فرائض سے اہم دو فریضے ہیں (۱) مومن بھائیوں کے حقوق کی ادائیگی (۲) دشمنانِ دین سے تقیہ اس میں شک نہیں کہ شیعہ مذہب کا تقدس ہر دَور میں زبان زد عوام رہا ہے۔ ابوالاعلیٰ مودودی جیسے انسان نے بھی خلافت و ملوکیت میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام کی جماعت کا نام ہی شیعہ ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں" حامیانِ علی کا گروہ ابتداء میں شیعانِ علی کہا جاتا تھا بعد میں اصطلاحًا انہیں صرف شیعہ کہا جانے لگا۔ خلافت و ملوکیت صفحہ ۲۱۰ اور ہم نے کتاب مذکور کے جواب میں "امامت و ملوکیت" لکھی ہے جس میں شیعہ مذہب کی نہایت نازک دور سے گذر کر ہم تک پہنچنے کی کیفیت پر روشنی ڈالی ہے اور مذہب شیعہ پر غلط الزامات کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ اور اُن کو اُن ہی کے مسلمات کی روشنی میں جمہوریت کی غیر شرعی حیثیت سے آگاہ کیا ہے۔ اور واضح کیا ہے کہ شیعہ ایک اصول پرست جماعت ہے۔ جو مشکل سے مشکل تر مقامات میں بھی کسی قیمت پر حق وصداقت کا ساتھ چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتی اور شیعہ کا کردار اس قدر ستھرا اور بلند ہوتا ہے کہ وہ کٹنا جانتے ہیں لیکن صراطِ مستقیم سے ہٹنا نہیں جانتے وہ کسی دَور میں بھی اقتدار کے ساتھ اپنے اُصول کی سودا بازی نہیں کرتے بلکہ وہ اقتدار پر لات مارنا آسان سمجھتے ہیں لیکن حق وصداقت کے اُصولوں کو چھوڑنا ہرگز گوارا نہیں کرتے لہذا ہر شیعہ نوجوان پر ضروری ہے کہ ہماری کتاب "امامت و ملوکیت" اپنے پاس رکھے اور اس کا مطالعہ کرے۔

(کتاب امامت و ملوکیت [illegible])

نیز ہم نے شیعہ مذہب کے اوصاف واطوار اور افعال وکردار پر آئمہ طاہرین علیہم کے اقوال کی روشنی میں تفسیر ہذا کی جلد ۲ میں از صفحہ ۱۷۰ تا صفحہ ۱۷۹ مفصل بیان سپرد قلم کیا ہے جس کا مطالعہ آئینہ ایمان وعرفان میں جلاء نو بخشتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا ذکر

قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَاذَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۸۶﴾ اَئِفۡكًا اٰلِهَةً

اس نے کہا اپنے باپ اور قوم کو کس کی عبادت کر رہے ہو؟ کیا ازراہ بہتان اللہ کے سوا

قَالَ لِاَبِيۡهِ۔ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تارخ تھا جو پکا مومن تھا اور یہ آذر آپ کا چچا تھا جو بت تراش اور بت پرست تھا آپ نے چونکہ چچا کے ہاں تربیت پائی تھی اس بنا پر اُن کو باپ کہہ کر پکارتے تھے اور چچا پر باپ کا اطلاق قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی ہے

Presented by www.ziaraat.com

جس طرح نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ الخ میں اسمٰعیل حضرت یعقوب کا چچا تھا لیکن اس کو آباء میں شامل کیا گیا جو اب کی جمع ہے اور تفسیر کی جلد نمبر ۹ ص۱۴۶ و ص۲۲ و ج ۵ ص۲۳۱ پر یہ بیان گذر چکا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ اپنی قوم کو بت پرستی سے روکتے تھے اور وہ لوگ آپ کو اپنے ہمراہ شرک کی دلدل میں پھنسانے کے درپے تھے آپ کھلے طور پر واضح الفاظ میں اُن سے کہتے تھے کہ تمہارا ان بتوں کی پرستش کرنا انتہائی بے ہودہ حرکت ہے کیونکہ عبادت کا سزاوار صرف اللہ ہی ہے جو ہر ایک کا خالق رازق اور محسن ہے اور وہی ربّ العالمین ہے سال بھر میں انہوں نے ایک خاص دن مقرر کیا ہوا تھا جس میں سب خورد و کلاں زن و مرد اور امیر و غریب اکٹھے ہوتے اور بت پرستی و شرک کی خاص رسوم ادا کرتے تھے جس طرح پیر پرستی کی رسم بد کو فروغ دینے کے لئے آج تک عرس کے نام سے سال بھر میں ایک تہوار منایا جاتا ہے جس میں سارے پیر پرست لوگ اکٹھے ہو کر غیر اللہ کو قبلۂ حاجات قرار دیتے ہوئے شرک کرنے میں ایک دوسرے کا دل بڑھاتے ہیں اور اپنے فرضی پیر کے متعلق غلط سلط افسانے بیان کر کے اپنے مشرکانہ کردار کو باعثِ تقرب خداوندی قرار دیتے ہیں۔ اور اس قسم کی تقریبات کے لئے معین کردہ دن پیر و مرید سب کے لئے عید کا تہوار ہوتا ہے جب نمرودیوں نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنے تہوار میں شرکت کی دعوت دی تو آپ نے ستاروں پر ایک نظر دوڑائی وہ سمجھے کہ آپ علم نجوم کے ذریعے ہمارے مسلک کی تائید کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اُن کے

(رسمِ عرس)

دُوۡنَ اللّٰهِ تُرِيۡدُوۡنَ ﴿۸۷﴾ فَمَا ظَنُّكُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۸﴾

خداؤں (کی عبادت) کا ارادہ کرتے ہو تو ربّ العالمین کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

فَنَظَرَ نَظۡرَةً فِى النُّجُوۡمِ ﴿۸۹﴾ فَقَالَ اِنِّىۡ سَقِيۡمٌ ﴿۹۰﴾

پس ستاروں میں ایک نظر کی تو کہا کہ میں بیمار ہوں

فَتَوَلَّوۡا عَنۡهُ مُدۡبِرِيۡنَ ﴿۹۱﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمۡ فَقَالَ

پس پیٹھ دکھا کر اس سے چلے گئے تو ان کے خداؤں کی طرف پلٹ کر کہا

اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۹۲﴾ مَا لَـكُمۡ لَا تَنۡطِقُوۡنَ ﴿۹۳﴾ فَرَاغَ عَلَيۡهِمۡ

تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ پس پلٹا ان پر کر دائیں

ضَرۡبًۢا بِالۡيَمِيۡنِ ﴿۹۴﴾ فَاَقۡبَلُوۡۤا اِلَيۡهِ يَزِفُّوۡنَ ﴿۹۵﴾ قَالَ

ہاتھ سے انکو توڑنا شروع کر دیا تو وہ دوڑتے ہوئے اس کی طرف آئے کہا ان کی

اَتَعۡبُدُوۡنَ مَا تَنۡحِتُوۡنَ ﴿۹۶﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۷﴾ قَالُوا

عبادت کرتے ہو جن کو خود تراشتے ہو؟ حالانکہ اللہ نے تم کو پیدا کیا اور جن کو تم بناتے ہو کہنے لگے

خلافِ توقع آپ نے ان کی تقریب میں شرکت سے معذوری کا اظہار فرمایا یہ کہہ کر میں بیمار ہوں جس سے وہ یہ سمجھے کہ علم نجوم کے ذریعے سے ان کو اپنی بیماری کا علم ہوا ہے لہذا ہماری عید یا عرس میں شریک ہونے سے قاصر ہیں پس وہ آپ کی معذرت کو سن کر واپس چلے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارگانِ سماوی پر نظر دوڑا کر توحید پروردگار کے لئے ناقابلِ تردید برہان اُن کے لئے فراہم کی تھی کہ طلوع وغروب کرنے والے اجرام قابلِ عبادت نہیں ہو سکتے بلکہ لائق پرستش وہ خدا ہے جو اِن سب کا خالق ہے جس طرح سورہ انعام میں یہ استدلال تفصیل سے گذر چکا ہے جلد نمبر ۵ صفحہ ۲۳۳ ملاحظہ ہو۔

اور یقیناً دلیل و برہان کی روشنی میں توحید پروردگار کا عقیدہ رکھنے والے کے لئے مشرکوں اور بت پرستوں کی بے ہودہ خلافِ شرع تقریبات اور اُن کے عرسوں اور میلوں میں شریک ہونا روحانی بیماری کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا گویا اجرام سماویہ کا تغیر و انقلاب توحید پروردگار کا درس دیتا ہے۔ اور مشرکانہ تہواروں میں شرکت روحانی بیماری کا پیش خیمہ ہے۔ اِسی بنا پر تفسیر مجمع البیان میں بروایت عیاشی حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ نہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بیمار تھے اور نہ اُن کا یہ عذر جھوٹا تھا پس وہ اپنے مقام پر سچے بھی تھے اور بیمار بھی نہ تھے البتہ آپ نے بات ایسی کہی جس سے نمرودی جماعت یہ سمجھی کہ آپ بیماری کا عذر پیش کر رہے ہیں۔

مسئلہ۔ ابوالحسن شعرانی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں کلدانیوں میں علم نجوم کا خاصہ چرچا تھا اگرچہ اس علم پر ان کے پاس کوئی دلیل خاص نہ تھی تاکہ اس کے نتائج کو حجت قرار دیا جا سکے اور بعض علما نے اس کے سیکھنے اور سکھانے کو حرام قرار دیا ہے اور صحیح نظریہ یہ ہے کہ اس کا پڑھنا پڑھانا جائز ہے ہاں اس کے فیصلوں پر یقین رکھنا ناجائز ہے یعنی ان کو شرعی حیثیت دینا غلط بلکہ ناجائز ہے۔

القصہ۔ جب نمرودی جماعت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شرکت سے مایوس ہو کر چلی گئی تو آپ کو موقعہ مل گیا پس فوراً اُن بتوں کے پاس پہنچے اور ازراہِ تحقیر اُن سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ پس اس کے بعد اپنی قوت سے اُن پر پل پڑے اور ان کو توڑ مروڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ وہ کمزور لوگ جو عید منانے کے لئے باہر نہ جا سکے تھے یا جن کو بتوں کی حفاظت کے لئے چوکیداری کے فرائض سونپے گئے تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو نہ روک سکتے تھے بلکہ اپنے معبودوں کی بے بسی و بے کسی کو تماشائیوں کی طرح دیکھتے رہے لیکن بازپرس اور جواب طلبی کا اُن کو ڈر تھا پس قوم کی واپسی سے پہلے یہ لوگ بقصدِ اطلاع اُن کو راستہ میں جا ملے اور بچشم گریاں اپنے خداؤں کی مظلومیت کی داستان اُن کو سنا دی پس یہ خبر سنتے ہی وہ لوگ گھروں کو جانے کے بجائے سیدھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر کی طرف دوڑ کر آئے اور کہنے لگے کہ تم نے ہمارے خداؤں کو کیوں توڑا ہے؟ تو آپ نے نہایت متانت سنجیدگی اور حوصلہ سے اُن کو سمجھایا کہ یہ بت تمہارے اپنے بنائے تراشے ہوئے ہیں یہ ہرگز ہرگز پرستش کے لائق نہیں ہیں نہ انہوں نے تم کو پیدا کیا نہ رزق دیا اور نہ کچھ اور کر سکتے ہیں پھر تم کیوں ان کی پرستش کر کے گمراہ ہوتے ہو جس اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے اور ان پتھروں کو بھی

Presented by www.ziaraat.com

اسی نے ہی پیدا کیا پس وہی لائق عبادت ہے اور وہ ہر نفع ونقصان کا مالک ہے۔

ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ۔ یمین کا معنی دایاں ہاتھ یا طاقت کیا جاسکتا ہے۔ یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے ان کو توڑنا شروع کر دیا۔ یا یہ کہ اپنی قوت وطاقت سے ان پر حملہ کر دیا اور توڑ پھوڑ دیا اور کام اگرچہ دو نو ہاتھوں سے کیا جاتا ہے لیکن چونکہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ سے قوی تر ہوتا ہے یا یہ کہ اچھے اور عمدہ کام دائیں ہاتھ کے سپرد کئے جاتے ہیں جیسے کھانا پینا وغیرہ اور طہارت واستنجا وغیرہ بائیں ہاتھ کے سپرد ہوتا ہے اس لئے بھی دائیں ہاتھ کو بائیں پر فوقیت وافضلیت حاصل ہے پس پورا کام دائیں ہاتھ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی بت شکنی کو بھی ضرب یمین (دائیں ہاتھ کی مار) کی طرف نسبت دی گئی۔

یَزِفُّوْنَ۔ زفیف سے ہے اور یہ شتر مرغ کی اس چال کو کہتے ہیں جو چلنے اور دوڑنے کے بین بین ہو اور اس جگہ مراد تیز چلنا ہے یعنی وہ لوگ خبر سنتے ہی فوراً حضرت ابراہیمؑ کے گھر پہنچے اور ان کو مقام حادثہ پر یعنی بت کدہ میں لے گئے اور مصروف تفتیش ہوئے کہ کیا تم نے ہمارے معبودوں کو توڑا ہے؟ تو آپ نے جواب سے پہلو تہی کرتے ہوئے کلام کا رُخ موڑ دیا اور فرمایا کہ تمہارے معبود وہ ہیں جن کو تم خود اپنے ہاتھوں سے تراش کر بناتے ہو اور کیا خود ساختہ پتھر بھی لائق پرستش ہو سکتے ہیں؟ اور حقیقت یہ ہے کہ تم کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے اور ان پتھروں کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے۔ لہذا عبادت کا سزاوار تو وہی ہونا چاہیے جو سب کا خالق ہے۔

اِبْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿٩٧﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ	ابنوا لہٗ۔ چونکہ کفار کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے استدلالی بیان کا جواب نہیں تھا تو انہوں نے بجائے اس کے کہ اپنی رسوم بد یا عقیدۂ
اس کے لئے چار دیواری بناؤ پس اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو پس انہوں نے اس کے لئے	
كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ	
سزائے موت تجویز کی اور ہم نے ان کو پست (ناکام) کر دیا اور کہا (ابراہیمؑ) میں اپنے رب کی	

فاسدہ کو چھوڑ کر اسلام کے حلقہ بگوش ہو جاتے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اپنے زمانہ کی فوجی عدالت کے حوالے کر دیا اور مقدمہ کی سرسری سماعت کے فوراً بعد فیصلہ سنا دیا گیا کہ پتھر گارے سے بیس بیس ہاتھ لمبی چوڑی چار دیواری جس کی بلندی تیس ہاتھ ہو مکمل کرائی جائے اور اس کو خشک لکڑیوں سے پُر کر کے آگ لگائی جائے اور پھر اس بھڑکتی ہوئی آگ میں اُوپر سے ابراہیم کو پھینک دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو انتظامات کی تکمیل کے عرصہ تک زیر حراست رکھا گیا اور آخر کار منجنیق کے ذریعے سے اُن کو اس آگ میں ڈال دیا گیا۔ حضرت ابراہیم کی بت شکنی اور پھر سزائے موت اور آگ کا گلزار ہونا ج ۹ میں ص۲۲۱ تا ص۲۲۳ پر مفصل گذر چکا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا ۔ یعنی ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے لئے مکر سوچا یعنی سزائے موت تجویز کی لیکن ہم نے اس کو بچالیا اور سزا دینے والوں کے مکر و فریب کا پردہ چاک کر کے ان کو ذلیل و پست کر دکھایا۔ اُس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام وہاں سے ہجرت کر کے شام و اُردن کی طرف چلے گئے

حضرت ابراہیم کی ہجرت

تفسیر برہان میں بروایت کلینی حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصلی آبائی وطن جہاں آپ کی ولادت ہوئی کوثی ربا تھا (فیروز آبادی نے کہا ہے کہ یہ عراق کی سرزمین میں ہے غالباً کوفہ کا نواح مراد ہے) اور حضرت ابراہیم کی والدہ اور حضرت لوط کی والدہ دونو سگی بہنیں تھیں اور اُن کے باپ کا نام لاج تھا اور وہ بھی عہدۂ نبوت پر فائز تھا اور جناب سارہ آپ کی خالہ زاد تھی جو کافی مالدار اور خوشحال عورت تھی اور اپنے علاقہ کی بڑی زمیندار و جاگیردار تھی پس حضرت ابراہیم کے عقد میں آتے ہی اُس نے اپنا سارا مال و متاع اُن کے ہی حوالے کر دیا تھا چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے کافی محنت کر کے زمین کو زیادہ سے زیادہ زرخیز بنا دیا اور مالداری میں بھی کافی ترقی کی چنانچہ علاقہ بھر میں ان کا مالی وقار بہت بلند ہو گیا جب آپ پر بت شکنی کا مقدمہ چلایا گیا اور اس کے نتیجے میں آپ کو سزائے موت ہوئی اور آگ میں ڈالے گئے لیکن بحکم پروردگار آگ گلزار ہوئی اور آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا تو نمرودی حکومت نے آپ کے ملک بدر کرنے کا حکم جاری کر دیا اور آپ کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ کو بحق سرکار ضبط کرنے کا آرڈر بھی جاری کر دیا گیا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اپیل پر آپ کو منقولہ املاک واپس کر دی گئیں (جیسا کہ ج ۹ میں مذکور ہے) پس آپ نے ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی اور حضرت لوط اور سارہ آپ کے ساتھ ہجرت کرنے میں شریک سفر تھے۔ آپ نے حضرت سارہ کے لئے ایک تابوت بنوایا اور پردہ داری کے پیش نظر ان کو تابوت میں بٹھا کر اس کا دروازہ بند کر دیا اور اُوپر کپڑے کا پردہ ڈال لیا جب نمرود کی عملداری سے نکل کر ملک شام کی سرحدوں پر پہنچے جہاں اُس زمانہ میں ایک قبطی حکمران تھا جس کا نام عزارہ تھا سرحد پر پہنچتے ہی کسٹم کے عملے نے روک کر تلاشی شروع کر دی چنانچہ اُس نے تابوت کے کھولنے پر اصرار کیا حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اسی طرح بند تابوت کا وزن کر کے سونے یا چاندی کے حساب سے میں اس کا کسٹم ۱/۱۰ حصہ دینے کو تیار ہوں لیکن اُس نے زبردستی تابوت کو کھول دیا کسٹم آفیسر نے جب اس میں ایک برقعہ پوش عورت دیکھی تو اس کی حیرت کی حد نہ رہی۔ ازراہِ استعجاب۔ پوچھنے لگا کہ یہ کون ہے؟ آپ نے جواب دیا میری خالہ زاد ہے اور میری بیوی ہے اُس نے اعتراض کیا کہ اگر ایسا ہو تا تو آپ کو اس کے چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ نے فرمایا پردہ کی پابندی کے لئے ازراہِ غیرت میں نے یہ اقدام کیا ہے۔ کسٹم آفیسر نے کہا جب تک میں بادشاہ کو اطلاع دے کر اس سے حکم ثانی نہ حاصل کر لوں آپ کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ چنانچہ اطلاع پہنچتے ہی بادشاہ نے حکم بھیجا کہ وہ تابوت میری طرف بھیج دیا جائے پس حضرت ابراہیم کو تابوت اور دوسرے سب مال و متاع کے ساتھ بادشاہ کے پاس بھیج دیا گیا بادشاہ نے جب تابوت کھولنے کا حکم دیا تو حضرت ابراہیم نے فرمایا میں بطیب خاطر اپنا تمام مال و متاع بطور فدیہ کے پیش کرتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ اس تابوت کے کھولنے کے حکم کو منسوخ کیا جائے لیکن بادشاہ

Presented by www.ziaraat.com

نے نہ مانا اور زبردستی تابوت کھولا گیا۔ جب بادشاہ نے جناب سارہ کی طرف ہاتھ بڑھانے کی جرأت کی تو حضرت ابراہیمؑ نے ازراہِ غیرت منہ پھیر لیا اور بارگاہِ خداوندی میں اپنی مظلومانہ فریاد پہنچائی۔ چنانچہ بادشاہ کا ہاتھ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ بادشاہ نے کہا اے ابراہیم! کیا یہ کام تیرے خدا نے کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں بے شک میرا خدا غیور ہے۔ بادشاہ نے کہا میرے لئے دعا کرو اگر میرا ہاتھ ٹھیک ہو جائے تو میں آپ کے درپے ایذا نہ ہوں گا پس آپ نے دعا کی اور اس کا ہاتھ درست ہو گیا لیکن پھر اس نے نیّت بد سے دستِ درازی کا ارادہ کیا تو حضرت ابراہیم نے منہ پھیر کر بارگاہِ خداوندی میں دوبارہ درخواست کی چنانچہ اس کا ہاتھ پھر شل ہو گیا۔ اور عرض کرنے لگا کہ اے ابراہیم! واقعی تیرا خدا بھی غیور ہے اور تو بھی غیور ہے۔ اب دعا کیجئے کہ میرا ہاتھ ٹھیک ہو جائے پھر میں کوئی غلط حرکت نہیں کروں گا۔ حضرت ابراہیم نے دعا مانگی۔ اے پروردگار! اگر یہ بادشاہ سچی نیت سے کہہ رہا ہے تو اس کو تندرستی عطا فرما پس وہ ٹھیک ہو گیا۔ اور حسب وعدہ اس نے حضرت ابراہیمؑ سے کسٹم اور ٹیکس وغیرہ بھی معاف کر دیا اور بڑی عزّت سے پیش آیا اور حدود ملک میں جہاں چاہے کسی پابندی کے بغیر آپ کو سفر کرنے یا قیام کرنے کی کھلی اجازت دے دی اور نہایت لجاجت سے عرض کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی زوجہ محترمہ کے لئے ایک پاکباز دانا حسینہ وجمیلہ لڑکی بطور خادمہ کے پیش کروں جو خاندانِ قبط سے تعلق رکھتی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم کی اجازت سے اس بادشاہ نے جناب ہاجرہ کو کنیزی کے طور پر جناب سارہ کے لئے پیش خدمت کیا چنانچہ حضرت ابراہیم وہاں سے بصد عزو احترام روانہ ہوئے۔ خود بادشاہِ مملکت اُن کی مشایعت میں اپنے مخصوص عملے کے ساتھ آپ کے پیچھے پیچھے تھا تو خدا کی جانب سے وحی ہوئی کہ بادشاہِ وقت کا پیچھے چلنا مناسب نہیں بلکہ آپ اس کے پیچھے چلیں کیونکہ زمین میں نیک یا بد حکمران کا وجود ضروری ہوا کرتا ہے۔ اور ظاہرداری کے لحاظ سے آپ پر ضروری ہے کہ اُس کا احترام واکرام کرتے ہوئے اُس کو آگے چلنے کی دعوت دیں تاکہ اس کا رُعب ووقار قائم رہے چنانچہ حضرت ابراہیم کے قدم رُک گئے اور بادشاہ کو آپ نے آگے چلنے کی فرمائش کی کہ مجھے اللہ کی طرف سے ایسا کرنے کا حکم ہوا ہے۔ بادشاہ نے سنتے ہی کلمۂ اسلام زبان پر جاری کیا اور تسلیم کر لیا کہ واقعی اللہ حلیم وکریم اور مہربان ہے۔ پس کچھ دور جا کر بادشاہ نے ابراہیم کو الوداع کیا اور واپس پلٹا۔ آپ نے حضرت لوطؑ کو شام کی ابتدائی حدود میں ٹھہرایا اور آپ نے آگے بڑھ کر وہاں سے دُور کچھ فاصلہ پر قیام فرمایا وہاں کافی عرصہ رہنے کے بعد بھی آپ کے ہاں اولاد نہ ہوئی تو ایک دن آپ نے جناب سارہ سے خواہش فرمائی کہ میری تم سے اولاد اب تک نہیں ہوئی اگر مجھے اپنی رضا ورغبت سے ہاجرہ دے دیں تو ممکن ہے خدا اس کے بطن سے مجھے اولاد عطا فرمائے اور ہماری خانہ آبادی اور تسکین رُوح کا سامان مہیا بھی ہو جائے۔ اور وہ ہمارا قائم مقام بھی ہو۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کے کہنے پر جناب سارہ نے اپنی رضامندی سے جناب ہاجرہ کو آپ کے حوالہ کر دیا اور اس طرح سے جناب ہاجرہ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے حرم بننے کا شرف پایا اور خداوند کریم نے ان کے بطنِ اقدس سے حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کو پیدا کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

رَبِّ هَبْ لِیْ - جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام ہجرت کرکے زمین شام میں پہنچے تو جناب سارہ اور حضرت لُوط بھی آپ کے ہمراہ تھے اور چونکہ اللہ کے حکم کے ماتحت آپ نے نمرود کی عملداری سے ہجرت فرمائی تھی اِس لئے فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں یعنی یہاں سے ہجرت کرکے ایسی جگہ جاؤں گا جہاں خدا چاہے گا اور اس سے آپ کی مراد ارض مقدس تھی اور یہاں پہنچ کر آپ نے اُپنے لئے طلب فرزند کی دعا مانگی۔

حضرت ابراہیمؑ کو فرزند کی بشارت

فَبَشَّرْنَاہُ - جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو فرزند کی بشارت ہوئی تو اُس وقت آپ کی عمر سو برس کے قریب تھی اور سارہ کی عمر ۹۰ سال یا اس کے لگ بھگ تھی اور اس کا ذکر جلد ۷ صفحہ ۲۳۱ پر گذر چکا ہے اور ایک روایت میں

إِلَىٰ رَبِّي	سَيَهْدِينِ ﴿١٠٠﴾	رَبِّ	هَبْ لِي	مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٠١﴾	
طرف جانیوالا ہوں	وہ میری راہبری کریگا	اے رب	مجھے عطا کر	(اولاد)	نیک

ابراہیم کی عمر ۹۸ اور سارہ کی عمر ۹۹ برس مذکور ہے ج ۱۱ ص ۹۵ - تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب آپ ہجرت کرکے علاقۂ شام میں پہنچے تو اللہ سے دعا مانگی کہ مجھے حضرت سارہ کے بطن سے صالح فرزند عطا فرما چنانچہ جب فرشتے حضرت لوط کی قوم کو غرق کرنے کے لئے حضرت ابراہیم کے پاس سے گذرے اور آپ کے ہاں ایک رات بصورت مہمان ٹھہرے تو آپ کو حضرت اسحاق کی ولادت کی خوشخبری بھی سناتے گئے۔ اور اسی تفسیر میں بروایت عیاشی برید بن معاویہ عجلی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل و اسحٰق کی ولادتوں کی جو بشارت دی گئی ان دو نو بشارتوں کے درمیان کا عرصہ کس قدر تھا تو آپ نے فرمایا کہ درمیان میں پانچ سال کا فاصلہ تھا کہ بَشَّرْنَاہُ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ یعنی ہم نے اس کو باوقار اور صاحبِ حلم فرزند کی خوش خبری دی اور اس سے مراد حضرت اسماعیل ہے اور یہی پہلی بشارت ہے۔ اور اس کے بعد حضرت اسحٰق کی بشارت دی گئی۔ اور جب حضرت اسحاق تین برس کے ہوئے تو ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت اسحاق باپ کی گود میں تھے کہ ادھر سے اسماعیل بھی آگئے اور انہوں نے اسحاق کو باپ کی گود سے دھکیل کر خود ان کی جگہ لے لی حضرت سارہ اپنی آنکھوں سے اس صورتِ حال کو دیکھ رہی تھیں تو انہوں نے حضرت ابراہیم سے عرض کی کہ مجھ سے یہ برداشت ہرگز نہ ہوگا کہ ہاجرہ کا بیٹا میرے بیٹے کو آپ کی گود سے ہٹا کر خود اس کی جگہ لے لے لہذا آج کے بعد میرا اور ہاجرہ کا ایک جگہ گذارا نہیں ہو سکتا پس ان کو یہاں سے نکال دیجئے

حضرت ابراہیم جناب سارہ کی بہت قدر کرتے تھے کیونکہ وہ اولاد انبیاء سے تھی اور رشتہ میں بھی وہ آپ کی خالہ زاد تھی پس حضرت ابراہیم جنابِ سارہ کے پرزور مطالبہ کی بنا پر جناب ہاجرہ اور اسمعیل کو مکہ میں چھوڑ گئے اور اس کی مفصل داستان تفسیر کی دوسری جلد صفحہ ۱۰۰ (دوسرا ایڈیشن) میں مرقوم ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسمٰعیل حضرت اسحٰق سے ۱۳ سال بڑے تھے ج صفحہ ۱۶۴ پر ملاحظہ ہو۔

Presented by www.ziaraat.com

بِغُلَامٍ حَلِيمٍ - یعنی باوقار فرزند حلیم کا معنی باوقار اور کسی کام میں جلد بازی نہ کرنے والا اور انسانی اچھی صفات میں سے حلم کا درجہ بہت بلند ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ - یعنی جب باپ کے ساتھ کاروبار میں شریک ہونے کی حد کو پہنچے اور منقول ہے کہ اس وقت ان کی عمر تیرہ برس تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کو فرزند کے ذبح کرنے کا حکم

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ

پس ہم نے اس کو خوشخبری دی حلیم فرزند کی — تو جب پہنچا وہ اس کے ساتھ کام کرنے کی حد کو (جوانی کو)

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا

تو کہا اے فرزند گرامی! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کرتا ہوں — پس دیکھ تیری کیا رائے

تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ

ہے — اس نے کہا اے ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ کیجئے — مجھے اگر اللہ نے چاہا تو آپ

مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَ

صبر کرنیوالوں سے پائیں گے — پس جب دو نو جھک گئے (حکم پروردگار کے سامنے) اور اسکو منہ کے بل لٹایا

اَرٰى فِي الْمَنَامِ - رویت کے پانچ معانی کئے جاتے ہیں۔ ۱۔ دیکھنا ۲۔ جاننا ۳۔ گمان کرنا ۴۔ اعتقاد رکھنا ۵۔ رائے قائم کرنا اس مقام پر پہلا معنی ہی مراد لیا جا سکتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کرتا ہوں۔ اور علامہ طبرسیؒ نے اس کا حل یہ پیش کیا ہے کہ بہتر توجیہ اس طرح کی جائے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی کی ہو کہ میں تجھے خواب میں جو حکم دوں گا عالم بیداری میں اس پر عمل کرنا تیرے اوپر واجب ہوگا اس لئے کہ انبیاء کے خواب صحیح ہوا کرتے ہیں کیونکہ جب تک عالم بیداری میں بذریعہ وحی یہ تصریح موجود نہ ہو تو عالم خواب میں دیکھی ہوئی چیز کو جامۂ حقیقت پہنانا مشکل ہے۔ اور انبیاء کے خواب کو اگرچہ وحی قرار دیا جانا بعید نہیں تاہم عالم ظاہر میں ان پر یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ تمہارا خواب وحی پروردگار ہوگا۔ اور بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ انبیاء کے خواب دو قسموں کے ہوا کرتے ہیں ایک یہ کہ آئندہ ہونے والی چیز کو بعینہٖ خواب میں دیکھیں جس طرح فاتحانہ صورت میں مکہ میں جانا رسول اللہ کو خواب میں دکھایا گیا۔ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ اور دوسرے یہ کہ بعد میں ہونے والی چیز خواب میں دیکھے ہوئے واقعہ کی تاویل ہو جس طرح حضرت یوسف کا اپنے لئے سورج چاند اور گیارہ ستاروں کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھنا اور اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب دوسری قسم سے تھا۔ یعنی ایک ایسا امر دیکھا جس کی تعبیر فرزند عزیز کا ذبح کرنا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

مَاذَا تَرٰی - جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند سے پوچھا کہ میں نے عالم خواب میں تجھے ذبح کرتے دیکھا ہے یعنی عالم خواب میں جو کچھ دیکھا ہے اُس کی تعبیر تجھے ذبح کرنا ہے تو اس میں تیری کیا رائے ہے پس فوراً فرزند ارجمند نے جواب دیا کہ آپ کو جو حکم ہوا ہے اس پر عمل کیجئے۔ میں انشاء اللہ صبر کروں گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند سے یہ نہیں کہا تھا کہ مجھے تیرے ذبح کرنے کا حکم ملا ہے بلکہ فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے لیکن فرزند نے جواب دیا کہ آپ کو جو حکم ملا ہے اُس پر بلا دریغ عمل کیجئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اولاد کو بھی یہ علم تھا کہ اُن کا خواب عام خوابوں کی طرح نہیں بلکہ حکم پروردگار ہوتا ہے جبھی تو باپ کو بھی عمل کی ترغیب دی اور حکم خداوندی کے سامنے سر کٹوانے کے لئے خود بھی تیار ہو گئے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خواب کو حکم خداوندی سمجھتے تھے تو اس کی تعمیل کے لئے اپنے فرزند سے مشورہ لینے کا انتظار کیوں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے لختِ جگر کو ذبح کرنے کے لئے تو فوراً تیار ہو گئے اور ذبح کرنے میں مشورہ لینے سے بھی وہ بے نیاز تھے لیکن جس بیٹے کو ذبح کرنا تھا آخر اس کو بھی تو بتانا تھا اور اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ سختی سے اس کو اپنے آگے لگا لیتے اور کہتے چلو میں حکم پروردگار کے ماتحت تمہیں ذبح کرنا چاہتا ہوں اور حضرت ابراہیم کے لائق فرزند سے یہ بعید ہے کہ وہ انکار کرتے بلکہ سرِ تسلیم کو خم کرکے وہ یقیناً ذبح ہونے کے لئے تیار ہو جاتے لیکن حضرت ابراہیمؑ نے انسانی ہمدردی بلکہ شفقتِ پدری کو ملحوظ رکھتے ہوئے دوسرا طریقہ اختیار فرمایا کہ اُسے اپنے مقصود سے ایسے نرم لہجہ اور مستحسن طریقہ سے مطلع فرمایا کہ ایک طرف ان کے ذہن میں زبردستی ذبح ہو جانے کا تصوّر بھی نہ آیا اور دوسرے اُن کو اس امتحان میں عمداً شریک ہونے کا موقعہ بھی مل گیا پس اپنے اختیار سے اُنہوں نے حکم پروردگار کے سامنے گردن کٹوانے کا ارادہ کر لیا تو جہاں ایک طرف اس امتحان کی کامیابی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عہدۂ امامت کی پیش کش ہوئی وہاں دوسری طرف ان کو ذبیح اللہ کی سند عطا ہوئی پس گویا اپنے فرزند کے سامنے اس حقیقت کا اظہار مشورہ لینے کے لئے نہیں تھا بلکہ ان کو اس امتحان کے لئے تیار ہونے کی دعوت کا بہانہ تھا ورنہ اگر سچ مچ مشورہ لینا مقصود ہوتا تو ذبح ہونے والے سے مشورہ لینا بے محل تھا۔ اپنی بیوی یا دوسرے افراد خاندان کو طلب کرکے سب سے رائے دریافت کی جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہوا نیز قربانی کے لئے ذبح کئے جانیوالے حیوان پر بھی سختی کرنا اچھا نہیں ہوتا تو بیٹے کو قربان کرنے کے لئے اس پر سختی کیسے روا ہو سکتی تھی؟ پس نرم لہجہ میں بیٹے سے بات کی کہ مجھے اللہ نے تیرے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تیری کیا رائے ہے؟ اور آپ کے فرزند نے بھی اس حقیقت کو جان لیا کہ آپ مجھے حکم خداوندی سے مطلع فرما رہے ہیں لہٰذا سرِ تسلیم خم کرکے فوراً باپ کی ہاں میں ہاں ملا لی۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا - یعنی دونو جب امرِ پروردگار کے سامنے جھک گئے اور یہ اس حکم کا نتیجہ ہے جو پارۂ اول میں گذر چکا ہے اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ - یعنی جب اُس (ابراہیمؑ) کو اپنے پروردگار نے فرمایا اَسْلِمْ (جھک جا) تو ابراہیمؑ نے جواب دیا۔ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (میں عالمین کے پروردگار کے آگے جھک چکا ہوں) یعنی اس کے ہر حکم کو بلا چون وچرا تسلیم کرکے اس پر بلا دریغ عمل کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی ساری اولاد کو اور حضرت یعقوب نے بھی اپنی اولاد کو وصیت

Presented by www.ziaraat.com

کی تھی کہ تمہارے لئے اللہ نے دین چن لیا ہے لہٰذا لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (تم پر موت نہ آئے مگر ایسی حالت میں کہ تم اللہ کے حکم کے سامنے جھکنے والے ہو) اور تعمیر بیت اللہ کے بعد اپنے فرزند اسماعیل کو اپنے ساتھ ملا کر دعا اس طرح مانگی تھی رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ (اے پروردگار! ہم باپ بیٹے دونو کو اپنے حکم کے سامنے جھکنے والا قرار دے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ ایسا پیدا کر جو تیرے حکم کے سامنے جھکنے والا ہو۔ کیونکہ اولاد کے لئے طلب امامت کی دعا کے جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ یہ عہدہ ظالموں کو نہ ملے گا اور ظالم وہ ہوتا ہے جو اللہ کے حکم سے سرتابی کرے اور غیر اللہ کے سامنے جھک جائے تو ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کے لئے ایک جگہ اللہ کے حکم کے سامنے جھکنے کی دعا مانگی اور دوسری جگہ غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے بچنے کی دعا طلب کی وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھ۔ اب جو فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو اپنے ذبح ہونے والے فرزند سے مخاطب ہوئے کہ میں نے تجھے خواب میں ذبح کرتے دیکھا ہے اس میں آپ اپنی طلب کی ہوئی دعا کا اثر بھی دیکھنا چاہتے تھے چنانچہ آپ کی توقعات پر پورا اترتے ہوئے بیٹے نے نہایت سلجھی ہوئی زبان میں جواب دیا جس سے باپ کے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچی کہ آپ کو جو بھی حکم ہوا ہے عمل بجا لائیں مجھے ان شاء اللہ آپ

نَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۵﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا	
اور ہم نے آواز دی اے ابراہیم تو نے خواب کو پورا کر دکھایا ہم ایسی	
كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا	
ہی جزا دیتے ہیں احسان کرنیوالوں کو بے شک یہ البتہ بڑا امتحان	
الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۷﴾ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۸﴾ وَ	
تھا ہم نے اس کا فدیہ دیا بڑی قربانی کا اور ہم نے باقی رکھا اُس پر	
تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ سَلٰمٌ	
(سلام و ذکر خیر) بعد والوں میں سلام	

صابر پائیں گے۔ باپ کا جھکنا یہ تھا کہ امر پروردگار کے سامنے اپنے خوبصورت نوخیز اور محبوب ترین فرزند کی گردن پر چھری پھیرنے کو تیار ہو گئے اور بیٹے کی تسلیم یہ تھی کہ اپنی حسین جوانی کی محبت سے بے نیاز ہو کر راہ خدا میں اپنی زندگی کو قربان کرنے کے لئے اپنی گردن کو چھری کے آگے رکھ دینے میں ذرہ بھر تامل نہ کیا۔ اور فَلَمَّآ اَسْلَمَا اسی کی تعبیر ہے کہ جب بیٹا اور باپ دونو مقام تسلیم و رضا میں پورے اتر چکے اور ابراہیم نے اپنے بیٹے کو قربان گاہ میں منہ کے بل لٹا لیا تو ہم نے صدا دی کہ اے ابراہیمؑ تو نے خواب کو سچ کر دکھایا اور تفسیر مقتنیات الدرر میں ہے کہ حضرت اسماعیل نے عرض کی تھی کہ مجھے منہ کے

Presented by www.ziaraat.com

بل لٹا کر ذبح کیجئے۔ کیونکہ ممکن ہے میرے چہرے کو دیکھ کر شفقتِ پدری کے ماتحت آپ مجھے ذبح نہ کر سکیں۔

ذبیح اللہ کون تھا؟

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزندوں میں سے ذبیح کون تھا؟ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ وہ اسحٰق تھا اور ان کی طرف سے دو دلیلیں ذکر کی گئی ہیں (۱) جب آپ ہجرت کر کے شام میں پہنچے اور سارہ آپ کے ہمراہ تھی تو دعا مانگی کہ اے اللہ مجھے سارہ کے بطن سے فرزند عطا فرما چنانچہ فرشتوں نے خوشخبری سنائی اور حضرت اسحاق پیدا ہوئے تو آیات کی ترتیب سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ انہی کے ذبح کا حکم دیا گیا کیونکہ غلام حلیم سے مُراد بھی اسحاق ہے اور بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ کا مصداق بھی اسحاق ہے اور اس کے بعد بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا کی خوشخبری حضرت اسحاق کی نبوّت سے متعلّق ہے نہ کہ ولادت سے۔ ۲۔ حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کی طرف جو خط لکھا تھا اس میں آپ نے تحریر فرمایا تھا۔ مِنْ یَعْقُوْبَ اِسْرَائِیْلَ نَبِیِّ اللّٰهِ بْنِ اِسْحٰقَ ذَبِیْحِ اللّٰهِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰهِ یعنی یہ خط اللہ کے نبی اسرائیل یعقوب کا ہے جو ابراہیم خلیل اللہ کے فرزند اسحٰق ذبیح اللہ کا فرزند ہے۔ اور یہ بات بھی واضح رہے کہ جو لوگ حضرت اسمٰعیل کو ذبیح اللہ مانتے ہیں ان کے نزدیک مقام ذبح منیٰ ہے لیکن جو لوگ حضرت اسحٰق کو ذبیح اللہ مانتے ہیں اُن کے نزدیک مقام ذبح بیت المقدس ہے (مقتنیات الدّرر) لیکن تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جو لوگ حضرت اسحاق کو ذبیح اللہ مانتے ہیں اُن کے نزدیک بھی مقام ذبح مکّہ (منیٰ) ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم کو فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو آپ اپنے فرزند اسحٰق اور اُن کی والدہ سارہ اور دیگر افراد کنبہ کو حج کی غرض سے مکہ میں لا چکے تھے۔ آپ نے سارہ کو بیت اللہ کے طواف کے لئے بھیج دیا اور خود اسحٰق کو لے کر جمرۂ وسطیٰ کے پاس آئے اور ان کو حکم پروردگار سے مطلع کیا۔ جب حضرت اسحٰق نے ذبح ہونا قبول کر لیا تو آپ آمادۂ ذبح ہو گئے۔ پس شیطان ایک بزرگ کی مشابہ شکل سے سامنے آیا اور دریافت کیا کہ کیا کرنے کا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا اس لڑکے کو ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ اُس نے سبحان اللہ کا کلمہ زبان سے جاری کرتے ہوئے ازراہِ تعجب کہا کہ ایسے نوعمر لڑکے کو جس نے پلک جھپکنے کی مقدار بھی خدا کی نافرمانی نہیں کی ذبح کرتے ہو آپ نے فرمایا مجھے اپنے اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اُس نے کہا یہ حکم خدا نہیں بلکہ حکم شیطان ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے اللہ کا حکم ملا ہے (پس وہ شیطان) مایوس ہو کر چلا گیا۔ بیٹے نے عرض کی ابا جان! ذبح کرتے وقت میرا منہ ڈھانپ دیجئے اور میرے ہاتھوں کو مضبوطی سے کس کر باندھ دیجئے تاکہ ذبح کے وقت ہلنے نہ پائیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ اے فرزند گرامی! ایک تو تجھے ذبح کروں اور دوسرے تیرے ہاتھوں کو بھی باندھ دوں یہ دونوں کام مجھ سے نہ ہوں گے۔ پس آسمان کی طرف منہ کر لیا اور زانو زمین پر ٹیک کر چھری پکڑی اور ذبح کے لئے بیٹے کی گردن پر رکھ دی لیکن جبریل نے اُسے اُلٹا کر دیا پس اُدھر کوہ ثبیر سے ایک دنبے کو پکڑ لیا۔ اور چھری کے نیچے سے اسحٰق کو کھینچ کر فوراً اس کی جگہ دنبے کو لٹا دیا اور چھری چل گئی اور ساتھ ہی مسجد خیف کی بائیں جانب سے ندا آئی قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا۔ یعنی تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ اُدھر جب سارہ بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوئی تو شیطان اپنے مصنوعی تقدس کے ساتھ سامنے رونما ہو گیا اور کہنے لگا میں نے مقام منیٰ میں ایک

Presented by www.ziaraat.com

بزرگ کو دیکھا ہے۔ بی بی نے کہا وہ میرا شوہر ہے۔ شیطان نے کہا اس کے ساتھ میں نے ایک حسین وجمیل لڑکے کو دیکھا ہے تو بی بی نے کہا وہ میرا لختِ جگر ہے۔ شیطان نے انتہائی مکارانہ لہجہ میں کہا کہ میں نے دیکھا ہے وہ بزرگ آدمی اُسی نوخیز شہزادے کو زمین پر لٹا کر چھری سے اُسے ذبح کرنے پر تُلا ہوا تھا۔ بی بی کہنے لگی دفع ہو جاؤ جھوٹے کہیں کے: ابراہیمؑ بڑا رحمدل انسان ہے وہ اپنے لائق و بے گناہ فرزند کو کیسے ذبح کر سکتا ہے؟ شیطان نے کہا مجھے آسمان کے پروردگار کی قسم اور اس کعبہ کے رب کی قسم: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس میں ذرّہ بھر جھوٹ نہیں۔ بی بی نے نہایت متانت اور حوصلے سے فرمایا کہ بھلا وہ ایسا کیوں کرنے لگے؟ شیطان نے کہا وہ فرماتے تھے کہ مجھے اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے پس بی بی نے فرمایا اگر اللہ کا حکم ہے تو ابراہیم نے جو کیا ہے وہ حق ہے (پس شیطان ملعون مایوس ہو کر بھاگ گیا) لیکن مامتا کی محبت نے حضرت سارہ کے دل میں جوش مارا اور سوچنے لگیں کہ ہو سکتا ہے کہ میرے فرزند کے ذبح کا حکم پہنچا ہو۔ پس اپنے فرائض حج سے فارغ ہو کر جلدی سے دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر منیٰ کی طرف روانہ ہوئیں۔ اور یہ دُعا مانگ رہی تھیں کہ اے اللہ! میں نے اسماعیل کی ماں سے جو سختی کی ہے مجھے اس کی سزا نہ دے۔ جب منیٰ میں پہنچیں اور حضرت اسحاق کو زندہ موجود پایا تو طبیعت میں سکون آیا لیکن جب پورا واقعہ اور اُس کی کیفیت سُنی پھر اُٹھ کر اسحٰق کی گردن پر چھری کا تازہ نشان دیکھا تو تاب برداشت نہ رہی اور بیمار ہو گئیں اور بڑھتے بڑھتے وہی بیماری اُن کی موت کا سبب بن گئی۔ اور یہ روایت تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے بھی منقول ہے۔ اس میں صرف اس قدر زیادتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے سارہ کو بیت اللہ کے طواف کے لئے بھیج کر اسحٰق سے فرمایا کہ سواری کا گدھا اور چھری لاؤ تاکہ قربانی کے لئے چلیں حضرت اسحاق نے تعمیل حکم کی بجا آوری کے بعد دریافت کیا کہ ابا جان! وہ قربانی کہاں ہے جسے ذبح کرنا ہے تو آپ نے فرمایا بیٹا وہ قربانی تم ہو بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ تو بیٹے نے خندہ پیشانی سے جواب دیا کہ آپ حکم خداوندی کو بجا لائیں مجھے آپ صابرین میں سے پائیں گے پس مقامِ ذبح پر پہنچ کر گدھے سے جُل اُتار کر نیچے بچھائی اور اُوپر اسحاق کو لٹا کر ذبح کے ارادے سے اُس کی گردن پر چھری رکھی۔ اس کے بعد شیطان کے وسوسے کا ذکر ہے اور اس میں ایک شق زیادہ ہے کہ شیطان نے مایوس ہو کر جاتے ہوئے ایک اور وسوسہ بھی ڈالا تھا کہ آپ عہدۂ امامت پر فائز ہیں اگر آپ نے اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا تو قیامت تک لوگوں کے لئے اولاد کا ذبح کرنا سنّت بن جائے گا لیکن آپ نے اس کی بات پر کان نہ دھرے اور اس کو ویل کی بددعا کی پس وہ دفع ہو گیا نیز اس روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم جب چھری چلانے کا ارادہ کرتے تھے تو جبریل چھری کی دھار کو اُلٹا کر دیتے تھے اور کئی دفعہ ایسا کیا گیا یہاں تک کہ کوہِ ثبیر کی چوٹی سے دنبہ پکڑ کر حضرت جبریلؑ نے چھری کے نیچے لٹایا۔ الخ۔ اور یہی روایت قمی سے منقول ہے جس میں یہ اضافہ ہے کہ وہ دُنبہ آسمان سے مسجد منیٰ کے دائیں طرف پہاڑی پر اُترا تھا (جس کو جبریل نے چھری کے لئے لٹایا تھا)

ذبیح حضرت اسحٰق نہیں تھے

مشہور یہ ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے اور دَور اول میں بھی شہرت اسی طرح تھی لیکن اہل کتاب نے (جو بنی اسرائیل تھے) دیدہ دانستہ واقعات

Presented by www.ziaraat.com

کو مسخ کر کے حضرت اسحاق کا ذبیح اللہ ہونا مشہور کر دیا تھا چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے کہ میں ایکدفعہ عمر بن عبدالعزیز کے دربار میں موجود تھا اُس نے مجھ سے یہی سوال کیا کہ درحقیقت ذبیح اللہ کون تھا؟ تو میں نے جواب دیا کہ وہ اسمٰعیل تھا اور میں نے قرآن مجید سے اس کی دلیل پیش کی کہ اس قربانی کے تذکرے کے بعد خدا فرماتا ہے وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ یعنی ہم نے اس کو اسحاق کی بشارت دی پس عمر بن عبدالعزیز نے ایک شامی باشندے کو منگوایا جو پہلے یہودی تھا اور پھر صحیح معنوں میں مسلمان ہو گیا تھا اور اُس کا شمار علماء یہود سے تھا پس عمر بن عبدالعزیز نے اس سے یہی بات دریافت کی اور میں بھی پاس موجود تھا تو اُس نے بھی جواب دیا کہ ذبیح اللہ اسمٰعیل تھا پھر وہ خود کہنے لگا کہ اے بادشاہ! خدا کی قسم! یہودی لوگ اس حقیقت کو جانتے ہیں لیکن چونکہ اسمٰعیل تم عرب لوگوں کا جدّ اعلیٰ ہے اس لئے ازراہِ حسد اس کا انکار کر کے یہ فضیلت اسحاق کے لئے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ وہ اُن کا جدّ اعلیٰ ہے۔

نیز ان آیاتِ مجیدہ کی ترتیب اور ان کا نظم و نسق اسی امر کو ثابت کرتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل تھے کیونکہ واقعہ ذبح کے بعد ارشاد ہے کہ ہم نے ان کو اسحاق نبی کی بشارت دی۔ اور اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ اس جگہ ولادت کی بشارت مراد نہیں بلکہ نبوت کی بشارت مُراد ہے تو یہ محض زبردستی ہے کیونکہ پہلی بشارت غلام حلیم کی تھی اور دوسری بشارت اسحاق نبی کی ہے اور ظاہر سیاق یہی بتاتا ہے کہ دونو بشارتیں فرزندوں کی ولادت سے متعلق تھیں نیز دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی تو جب اللہ ابتدائے پیدائش سے ابراہیم کو اسحٰق سے ہونے والے پوتے یعقوب کی بشارت دے رہا تھا تو تیرہ برس کی عمر میں اسحاق کی قربانی کا حکم کس طرح دے دیا پس اس قرینے سے معلوم ہوا کہ ذبح کا حکم اسماعیل سے متعلق تھا اور بعد والی بشارت حضرت اسحاق کی ولادت کی بشارت تھی نیز اس سے پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت اسحاق حضرت اسماعیل سے ۱۳ برس چھوٹے تھے۔ اور روایت سابق میں دونوں بشارتوں کے درمیان ۵ برس کا عرصہ ہونا اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ ان کی عمر میں بھی پانچ برس کا فرق ہو بلکہ ۱۳ برس کی عمر میں حضرت اسمٰعیل کی قربانی طلب کی گئی اور بعد میں حضرت اسحاق کی ولادت ہوئی اور یہی قرینِ عقل ہے اور صحیح تاریخ سے حضرت اسحاق کا مکہ کی طرف آنا ثابت بھی نہیں ہے چنانچہ اصمعی سے منقول ہے میں نے ابوعمرو بن علا سے سوال کیا کہ ذبیح اللہ اسحٰق تھے یا اسمٰعیل؟ تو اس نے مجھے جواب دیا کہ تمہاری عقل کدھر گئی۔ اسحٰق مکہ میں آیا کب ہے؟ کیونکہ مکہ میں صرف اسمٰعیل ہی تھا جو تعمیر بیت اللہ میں حضرت ابراہیم کا معاون تھا اور اس میں شک نہیں کہ جائے ذبح مکہ ہی ہے (لہٰذا ذبیح اللہ اسمٰعیل ہی ہو سکتا ہے) رہا وہ خط جو حضرت یعقوب نے یوسف کو لکھا اور کتب سیر میں موجود ہے یا بعض احادیث میں بھی اسحٰق کے متعلق ذبیح اللہ کے الفاظ وارد ہیں تو اس کے جواب میں علامہ فیض کاشانی صافی میں فرماتے ہیں کہ صحیح اخبار کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا اور ذبیح اللہ بھی یقیناً اسمٰعیل تھے بات یہ ہے کہ حضرت اسحٰق کی ولادت چونکہ حضرت اسمٰعیل کی اس قربانی کے بعد ہوئی۔ اور بعد میں جب ان کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو دل میں تمنا کی کاش میں اسمٰعیل کی جگہ ہوتا اور اس آزمائش میں پورا اترتا اور اسمٰعیل کی طرح صبر کرتا پس ثواب اور تقربِ خداوندی

میں میرا درجہ بھی وہی ہوتا تو اس کے ارادۂ صادقہ کے ماتحت خدا نے اس کو بھی ذبیح کا خطاب عطا فرمایا تھا۔

حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح ہونے کے وجوہ

علمائے محققین نے حضرت اسمٰعیل کے ذبیح اللہ ہونے کی چند وجوہات بیان فرمائی ہیں (۱) حضرت رسالت مآبؐ کا فرمان ہے۔ اَنَا ابنُ الذَّبِیحَینِ یعنی میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں۔ حضور سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ میرے جد حضرت عبدالمطلب نے چاہ زمزم کھودنے کا ارادہ فرمایا تو منّت مانی تھی کہ خوشنودیٔ خدا کی خاطر اپنے ایک فرزند کو قربان کروں گا چنانچہ جب منت کے ادا کرنے کا وقت آیا تو ذبح کا قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا لیکن حضرت عبداللہ کے ننہال نے منت و سماجت کی کہ اس کے بدلہ میں فدیہ کے طور پر ایک سو اونٹ کو ذبح کر کے مساکین پر ان کا گوشت تقسیم کیا جائے چنانچہ ایسا ہوا پس ایک ذبیح حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب اور دوسرے ذبیح حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام تھے

(۲) یہ قربانی مکہ میں ہوئی اور مکہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام تھے نہ کہ اسحٰق۔

(۳) قرآن مجید میں دوسرے مقام پر اسمٰعیل کو صادق الوعد کا خطاب دیا گیا ہے نیز ان کو صفتِ صبر کے ساتھ یاد کیا گیا ہے وَاِسمَاعِیلَ وَالیَسَعَ وَذَاالکِفلِ کُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِینَ۔ اور یہ حضرت اسماعیل کے ذبیح اللہ ہونے کے قرینے ہیں۔

(۴) بشارتِ اسحٰق کا ذکر قربانی کے بعد ہے اور سیاق و سباقِ آیات سے موزوں یہی مطلب ہے کہ قربانی کا تعلق حضرت اسمٰعیل سے ہو۔

بنا بریں جن روایات میں حضرت اسحٰق کی قربانی اور حضرت سارہ کی مکہ میں حج کے لئے آمد کا تذکرہ ہے غالباً یہود کے حسد اور سازش کا نتیجہ ہے اور تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے حضرت اسمٰعیل کا حضرت اسحٰق سے پانچ سال بڑا ہونا منقول ہے اور روایت کے اخیر میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت اسحٰق حضرت اسمٰعیل سے بڑا تھا یا یہ کہ ذبیح حضرت اسحٰق تھا اُس نے گویا قرآن کو جھٹلایا نیز بروایت ابن بابویہ حضرت امام رضا علیہ السّلام سے حضرت رسالت مآبؐ کے فرمان کہ اَنَا ابنُ الذَّبِیحَینِ کی وضاحت منقول ہے کہ ایک ذبیح حضرت اسمٰعیل ہیں۔ اور دوسرے حضرت عبداللہ اور اس کی کیفیت اس طرح ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر یہ منت مانی تھی کہ اللہ مجھے دس فرزند عطا فرمائے تو میں اُس کی خوشنودی کے لئے اُن میں سے ایک راہِ خدا میں قربان کروں گا چنانچہ اللہ نے ان کی دعا کو مستجاب فرمایا پس آپ نے اپنے دس بیٹوں کو بیت اللہ کے اندر داخل کر کے قرعہ ڈالا تو حضرت عبداللہ کا نام نکلا اور حضرت عبدالمطلب کو تمام بیٹوں میں سے یہ زیادہ پیارا تھا پس دوبارہ قرعہ ڈالا تو حضرت عبداللہ کا نام نکلا چنانچہ آپ نے اُس کے ذبح کرنے کا تہیہ کر لیا اس پر تمام قریشیوں نے جمع ہو کر آپؑ کو اس فعل سے باز رہنے کی درخواست کی لیکن آپ نے نہ مانی پھر تمام ہاشمی عورتیں روتی اور چلّاتی ہوئی

Presented by www.ziaraat.com

آئیں اور آپ کی شہزادی جناب عاتکہ نے بھی بڑی منت سماجت کی نیز عبداللہ اور اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالنے کی تجویز پیش کی جو آپ نے قبول فرمالی پس پہلے پہل دس اونٹوں اور عبداللہ کے درمیان قرعہ ڈالا تو قرعہ عبداللہ کے نام نکلا پھر دس اونٹ مزید ملائے اور قرعہ ڈالا اسی طرح دس دس اونٹوں کا اضافہ کرتے گئے جب ایک سو اونٹ ایک طرف اور حضرت عبداللہ دوسری طرف ہوئے تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا جس پر تمام قریشیوں اور بالخصوص ہاشمیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور سب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور مزید تسلی حاصل کرنے کے لئے حضرت عبدالمطلب نے تین دفعہ قرعہ ڈالا اور ہر دفعہ قرعہ اونٹوں پر نکلا۔ پس حضرت عبداللہ کے بھائیوں نے جلدی سے حضرت عبداللہ کو حضرت عبدالمطلب کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لیا چنانچہ ان کے زمین پر رکھے ہوئے رخسارے پر ایک خراش بھی آئی پس ایک سو اونٹوں کو حضرت عبدالمطلب نے نحر کرا دیا۔ روایت کے اخیر میں حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر حضرت عبدالمطلب حجتِ خدا نہ ہوتے (کہ حضرت ابراہیم کی طرح انہوں نے بھی اپنے فرزند کو خوشنودیٔ پروردگار کی خاطر ذبح کرنے کا مصمم ارادہ فرمایا) تو ان کے اس فعل پر حضرت رسالت مآبؐ فخر نہ کرتے کہ میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں۔ اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کا ان کی نسل میں سے ہونے کی بدولت حضرت اسمٰعیل کو ذبح سے بچا یا گیا بعینہ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ کو بھی اونٹوں کا فدیہ دے کر ذبح سے خدا نے بچا لیا۔

قربان ہونے والا دنبہ

تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ دنبہ جمرۂ وسطیٰ کے سامنے مسجد منیٰ کے دائیں طرف والے پہاڑ پر آسمان سے اُترا جو بہت موٹا تازہ تھا اور گذشتہ ایک روایت میں کوہ ثبیر کی جانب سے اس دنبے کا آنا مذکور ہوا ہے اور تفسیر برہان کی سابق روایت جو حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے۔ اُس میں ہے کہ وہ دنبہ چالیس برس تک باغاتِ جنت میں چرتا رہا تھا اور وہ کسی مونث سے پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت اسمٰعیل کا فدیہ قرار دینے کے لئے ہی خداوند کریم نے اس کو اپنے ارادۂ کن سے پیدا فرمایا تھا پس قیامت تک منیٰ میں ذبح ہونے والے جانور حضرت اسمٰعیل کا فدیہ ہوں گے۔

تفسیر نور الثقلین میں خصال سے منقول ہے کہ کسی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ وہ کونسے چھ ذی روح ہیں جو ماں کے شکم سے نہیں ہیں تو اس کے جواب میں آپ نے حضرت اسمٰعیل کا فدیہ بننے والا دنبہ بھی ذکر فرمایا تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ شاہ روم نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ وہ سات چیزیں کون ہیں جو کسی رحم سے پیدا نہیں ہوئیں۔ آپ نے فرمایا (۱) آدم (۲) حوا (۳) اسمٰعیل کا فدیہ دنبہ (۴) سانپ جنتی (۵) کوا (۶) ناقۂ صالح (۷) ابلیس اور حضرت جبرئیلؑ کا فدیہ پیش کرنے کے لئے جلدی پہنچنا تفسیر کی ج ۹ ص ۲۲۹ پر گذر چکا ہے۔

اور حضرت اسمٰعیل کا فدیہ بننے والے دنبے کے متعلق علماء کے اقوال میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ موٹا تازہ بکرا تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ دنبہ تھا جو حضرت ہابیل نے بطور قربانی کے پیش کیا تھا جو بارگاہِ خداوندی میں درجہ قبولیت کو پہنچا اور اللہ نے اس کو جنت میں رکھا اور وہی آخر کار حضرت اسمٰعیل کا فدیہ بنا اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دنبہ چالیس خریف جنت

Presented by www.ziaraat.com

ہیں رہا ۔ اور ایک خریف کئی ہزار سال کا ہوتا ہے) اور چوتھا قول یہ بھی ہے کہ یہ دنبہ نزدیک والے پہاڑ کوہ ثبیر سے اترا تھا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نگاہ اٹھائی تو اُس کو اپنے پاس کھڑا ہوا پایا پس اُس کو چھری کے نیچے لٹا کر بیٹے کو چھوڑ دیا اور اُسے گلے سے لگا کر پیار کیا اور فرمایا ۔ اسے فرزند عزیز میں یوں سمجھتا ہوں کہ تو آج ہی پیدا ہوا ہے ۔ اور ذبح کا واقعہ اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ رسّی اور چھری لے کر میرے ساتھ پہاڑ کے دامن میں چلو تا کہ لکڑیاں جمع کر لائیں ۔ جب کوہ ثبیر کے دامن میں پہنچے تو بیٹے کو ذبح کے ارادہ سے مطلع فرمایا تو بیٹے نے عرض کی اے اباجان! میرے ہاتھوں کو خوب باندھ دیجئے اور اپنے دامن کو سمیٹ لیجئے تاکہ میرے خون سے آلودہ نہ ہو ورنہ میری ماں اسے دیکھ کر برداشت نہ کر سکے گی نیز چھری کی دھار کو بھی خوب تیز کر لیجئے تاکہ جلدی سے میں ذبح ہو سکوں کیونکہ موت ایک سخت اور مشکل چیز ہے اور مجھے ذبح کر کے جب آپ واپس تشریف لے جائیں تو میری ماں کو میری طرف سے سلام پہنچائیں اور اگر آپ چاہیں تو میری قمیص بھی ان کے حوالے کر دیں تاکہ ان کے لئے یہ چیز باعث تسلی ہو ۔ اور ان کی زندگی کے بقیہ ایام اس سہارے سے اچھی طرح گذر سکیں ۔ حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کی معقول باتیں سُن کر جواب میں فرمایا شاباش تم امرِ پروردگار کی تعمیل میں میرے بہترین معاون ہو پس آپ بچشم گریاں بیٹے کی گردن پر چھری رکھ کر آمادۂ ذبح ہوئے جب کہ حضرت اسمٰعیل کی آنکھیں بھی پرنم تھیں اور اُس نے عرض کی کہ اے اباجان! مجھے منہ کے بل لٹا کر ذبح کیجئے تاکہ میرے چہرے کو دیکھ کر مبادا شفقتِ پدری آپ کو میرے ذبح کرنے سے روک دے چنانچہ حضرت ابراہیم نے بیٹے کو منہ کے بل لٹایا اور چھری کو چلانے کا ارادہ کیا لیکن چھری اُلٹ گئی اور ندا پہنچی قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۔ پس دنبہ ذبح ہوا اور حضرت اسمٰعیل بچ گئے ۔ اور روایت میں ہے کہ قیامت تک جس قدر قربانیاں ہوتی رہیں گی یہ سب حضرت اسمٰعیل کا فدیہ ہیں (بحار)

وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۔ پیشانی کے دائیں اور بائیں کنارے کو جبین کہا جاتا ہے گویا قبلہ رُخ کر کے آپ نے اپنے فرزند کو ایک جبین کے بل لٹایا تھا اور مروی ہے کہ بائیں رخسارے کے بل لٹایا تھا اور پھر دُنبے کو بھی اسی طرح لٹایا اور ذبح کیا اور اس کا گوشت مساکین پر تقسیم فرمایا تھا (مجمع)

الْبَلَاءُ الْمُبِينُ بلا کے دو معانی ہیں (۱) امتحان (۲) نعمت ۔ اور اس جگہ دونو درست ہو سکتے ہیں یعنی بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم حضرت ابراہیم اور ان کے فرزند ہر دو کے لئے سخت اور واضح امتحان تھا یا یہ کہ بیٹے کے بدلہ میں فدیہ کو قبول کرنے میں اللہ کا ان دونو پر واضح اور بہت بڑا انعام و احسان تھا ۔

فدیہ ذبح عظیم

ظاہر قرآن کے اعتبار سے حضرت اسماعیل کا فدیہ وہ دنبہ یا بکرا قرار پایا جو کوہ ثبیر سے اترا یا جس کو جنت سے بھیجا گیا اور جبریل نے اس کو چھری کے نیچے لٹایا پس ذبح ہو گیا اور ذِبح اور ذَبح میں فرق یہ ہے ذِبح اس جانور کو کہا جاتا ہے جو ذبح کیا جائے گویا وہ ذبیح کے معنی میں ہے اور ذَبح مصدر ہے جس کا معنی ہے ذبح کرنا ۔ اور عظیم اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ ایک نبی کا فدیہ تھا اور ایسے نبی کا جس کی نسل سے حضرت خاتم الانبیاء تھے ۔ اور ممکن ہے کہ

Presented by www.ziaraat.com

جسامت وضخامت کے اعتبار سے اسے عظیم کہا گیا ہو کیونکہ وہ خوب موٹا تازہ تھا اور بروایت سابق جنت کے باغات کا پروردہ تھا اور اس اعتبار سے بھی اُسے عظیم کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اس کی قربانی ایک سنّت جاریہ بن گئی پس قیامت تک کی ہونے والی قربانیاں حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے فدیہ کے طور پر قرار دی گئیں لہٰذا گویا ایک دنبہ ذبح نہیں ہوا بلکہ حضرت اسماعیل کے بدلہ میں قیامت تک قربانیوں کا ذبح عظیم کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

تفسیر نور الثقلین میں عیون الاخبار سے منقول ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا جب اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اسمٰعیل کے بجائے دنبہ کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خواہش کی کہ کاش میں اپنے ہاتھوں اپنے بیٹے کو راہِ خدا میں ذبح کرتا اور دنبہ اس کا فدیہ نہ بنتا اور اپنے عزیز ترین فرزند نوجوان کی موت کا صدمہ جھیل کر صبر کرتا اور مصائب پر صبر کرنے والوں کے بلند ترین درجاتِ جنّت کا مستحق ہوتا تو خداوند کریم کی طرف سے وحی ہوئی اے ابراہیم! میری تمام مخلوق میں سے تجھے سب سے محبوب ترین کون ہے؟ حضرت ابراہیم نے عرض کی اے پروردگار! تیری مخلوق میں سے تیرا حبیب محمد مصطفےٰؐ مجھے زیادہ عزیز ہے۔ پس ارشادِ خداوندی ہوا کہ تجھے وہ زیادہ محبوب ہے یا اپنی ذات؟ تو ابراہیم نے جواب دیا مجھے اپنی ذات سے بھی وہ زیادہ پیارا ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ تجھے اپنی اولاد زیادہ محبوب ہے یا اس کی اولاد؟ تو ابراہیمؑ نے عرض کی کہ مجھے اپنی اولاد کی بہ نسبت اُس کی اولاد زیادہ محبوب ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ دشمنانِ دین کے ہاتھوں اس کی اولاد کا ظلم و ستم سے شہید ہونا تیرے لئے زیادہ تکلیف دہ ہے یا اپنی اولاد کا میری اطاعت میں اپنے ہاتھوں ذبح کرنا؟ تو ابراہیم نے عرض کی کہ اس کی اولاد کا ظلم و ستم سے دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہونا میرے لئے اپنی اولاد کے ذبح کرنے سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ پس ارشاد ہوا کہ ایک گروہ جو اُمتِ محمدؐ ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں گے اُسی کے فرزند حسین کو اُس کے بعد ظلم و جور سے اس طرح ذبح کریں گے جس طرح دنبے کو ذبح کیا جاتا ہے پس اُن پر میرا غضب نازل ہوگا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیمؑ کے دل پر غم و اندوہ اس قدر مسلط ہوا کہ گریہ کو ضبط نہ کر سکے پس وحی ہوئی کہ اے ابراہیم! حسین کے بے گناہ قتل پر تیرے رونے اور گریہ کرنے کو میں نے تیرے اپنے ہاتھوں اسمٰعیل کو ذبح کرنے کے رنج و غم کا فدیہ قرار دیا ہے اور مصائب پر صبر کرنے والوں کے اعلیٰ درجاتِ جنّت میں نے تیرے لئے واجب کئے ہیں اور فَدَیْنَاہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ کا یہی مقصد ہے۔ یہی روایت تفسیر برہان میں بسند ابن بابویہ بھی منقول ہے۔ اور ذبح عظیم کی تاویل اکثر کتب میں شہادتِ امام حسین علیہ السّلام بیان کی گئی ہے۔ لیکن اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جس کو شیخ عباس قمی اعلی اللہ مقامہ نے بھی سفینۃ البحار میں ذکر کیا ہے کہ جب ایک شئے کو دوسری چیز کا فدیہ قرار دیا جاتا ہے تو مفدّیٰ عنہ (یعنی جس کا فدیہ دیا جاتا ہے) مفدّیٰ بہ (یعنی فدیہ بننے والے) سے افضل ہوتا ہے۔ پس اگر امام حسین کو حضرت اسمٰعیل کا فدیہ قرار دیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ حضرت اسمٰعیل حضرت امام حسین علیہ السّلام سے افضل تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت محمد و آلِ محمد علیہم السّلام حضرت اسمٰعیل کی نسل سے ہیں تو جس چیز کو حضرت اسمٰعیل کا فدیہ قرار دیا جائے وہ صرف حضرت اسماعیل کا فدیہ نہیں ہوگا بلکہ اُن کی نسل سے ہونے والے جملہ انبیاء و اولیاء کا بھی وہی چیز فدیہ ہوگی پس حضرت

Presented by www.ziaraat.com

امام حسین علیہ السلام صرف حضرت اسمٰعیل کا فدیہ نہیں تھے بلکہ محمد و آلِ محمد علیہم السّلام کا بھی فدیہ تھے کیونکہ اگر حضرت اسمٰعیل ذبح ہو جاتے تو اُن سے ہونے والی یہ نسل طاہر معرضِ وجود میں نہ آسکتی پس حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی اس سلسلہ طاہرہ کا فدیہ بن گئی تو گویا امام حسین علیہ السلام جس طرح حضرت اسمٰعیل کا فدیہ ہوئے اسی طرح اپنے جدِ نامدار اور پدرِ عالیمقدار بلکہ پورے چہاردہ معصومین علیہم السلام کے وجود ہائے مقدسہ کا بھی فدیہ ہوئے پس فردِ واحد کو پُورے سلسلہ کا فدیہ قرار دیا گیا۔ اور سابق روایت کی رُو سے حضرت ابراہیم کے امام حسین کے غم میں رونے کو حضرت اسمٰعیل کے غم میں رونے کا فدیہ قرار دیا گیا لیکن ایک غم کو دوسرے غم کا فدیہ کہنا مجازاً ہوا کرتا ہے کیونکہ وہ بدلہ ہوتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو جو درجہ اسمٰعیل کے غم میں رونے سے ملتا اب امام حسینؑ کے غم میں آنسو بہانے کا درجہ اس سے زیادہ ہے اور امام حسین کی شہادت کو فدیہ قرار دینے کی صورت میں مفدیٰ عنہ (جس کا فدیہ دیا جائے) حضرت اسمٰعیلؑ سے لے کر حضرت قائم آلِ محمد علیہم السّلام تک کا سارا نوری سلسلہ ہے اور مفدی بہ صرف امام حسین علیہ السّلام کی ذات بابرکات ہے لہذا کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا اور پیغمبر کی اس حدیث کا معنی بھی کھل کر سامنے آگیا۔ حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ یعنی حسین مجھ سے ہے (نسل کے لحاظ سے) اور میں حسین سے ہوں (اس کے فدیہ بننے کے لحاظ سے)

نسخ قبل عمل جائز ہے یا نہیں؟

اس مقام پر اصولیین میں اختلاف ہے کہ آیا وقتِ عمل آنے سے پہلے حکم کو منسوخ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جو لوگ کہتے ہیں کہ وقتِ عمل سے پہلے حکم کو منسوخ کرنا جائز ہے وہ اسی مقام سے استشہاد کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا جو وقتِ عمل سے پہلے منسوخ بھی کر دیا گیا۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ وقت عمل سے پہلے منسوخ کرنا ناجائز ہے ورنہ حکم کا مصلحت سے خالی ہونا لازم آئے گا اور یہ حکیم کی شان سے بعید ہے پس اس مقام پر وہ کہتے ہیں حضرت ابراہیمؑ کو فرزند کے ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا بلکہ ابتدائی مقدمات کے مہیا کرنے کا ہی حکم تھا اور خواب میں انہوں نے بیٹے کی گردن پر چھری رکھتے ہوئے اپنے آپ کو دیکھا تھا بیٹے کا ذبح ہونا نہیں دیکھا تھا چنانچہ اپنے فرزند کے سامنے بیان کرتے ہوئے آپ نے یہی فرمایا اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ تجھے ذبح کرنا چاہتا ہوں تو بیٹے نے بھی ایسے ہی انداز سے جواب دیا فَافْعَلْ مَا تُؤْمَرُ یعنی جو کچھ آپ کو حکم دیا گیا ہے اُسے کیجئے اور میں صبر کروں گا۔ پس حکم اتنا ہی تھا کہ بیٹے کی گردن پر چھری پھیرو۔ اور باپ بیٹا دونو تعمیل حکم کے لئے تیار ہو گئے تو یہ احتمال تھا کہ اب حکم پہنچ جائے کہ بیٹے کو ذبح کر ڈالو اور حضرت ابراہیم کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس کے بعد حکم کی نوعیت کیا ہو گی؟ جبھی تو ان کا استقلال و عزم قابلِ مدح ہے ورنہ اگر باپ بیٹے دونو کو پہلے سے بتایا جاتا کہ حکم پروردگار صرف گردن پر چھری پھیرنے تک ہے اس کے بعد حکم کی نوعیت کچھ اور ہو گی تو باپ اور بیٹے کی ہمت و عزم اور صبر و استقلال بے معنی ہو جاتا۔ پس اپنی طرف سے حسب ذبح کرنے والا اور ہونے والا ابتدائی مراحل و مقدمات کو طے کر کے عزم و استقلال کے ساتھ اگلا قدم اٹھانے کے لئے پوری طرح تیار تھے اور حکم کے منتظر تھے تو حکمِ ثانی پہنچ گیا جو باپ و بیٹے دونو کے لئے غیر متوقع تھا اور وہ یہ کہ دُنبے کو ذبح کیا جائے اور اسماعیل کو چھری کے نیچے سے ہٹایا جائے پس جبریل

Presented by www.ziaraat.com

نے جلدی سے پہنچ کر چھری کو اُلٹا کر دیا اور پھر دُنبے کو آگے بڑھا کر حضرت اسماعیل کو چھری کے نیچے سے کھینچ لیا پس ندا پہنچی کہ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۔ یعنی جہاں تک تم نے خواب میں دیکھا تھا وہ پورا ہو گیا اور اُس کی تم نے تصدیق کر دی ورنہ اگر خواب میں حکم ذبح کرنے کا ہوتا تو حضرت ابراہیم کا موجودہ فعل اُس کی تصدیق نہ بن سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت اسمٰعیل کے ذبح ہونے میں کوئی مصلحت نہ تھی اس لئے اسمٰعیل کے ذبح کا حکم نہیں دیا گیا تھا بلکہ ابتدائی مراحل کے طے کرنے کا حکم تھا جن کی انجام دہی کے بعد ان کو امتحان سے پاس ہونے کی سند دی گئی۔ اور اللہ کو معلوم ہے کہ میرے انبیا میرے حکم سے سرتابی نہیں کیا کرتے۔ لہٰذا انبیاء یا اولیاء سے امتحان لینا اس لئے نہیں ہوتا کہ ان کی کامیابی یا ناکامی کا علم ہو جائے بلکہ امتحان وہ شخص لیا کرتا ہے جو نتیجے کی خبر نہ رکھتا ہو۔ اللہ سبحانہٗ کو اپنی مخلوق کے ہر فرد کے متعلق روز اول سے پتہ ہے۔ پس اس کا امتحان نتیجے کی خبر حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ اطاعت گذار اور نافرمان کو اپنی باقی مخلوق کے سامنے الگ الگ کرنے کے لئے ہوتا ہے تاکہ کوئی ناواقفیت کی بنا پر اشتباہ میں نہ رہے اور اس لئے بھی تاکہ مصائب و آلام میں صبر کرنے والوں کی جزا کیسی ہوتی ہے اور بے صبروں کا انجام کیا ہوتا ہے؟ نیز امتحان کی بدولت نیک و بد کو ایک دوسرے سے تمیز دینا آسان ہو جاتا ہے۔ اور اللہ اپنے بندوں پر واضح کرنا چاہتا ہے کہ جو میرے بندے ہیں وہ میرے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر لینے میں ذرہ بھر پس و پیش نہیں کرتے۔ خواہ ان کو میرے راہ میں کس قدر مصائب و آلام کے پہاڑوں سے ٹکر ہی لینی پڑ جائے حتیٰ کہ وہ میرے حکم کے سامنے جھکتے ہوئے آگ کی بھٹی میں کود جانے سے نہیں گھبراتے اور نہ اپنے عزیز ترین فرزند کی گردن پر چھری پھیرنے سے وہ گریز کرتے ہیں۔ چنانچہ اسلام کے دعوےٰ کے بعد حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کا واقعہ روز روشن کی طرح عیاں ہے یعنی اسلام جس کا معنی ہے اللہ کے امر کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، تمام مسلمانوں کو ہر دور میں اسوۂ ابراہیمی پر چلنے کی دعوت دیتا ہے۔ اور اسی بنا پر ملّتِ ابراہیم کو تا قیامت منسوخ نہیں کیا گیا۔

عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۱۰﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ

ابراہیم پر — اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں احسان کرنیوالوں کو — بے شک وہ ہمارے

عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

مومن بندوں میں سے تھا — اور ہم نے اس کو خوشخبری دی اسحٰق کی کہ وہ نبی ہوگا صالحین میں سے

وَبَشَّرْنٰهُ ۔ ذبیح اللہ کے ذکر کے بعد حضرت اسحاق کی بشارت اس امر کی دلیل ہے کہ سابق بشارت اسمٰعیل کی تھی۔ اور ذبیح بھی اسمٰعیل ہی تھا۔

بَارَكْنَا عَلَيْهِ ۔ یعنی ہم نے ابراہیم و اسحاق دونو کو برکت عطا کی کہ حضرت عیسیٰ تک کے تمام انبیا حضرت اسحاقؑ کی نسل سے ہوئے اور محمدؐ و آلِ محمدؐ حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل سے ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کی ہی اولاد ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ صنعتِ استخدام کے طریقے پر عَلَيْهِ میں ضمیر غائب کا مرجع اسمٰعیل ہو۔ یعنی ہم نے دونو بھائیوں اسمٰعیل و اسحاق پر برکت نازل کی اور

Presented by www.ziaraat.com

ان دونو کی اولاد میں سے کچھ محسن ہوں گے اور کچھ ظالم بھی ہوں گے۔

رکوع نمبر ۸

نَصَرْنٰهُمْ۔ نصر اور معونت میں یہ فرق ہے کہ نصر دشمنوں کے مقابلہ میں ہوتی ہے اور معونت اُس سے عام ہے۔

وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ

اور اس پر ہم نے برکت برسائی اور اسحٰق پر بھی اور ان دونو کی اولاد میں سے اپنی ذات کے لئے

ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰي مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ

محسن اور ظالم ہوئے صاف طور پر اور ہم نے احسان کیا موسیٰ و ہارون پر

وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ

اور ہم نے ان دونو کو اور ان کی قوم کو بڑی تکلیف سے نجات دی اور ہم نے ان کی مدد کی

فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

پس وہی غالب ہوئے اور ہم نے ان کو واضح کتاب دی (توراۃ)

وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۹﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا

اور ہم نے ان کو راہِ مستقیم کی ہدایت کی اور ہم نے باقی رکھا ان کا ذکرِ خیر

فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ سَلٰمٌ عَلٰي مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

بعد والوں میں سلام موسیٰ و ہارون پر

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا

ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں احسان کرنیوالوں کو بے شک یہ دونو ہمارے نیک بندوں

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

میں سے تھے اور تحقیق الیاس رسولوں میں سے تھا

حضرت الیاس کا ذکر

اِنَّ اِلْیَاسَ۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ الیاس اور ادریس ایک نبی کے دو نام ہیں لیکن ان کو دو ماننا زیادہ صحیح ہے اور منقول ہے کہ حضرت الیاس حضرت ہارون بن عمران کی اولاد سے تھے اور الیسع پیغمبر کے چچا زاد تھے جب بنی اسرائیل میں گمراہی اور سرکشی حد سے بڑھی تو خدا نے پہلے حزقیل پیغمبر کو بھیجا اور ان کے بعد یہ مبعوث برسالت ہوئے جب حضرت یوشع نے شام کو فتح کیا تھا تو شام کا علاقہ بنی اسرائیل کے قبائل میں انہوں نے تقسیم کر دیا تھا اور اُن میں سے جو قبیلہ بعلبک میں جا کر آباد ہوا تھا حضرت الیاس علیہ السلام اُن کی طرف رسول مبعوث ہوئے۔ شروع شروع میں اس جگہ کے بادشاہ نے دین کو قبول کر لیا۔

Presented by www.ziaraat.com

لیکن بعد میں اپنی عورت کے بہکانے سے مرتد ہو گیا جس کی وجہ یہ ہوئی کہ پاس ہی ایک عابد کا باغ تھا اور بادشاہ کی عورت نے اُس باغ پر قبضہ کرنے کے لئے اس عابد کو قتل کرا دیا اور اُس پر خود قابض ہو گئی۔ حضرت الیاس نے اُن کو اس حرکت بد سے روکا چنانچہ وہ باز نہ آئے تو آپ نے ان دونو پر بددعا کی جس کے نتیجے میں وہ دونو ہلاک ہو گئے۔ بادشاہ اور اس کی بیگم سے مذکورہ بالا اختلاف کے بعد آپ الیسع کو اپنا جانشین قرار دے کر خود روپوش ہو گئے۔ بادشاہ نے اُن کے قتل کے احکامات جاری کئے لیکن کافی تلاش کے باوجود وہ نہ مل سکے اور بعض کہتے ہیں کہ خدا نے ان کو کھانے پینے کی لذت سے بے نیاز کر دیا اور اس کو پرواز کے لئے پر عطا کئے کہ وہ ملکوتی انسان ہے اور خداوند کریم نے اس بادشاہ پر ایک دشمن حملہ آور کو مسلط کر دیا کہ بادشاہ اور اُس کی بیگم دونو واصلِ جہنم ہو گئے۔ پس اللہ نے الیسع کو عہدہ رسالت عطا فرمایا اور بنو اسرائیل اس پر ایمان لائے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ الیاس خشکی و جنگلات میں اور خضر دریاؤں میں رہتا ہے اور سالانہ حج کے موقعہ پر بمقام عرفات دونو کی ملاقات ہوتی ہے

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ سونے کا بنا ہوا ایک بت تھا اور وہ اس کی پوجا کرتے تھے اور کہتے ہیں یمن کی زبان میں سردار اور رب پر بعل کا لفظ بولا جاتا ہے چنانچہ وہ اپنے بت کو بعل سے تعبیر کرتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ذوالکفل حضرت الیاس کا دوسرا نام ہے۔

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ

جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ کیا تم بعل (بت) کو پکارتے ہو اور چھوڑتے ہو اس کو جو بہتر

اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

پیدا کرنے والا ہے اللہ جو تمہارا رب اور تمہارے متقدمین باپ دادوں کا بھی رب ہے

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ

تو انہوں نے اس کو جھٹلایا پس وہ حاضر کئے جائیں گے (قیامت میں) سوائے اللہ کے نیک بندوں کے (کہ

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

وہ ایمان لائے اور نہ جھٹلایا) اور ہم نے اس کا ذکرِ خیر بعد والوں میں باقی رکھا

تفسیر برہان میں بروایت ابن شہر آشوب انس سے منقول ہے ایک دفعہ حضرت نبی اکرمؐ پہاڑ پر تشریف لے گئے تو پہاڑ کی چوٹی پر کوئی شخص دعا مانگ رہا تھا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْاُمَّةِ الْمَرْحُوْمَةِ الْمَغْفُوْرَةِ (اے اللہ مجھے اُمتِ مرحومہ مغفورہ میں داخل فرما) حضورؐ وہاں پہنچے تو ایک سفید ریش دراز قد انسان دیکھا جس نے کھڑے ہو کر حضورؐ سے معانقہ کیا اور عرض کی کہ میں سال بھر میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتا ہوں اور ابھی میرے کھانے کا وقت ہے چنانچہ اچانک اسی وقت آسمان سے ایک دسترخوان اُترا اور حضورؐ نے اس کے ساتھ مل کر تناول فرمایا اور معلوم ہوا کہ وہ حضرت الیاس پیغمبرؑ تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

رالْ یَاسِیْن - ابن عباس سے منقول ہے کہ یٰسین چونکہ حضورؐ نبی اکرم کا نام ہے لہذا آل لیٰسین سے مراد آلِ محمدؐ ہیں - اور آئمہ اہل بیت سے اس معنی میں احادیث بکثرت وارد ہیں کہ اس جگہ مراد آلِ محمدؐ ہی ہیں - اور اسی بنا پر قرآن مجید میں آلِ لیٰسین کی قرأت بھی پڑھی گئی ہے اور ال کا یٰسین سے الگ تحریر ہونا اسی امر کی دلیل ہے ورنہ اگر الیاسین ہوتا تو لام اور یا کو ملا کر لکھا جاتا - اور جو لوگ الیاسین پڑھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس سے مُراد الیاس اور اس کی اُمت ہے جو ان پر ایمان لائی تھی جس طرح مہلّب اور اس کے قبیلہ کو جمع کے طور پر مہلّبین پڑھا جاتا ہے۔

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

سلام آل یسین پر ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ

بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا اور تحقیق لوط رسولوں میں سے

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ اِلَّا

تھا جب کہ ہم نے اس کو اور اس کے تمام خاندان کو نجات دی سوائے

عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

ایک بڑھیا کے جو باقی رہ جانیوالوں میں تھی پھر ہم نے ہلاک کر دیا باقی رہنے والوں کو

وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَبِالَّيْلِ

اور تحقیق تم لوگ گزرتے ہو ان کے (مقامات) سے دن اور رات کو

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

تو کیا پس تم عقل نہیں رکھتے ؟ اور تحقیق یونس رسولوں میں سے تھا

اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۱﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ

جب کہ بھاگا کشتی کی طرف جو پُر ہو چکی تھی پس شریک قرعہ ہوا

لَتَمُرُّوْنَ - مشرکین مکہ کو خطاب ہے کہ قوم لوط کے اُجڑی ہوئی بستیوں کو تم شام کی طرف جاتے ہوئے اور پلٹتے ہوئے صبح و شام کو دیکھتے ہو تو عبرت کیوں حاصل نہیں کرتے - ؟

رکوع نمبر ۹

حضرت یونسؑ کا ذکر

تفسیر عیاشی سے منقول ہے حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ حضرت یونس بن متی تیس برس کی عمر میں مبعوث برسالت ہوئے اور تینتیس برس مسلسل تبلیغ کرنے کے باوجود دو آدمیوں کے علاوہ کوئی بھی اُن پر ایمان نہ لایا حالانکہ وہ ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ تھے - آپ کے مزاج میں تیزی زیادہ تھی اور حوصلہ بہت کم تھا - اکثر روایات میں ہے کہ علاقہ موصل میں مقام نینویٰ میں آپ کی سکونت تھی لیکن تقنینات الدرر

Presented by www.ziaraat.com

میں فلسطین میں آپ کا مبعوث ہونا منقول ہے بہر کیف ایمان لانے والوں میں سے ایک عالم تھا جس کا نام تنوخا یا ملیخا تھا اور دوسرا عابد تھا جس کا نام روبیل منقول ہے۔ ۳۳ برس کی تبلیغ کے بعد جب نتیجہ حوصلہ افزا نہ نکلا تو عابد کے مشورہ سے بددعا کی حالانکہ عالم ساتھی ایسا کرنے سے ان کو روکتا رہا اللہ نے عذاب بھیجنے کا وعدہ کیا تو آپ عابد ساتھی کو ہمراہ لے کر چل دیئے لیکن عذاب کے آثار جونہی نمودار ہوئے تو عالم نے پوری قوم کو جمع کر کے انہیں توبہ کی طرف راغب کیا پس وہ سب مان گئے چنانچہ ان سے عذاب ٹل گیا اور جب عذاب کی تاریخ گذر جانے کے بعد حضرت یونس جائزہ لینے کے لئے پلٹے تو لوگوں کو حسب سابق کاروبار اور کھیتی باڑی میں مشغول پایا پس ایک شخص سے دریافت کیا جو آپ کو نہیں پہچانتا تھا کہ شہر والے کیسے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ یونس کی بددعا سے عذاب آچکا تھا لیکن قوم نے توبہ کر لی جس کی وجہ سے عذاب ٹل گیا ہے۔ اب لوگ یونس کو ڈھونڈھ رہے ہیں تاکہ اس سے معافی مانگیں۔ پس آپ بجائے شہر میں آنے کے دوسری طرف چلے گئے اور کنارہ دریا پر پہنچے پس تیار کشتی پر سوار ہوئے جو مال اور سواریوں سے پر تھی۔ جب وسط دریا میں پہنچی تو ایک بڑی مچھلی نے سر نکالا حضرت یونس ڈر کر دوسری طرف جا بیٹھے تو مچھلی بھی اسی طرف آگئی۔ ملاحوں نے دیکھا تو کشتی کی غرقابی کا انہیں خطرہ لاحق ہوا۔ کہنے لگے ہم میں سے کوئی آدمی اپنے آقا سے بھاگا جا رہا ہے جب تک اس کو دریا میں نہ ڈالا جائے یہ مچھلی پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی تو یونسؑ کا نام نکلا پس آپ نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ اور مچھلی نے منہ کھول کر ان کو اپنے اندر کر لیا۔

مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿۱۴۲﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۱۴۳﴾

تو ہو گیا گرنے والوں میں سے پس اس کو مچھلی نے نگل لیا کہ وہ (اپنے آپ کو) ملامت کرنیوالا تھا

فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿۱۴۴﴾ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ

پس اگر نہ ہوتا وہ تسبیح کرنے والوں میں سے تو ٹھہرا رہتا اس کے پیٹ میں

إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۴۵﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿۱۴۶﴾

قیامت کے دن تک پس ہم نے اس کو ڈال دیا چٹیل جگہ میں کہ وہ بیمار تھا

وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ ﴿۱۴۷﴾ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ

اور ہم نے اگا دیا اس پر ایک کدو کا پودا اور ہم نے اس کو بھیجا ایک لاکھ یا

أَوْ يَزِيدُونَ ﴿۱۴۸﴾ فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿ ﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ

اس سے بھی زیادہ قوم کی طرف پس وہ ایمان لائے تو ہم نے ان کو فائدہ پہنچایا ایک وقت تک پس ان سے پوچھو

کتابِ خصال سے منقول ہے ایک یہودی نے ایک دفعہ حضرت امیر علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ وہ کونسا قیدخانہ

Presented by www.ziaraat.com

ہے جو قیدی کو لے کر سیر کرتا رہا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ حضرت یونسؑ والی مچھلی ہے۔

نیز ایک دفعہ ایک شخص نے سوال کیا تھا وہ کونسا ذی روح ہے جو دوسرے ذی روح سے نکلا لیکن دونو کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ حضرت یونس ہیں جو مچھلی کے شکم سے نکلے حالانکہ آپس میں رشتہ نہیں تھا۔

حضرت یونس کے مچھلی کے شکم میں رہنے کا عرصہ ۳، ۷، ۲۰ اور ۴۰ دن باختلاف اقوال بیان کیا گیا ہے۔

تفسیر نور الثقلین میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے چار ہفتے کی کل درمیانی مدت منقول ہے۔ آپ نے فرمایا ۱۵ شوال بروز بدھ اُن کی قوم پر عذاب آیا اور اُن کی توبہ سے وہ اُسی دن ٹل بھی گیا پھر جمعرات کے دن آپ واپس پلٹے۔ اور سمندر یا دریا کے کنارے تک جاتے ہوئے اُن کو ایک ہفتہ لگا پھر ایک ہفتہ مچھلی کے پیٹ میں اور ایک ہفتہ کدو کے سایہ میں جب مچھلی نے باذنِ پروردگار اُن کو باہر پھینکا اور پھر ایک ہفتہ وہاں سے اپنی بستی تک پہنچنے میں گویا کل اٹھائیس دن کے وقفہ کے بعد آپ دوبارہ اپنی قوم میں تشریف لائے۔ مروی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے یہودی کے جواب میں فرمایا کہ مچھلی نے حضرت یونس کو بحرِ قلزم بحرِ مصر اور بحر طبرستان کی سیر کرانے کے بعد دریائے دجلہ کا رُخ کیا اور زمین کے نیچے ایسی جگہ سے گذری جہاں قارون زمین دوز ہو کر زیرِ عذاب تھا۔ اُس نے حضرت یونس کی آواز تسبیح سُن کر اپنے موکل فرشتے سے کچھ مہلت مانگی جو اُسے باذنِ پروردگار روزانہ قدِ آدم کے برابر نیچے کی طرف دھکیلتا جا رہا تھا پس فرشتے نے اس کو مہلت دی تو قارون نے پوچھا تم کون ہو۔ آپ نے فرمایا میں یونس بن متی ہوں۔ قارون نے موسیٰ و ہارون اور کلثوم (جو اس کی طرف منسوب تھی) کے متعلق پوچھا۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ سب مر چکے ہیں تو ان کے ارمان میں قارون نے سرد آہ کھینچی۔ جس کی بدولت اس سے دنیا کا عذاب رفع ہو گیا۔ اور اس حدیث کے آخر میں یونس کا مچھلی کے شکم میں کل نو گھنٹے رہنا مذکور ہے بہرکیف مچھلی نے دریا کے کنارے پر اُن کو اگل دیا۔ چونکہ آپ کا چمڑا اور گوشت ختم ہو چکا تھا پس خدا نے اُن کے لئے ایک کدو کا پودا پیدا کر دیا تھا جس کے سائے میں آپ دھوپ کی تکلیف سے بچ گئے اور رفتہ رفتہ ان کا گوشت پوست اپنی صحیح حالت پر آ گیا۔ خداوند کریم نے کدو کی جڑ پر ایک کیڑا مسلط کر دیا جس نے جڑ کو کاٹا اور پودا خشک ہونے لگا تو حضرت یونسؑ رنجیدہ ہوئے۔ پس وحی پروردگار ہوئی کہ اس پودے پر تمہاری محنت کوئی نہیں ہوئی اور اس کے کملانے پر غمزدہ ہو رہے ہو تو ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں پر عذاب کی بددعا کرنے سے غمزدہ کیوں نہ ہوئے اب وہ سب مومن ہو چکے ہیں لہذا دوبارہ جاؤ اور ان کو احکام دینیہ سکھاؤ چونکہ آپ کو واپس جانے پر شرم مانع تھا۔ اس لئے ایک چرواہے سے فرمایا کہ میں یونس ہوں تم جا کر میری قوم کو اطلاع دو تاکہ مجھے لے جائیں۔ اُس چرواہے نے یہ کہہ کر آپ کی بات ٹھکرا دی کہ وہ تو دریا میں غرق ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرے ریوڑ کی بکری اگر میرے حق میں شہادت دے دے تو مان لوگے کہ میں ہی وہی یونس ہوں چنانچہ بکری کی شہادت کے بعد جب اس چرواہے نے اپنی قوم کو اطلاع دی تو انہوں نے بھی اس کی نہ مانی جب تک کہ بکری سے گواہی نہ حاصل کر لی۔ پس وہ سب جمع ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت عزت و احترام سے آپ کو

Presented by www.ziaraat.com

اپنی بستی میں لے گئے۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ مچھلی کے شکم سے باہر آنے کے بعد جس قوم کی طرف بھیجے گئے وہی پہلی قوم تھی اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری قوم تھی۔ حضرت یونسؑ کا ذکر سورہ یونس کی تفسیر میں ج ۷، ص۱۸۱ پر بھی گذر چکا ہے۔

اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿۱۵۰﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ

کیا تیرے رب کے لئے بیٹیاں اور ان کے لئے بیٹے ہیں؟ کیا ہم نے فرشتوں کو مؤنث

اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

بنایا درحالیکہ وہ دیکھ رہے تھے؟ آگاہ ہو وہ اپنے بہتان کی بنا پر کہتے ہیں کہ

وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى

اللہ کی اولاد ہے حالانکہ وہ بالکل جھوٹے ہیں کیا اس نے پسند کیا بیٹیوں کو بیٹوں کی

الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَفَلَا

بجائے؟ تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ کیا سوچتے نہیں

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۷﴾ فَاْتُوْا

ہو؟ یا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے تو لاؤ وہ

بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَ

کتاب (جس میں کوئی دلیل ہے) اگر تم سچے ہو اور انہوں نے بنا لیا اللہ اور جن

بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

کے درمیان رشتہ حالانکہ جن جانتے ہیں کہ ان کو بھی حاضر کیا جاوے گا

اَلِرَبِّكَ۔ مشرکین مکہ نے کہا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ ان آیات میں ان کی تردید ہے۔

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ۔ اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔

(۱) زندیق اور بے دین لوگوں نے کہا تھا کہ اللہ اور شیطان جو قوم جن سے ہے دونو بھائی ہیں۔ نور خیر اور نفع مند چیزوں کا خالق اللہ ہے۔ اور ظلمت شر اور نقصان دہ چیزوں کا خالق شیطان ہے۔

(۲) مشرکین مکہ نے چونکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں تجویز کیا تھا پس فرشتوں کو آنکھوں سے اوجھل ہونے کی بنا پر جن کہا گیا ہے کیونکہ جن کا اصل معنی ہے نظر نہ آنے والی چیز۔

(۳) جن لوگوں نے شیطان کی اطاعت کی گویا انہوں نے شیطان کو اللہ کے برابر سمجھ لیا اور اللہ اور اس کے درمیان معبود ہونے کا رشتہ بنا لیا۔ بہرکیف جو قول بھی ہو خدا نے اس کی پُر زور تردید فرمائی ہے۔ اور ساتھ ہی تنبیہ کی ہے کہ جن چیزوں کو تم

Presented by www.ziaraat.com

اللہ کا رشتہ دار سمجھتے ہو خواہ فرشتے ہوں یا جن یہ سب میرے پاس بروز حشر حاضر کئے جائیں گے۔

سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴿۱۶۱﴾

پاک ہے اللہ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں مگر اللہ کے خالص بندے (اس طرح نہیں کہتے)

فَاِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۱۶۲﴾ مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَيۡهِ بِفٰتِنِيۡنَ ﴿۱۶۳﴾

پس تم اور جس کی تم عبادت کرتے ہو نہیں تم اللہ کے متعلق فتنہ و گمراہی ڈال سکتے

اِلَّا مَنۡ هُوَ صَالِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۱۶۴﴾ وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ

مگر ان لوگوں پر جو جہنم کا ایندھن ہیں اور ہم میں جو بھی ہے اس کا اپنا مقام

مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۱۶۵﴾ وَّاِنَّا لَنَحۡنُ الصَّآفُّوۡنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنَّا

معلوم ہے اور ہم ہی صف بستہ ہیں (اس کی عبادت میں) اور ہم ہی

لَنَحۡنُ الۡمُسَبِّحُوۡنَ ﴿۱۶۷﴾ وَاِنۡ كَانُوۡا لَيَقُوۡلُوۡنَ ﴿۱۶۸﴾

تسبیح گذار ہیں اور تحقیق (اہل مکہ) کہتے ہیں

لَوۡ اَنَّ عِنۡدَنَا ذِكۡرًا مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۶۹﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ

اگر ہمارے پاس علم ہوتا پہلے لوگوں کے متعلق تو ضرور ہم اللہ کے خالص

الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴿۱۷۰﴾ فَكَفَرُوۡا بِهٖ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۷۱﴾ وَ

بندے ہوتے (تو جب علم آیا قرآن کے ذریعے) تو اس کا کفر کیا پس عنقریب جان لیں گے (انجام اس کا) اور

لَقَدۡ سَبَقَتۡ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّهُمۡ

تحقیق طے ہو چکی ہے ہماری بات اپنے رسول بندوں کے لئے کہ تحقیق وہ

فَاِنَّكُمۡ۔ مشرکین کو خطاب ہے کہ تم لوگ اور تمہارے معبود مل کر بھی اللہ کے خلاف کسی کو فتنہ اور گمراہی میں نہیں ڈال سکتے سوائے ان کے جو دوزخ کا ایندھن بن چکے ہیں۔

وَمَا مِنَّا۔ یہ ملائکہ کا قول ہے یا یہ کہ جبریل نے حضورؐ کو خبر دی کہ ہم میں سے ہر ایک کا مقام معین اور معلوم ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آلِ محمدؐ کے اوصیا اور آئمہ کے متعلق یہ آیات ہیں۔

چنانچہ آپ نے راوی حدیث شہاب سے فرمایا یَا شِهَابُ نَحۡنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ وَمَعۡدِنُ الرِّسَالَةِ وَمُخۡتَلَفُ الۡمَلَائِكَةِ وَنَحۡنُ عَهۡدُ اللّٰهِ وَذِمَّتُهٗ وَنَحۡنُ وَدَائِعُ اللّٰهِ وَحُجَّتُهٗ كُنَّا اَنۡوَارًا صُفُوۡفًا حَوۡلَ الۡعَرۡشِ نُسَبِّحُ اللّٰهَ فَتُسَبِّحُ الۡمَلَائِكَةُ بِتَسۡبِيۡحِنَا اِلٰى اَنۡ هَبَطۡنَا

Presented by www.ziaraat.com

اِلَی الْاَرْضِ فَسَبَّحْنَا وَسَبَّحَ اَھْلُ الْاَرْضِ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ الخ۔ ترجمہ اے شباب ہم نبوت کا درخت رسالت کی کان اور فرشتوں کی آماجگاہ ہیں۔ ہم اللہ کا عہد و ذمہ اور ہم اللہ کی امانت و حجت ہیں۔ ہم عالمِ انوار میں عرش کے گرد صف بستہ اللہ کی تسبیح کرتے تھے پس ہماری تسبیح کو سن کر فرشتوں نے تسبیح کی پھر زمین پر آئے تو زمین والوں نے ہماری تسبیح کو سن کر تسبیح جاری کی۔ پس ہم ہی صف بستہ عبادت گذار ہیں اور ہم ہی اس کے تسبیح کرنے والے ہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا جس نے ہمارے ساتھ وفا کی تو اس نے اللہ کے عہد کی وفا کی اور جس نے ہمارے ساتھ وفا نہ کی اس نے اللہ کے عہد و ذمہ کو ٹھکرا دیا۔ اور اسی معنی کی احادیث کتب امامیہ میں بکثرت موجود ہیں۔ پس اگر ان کا ظاہر فرشتوں کا مقولہ قرار دیا جائے تو اس کا باطن ائمہ طاہرین علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

ہی منصور ہوں گے اور ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۱۷۵﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ

پس ان سے روگردانی کر دو ایک وقت تک کے لئے اور ان کو مہلت دو پس عنقریب

یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ فَاِذَا

دیکھ لیں گے کیا وہ ہمارے عذاب کی جلدی چاہتے ہیں؟ پس جب (ہمارا عذاب)

نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَتَوَلَّ

ان کے صحن میں نازل ہوگا تو جن کو ڈرایا گیا ہے اُن کی صبح بری ہوگی اور اُن سے

عَنْهُمْ حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۱۷۹﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

روگردانی کر لو ایک وقت تک کے لئے اور مہلت دو پس عنقریب دیکھ لیں گے

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَسَلٰمٌ

پاک ہے تیرا رب وہ رب جو عزت کا مالک ہے ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں اور سلام

عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۳﴾

رسولوں پر اور حمد اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا رب ہے

وَاِنْ کَانُوْا۔ یہ اِنْ کا مخففہ ہے اور مشرکین کا قول نقل کیا جا رہا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر گذشتگان کے متعلق ہمیں معلوم ہوتا اور ہمارے پاس کتاب آتی تو ہم خالص عبادت گذار ہوتے (ذکر سے مراد کتاب لی گئی ہے) پس جب

Presented by www.ziaraat.com

وہ ذکر (کتاب قرآن مجید) آیا تو وہ انکار پر اُتر آئے اور ضد پر اُڑ گئے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ ۔ حضورؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ رسولوں کے ساتھ ہمارا وعدہ ہے کہ آخر کار فتح حق کی ہوگی لہٰذا ان کی باتوں سے درگذر کیجئے اور وقت کا انتظار کیجئے نتیجہ جب سامنے آئے گا تو سب دیکھ لیں گے اور عذاب مانگنے والے بھی اپنا اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ اُن کی باتوں سے دوبارہ درگذر کرنے اور ان کو ٹالنے کی تاکید کی گئی ہے (تَوَلَّ عَنْهُمْ) درگذر کرو۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ ۔ الخ ۔ تفسیر مجمع البیان میں حضرت رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ جو شخص بروز قیامت اپنے میزان کو وزنی دیکھنا چاہیے تو اُسے ہر مجلس میں اختتام کلام پر سُبْحٰنَ رَبِّكَ تا آخر ہر سہ آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کرنی چاہیئے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

۱۴ دسمبر ۱۹۷۳ء صبح سوا آٹھ بجے بروز جمعرات مطابق ۷ ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ سورۂ صافات کی تفسیر سے فارغ ہوا ہوں

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

سُوْرَةُ صٓ

یہ سورہ مکیہ ہے۔ آیات کی تعداد بسم اللہ کے ساتھ ۸۹ ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے حضورؐ نے فرمایا جو شخص اس کو پڑھے گا حضرت داؤد کے لئے مسخر ہونے والے پہاڑوں کے برابر وزنی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی اور اس کی برکت سے خدا اس کو ہر گناہِ صغیرہ و کبیرہ سے بچنے کی توفیق دے گا اور امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اس کو دنیا و آخرت میں وہ جزائے خیر دی جائے گی جو انسانوں میں سے سوائے نبی مرسل کے اور کسی کے لئے نہیں ہوگی۔ اور خدا اُس کو داخلِ جنّت فرمائے گا۔ اور اُس کے افراد خاندان اور غلاموں میں سے بھی جس کو اُس سے محبت ہوگی خدا اُن کو جنّت میں داخل کرے گا۔

خواص قرآن سے ہے کہ اگر کوئی شخص اس کو لکھ کر کسی حاکم و والی کے نیچے رکھے گا تو اس کی حکومت و ولایت تین دن سے زیادہ قائم نہ رہے گی پس لوگوں میں اُس کے عیوب مشہور ہوں گے اور عوام اس سے متنفر ہو جائیں گے پس وہ معزول ہو جائے گا۔ اور امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اسکو لکھ کر شیشے کے برتن میں محفوظ کر کے قاضی یا والی کی جگہ پر رکھنے سے اسکی ولایت جلد ختم ہوگی اور اللہ کے حکم سے وہ تنگدستی اور سختی میں مبتلا ہوگا (البرہان)

Presented by www.ziaraat.com

رکوع نمبر ۱

شانِ نزول - تفسیر مجمع البیان میں ہے اشرافِ قریش میں سے پچیس آدمی جن میں سب کا بزرگ ولید بن مغیرہ اور اس کے علاوہ ابوجہل، ابی بن خلف، امیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، اور نضر بن حارث بھی تھے - یہ سب حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ ہمارے بزرگ اور سردار ہیں لہٰذا ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان آخری فیصلہ کریں تاکہ نت نت کے جھگڑوں سے گلوخلاصی ہو جائے کیونکہ وہ ہمیں پاگل سمجھتا ہے اور ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتا ہے - آپ نے نبی اکرمؐ کو بلایا اور عرض کی کہ یہ تیری قوم کے سرآوردہ افراد کچھ کہنے کو آئے ہیں - آپ نے فرمایا جو بات چاہتے ہیں بے شک کہہ دیں تو انہوں نے کہا ہم صرف اتنا چاہتے ہیں کہ تو ہمیں ہمارے خداؤں کے ساتھ چھوڑ دے اور ہم تجھے تیرے خدا کے ساتھ چھوڑتے ہیں - آپ نے فرمایا میں تم سے صرف ایک ہی بات چاہتا ہوں - اور وعدہ کرتا ہوں، کہ اس کے بعد تم عرب وعجم کے مالک ہو جاؤ گے - ابوجہل نے بات بناتے ہوئے کہا واہ وا تیرے باپ کا بھلا ہو ایک چھوڑ ایسی ہم تو اس جیسی دس ماننے کو تیار ہیں - آپ نے فرمایا صرف اتنا کہہ دو کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ - یہ سنتے ہی سب کے سب فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور منہ سے بڑبڑاتے ہوئے چلدئے کہ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا یعنی کیا اس نے سب خداؤں کا ایک خدا بنا لیا؟ ان کی بیہودہ گوئی سے حضور کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے اور فرمایا - اے چچا جان! اگر سورج کو اتار کر میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر بھی رکھ دیا جائے تو میں اس کلمہ کو ترک نہ کروں گا بلکہ اس کو نافذ کر کے دم لوں گا اور اپنے مشن کی خاطر خون کا آخری قطرہ بہا دینے کے لئے بھی میں تیار ہوں تو ابوطالب نے جواب دیا بے شک آپ اپنے کام کو جاری رکھنے میں کسی قیمت پر آپ کا ساتھ چھوڑنے کو تیار نہیں ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۱

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝۲ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ

ص صاحب ذکر قرآن کی قسم (کہ حق آگیا) بلکہ جو لوگ کافر ہیں تکبر اور بدبختی میں ہیں

عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝۳ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا

کس قدر ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے امتیں کہ نہ رہا

وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝۴ وَعَجِبُوْا اَنْ جَاۗءَهُمْ

ان کے لئے وقت معافی اور ان کو تعجب ہے کہ ان کے

ص - بعض کہتے ہیں سورہ کا نام ہے لہٰذا مبتدا محذوف کی خبر ہے اور بعض کے نزدیک اللہ کے اسماء میں سے ہے اور مقسم واقع ہوا ہے پس حرف قسم محذوف ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ۔ اس قسم کے جواب کے متعلق چند اقوال ہیں۔ (۱) اس کا جواب محذوف ہے یعنی قرآن کی قسم حق آگیا (۲) ص صَدَقَ کا مخفف ہے اور جواب قسم مقدم ہے۔ یعنی قرآن کی قسم اس کو لانے والا محمدؐ سچا ہے۔ (۳) کَمْ اَهْلَكْنَا اس کا جواب ہے۔ لام محذوف ہے۔

لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ۔ لات کے متعلق دو قول ہیں (۱) تا کلمے کا جزو ہے اور لات لیس کے معنی ہیں ہے (۲) لا حرف نفی ہے اور تا حین پر داخل ہے۔ اور زائدہ ہے اور اس کی دو ترکیبیں کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ حِيْنَ مَنَاصٍ لا کی خبر منصوب ہے اور اس کا اسم "وقت" محذوف ہے اور دوسری ترکیب یہ کی گئی ہے کہ حِيْنُ مَنَاصٍ کو لا کا اسم قرار دیا گیا ہے۔ اور خبر محذوف ہے یعنی لَاتَ حِيْنُ مَنَاصٍ لَهُمْ۔

مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝٥

ڈرانے والا اُن ہی سے ہے اور کافروں نے کہا یہ تو جادوگر جھوٹا ہے

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝٦

کیا اس نے بہت سے خداؤں کا ایک خدا بنا دیا؟ تحقیق یہ قابلِ تعجب چیز ہے

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ

اور اُن میں سے سردار اٹھ کھڑے ہوئے (یہ کہتے ہوئے) کہ چلو اور ڈٹے رہو اپنے خداؤں پر اس

اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۝٧ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ

کی کوئی سوچی سمجھی ہوئی سکیم ہے یہ بات تو ہم نے دوسری کسی ملت میں بھی نہیں سنی

تنبیہ۔ سیبویہ کے نزدیک لا مشابہ ہے لیس کے اور تاءِ تانیث اس پر اس طرح زائد ہے جس طرح رُبَّ اور ثُمَّ پر بڑھائی جاتی ہے (رُبَّتَ ثُمَّتَ) اور اس زیادتی کی وجہ سے اس کے دو حکم مخصوص ہیں (۱) لفظ حین کے ساتھ مخصوص ہے (۲) ہمیشہ اس کے اسم و خبر میں سے ایک مذکور ہوگی اور دوسری محذوف ہوگی۔

اَلْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ۔ اس سے مراد یا تو نصاریٰ ہیں کیونکہ یہی آخری اُمت ہیں۔ اور ان کے نزدیک توحید نہیں تھی کیونکہ وہ تثلیث کے قائل تھے اور ممکن ہے اس سے مراد اقوام عالم میں سے کوئی سی اُمت ہو کیوں کہ اس زمانہ میں توحید کے علمبردار حضورؐ ہی تھے اور ممکن ہے ملتِ آخرہ سے ان کی مراد اپنے باپ دادا کا طریقہ ہو۔

اِخْتِلَاقٌ۔ یعنی پوری انسانی سوسائٹی میں یہ عقیدہ کہیں بھی نہیں ہے کہ متعدد خداؤں کا مرسوم عبادتی طریقہ چھوڑ کر صرف ایک خدا کی ہی عبادت کی جائے بلکہ یہ صرف انہی کی اپنی ایجاد ہے۔

ءَاُنْزِلَ۔ عوام الناس کو گمراہی پر ثابت قدم رکھنے کے لئے طرزِ بیان کو اُن کے سادہ اذہان کے مطابق پیش کیا کہ

اگر اس کا پیش کردہ عقیدہ اور طریقہ خدا کی جانب سے ہوتا اور یہ قرآن بھی اُسی کا کلام ہوتا تو کیا خدا کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی بندہ اس قابل نہیں تھا کہ یہ عہدہ اس کو دیا جاتا کیونکہ نہ تو یہ ہم سے عمر میں زیادہ ہے۔ اور نہ شرف و شان میں ہم سے اس کو کوئی امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

إِنْ هَٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ ۞۸ أَأُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا	
یہ تو صرف من گھڑت منصوبہ ہے	کیا بھلا ہم سب کو چھوڑ کر اس پر قرآن آگیا؟
بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْ ذِكْرِي بَلْ لَمَّا يَذُوقُوا عَذَابِ ۞۹	
گویا اُن کو ہمارے ذکر (قرآن) میں شک ہے	کیونکہ ابھی تک میرا عذاب نہیں چکھا
أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ۞۱۰	
کیا اُن کے پاس تیرے پروردگار کی رحمت کے خزانے ہیں	جو غالب بخشنے والا ہے
أَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوا	
کیا اُن کے لئے آسمانوں اور زمین کا مُلک ہے اور وہ جو ان کے درمیان ہے؟	پس اوپر چڑھ جائیں
فِي الْأَسْبَابِ ۞۱۱ جُنْدٌ مَا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِنَ الْأَحْزَابِ ۞۱۲	
اسباب کے ذریعے	یہاں مختلف لشکروں سے مل ہوئی فوج شکست خوردہ ہوگی

اَمْ عِنْدَهُمْ - اُن کے شبہ کا جواب ہے کہ جس کو عوام الناس شان و شرف کا مالک سمجھتے ہوں ضروری نہیں کہ اسی کو ہی خدا عہدہ رسالت و نبوت عطا فرمائے کیونکہ اللہ کی جانب سے ہدایت خلق کا عہدہ لوگوں کی امنگوں اور خواہشوں کے تابع نہیں ہوتا بلکہ وہ جس کا انتخاب کرے وہی درست ہوتا ہے چنانچہ فرمایا کہ کیا یہ لوگ اللہ کی رحمت (نبوت و رسالت) کی تقسیم کے ٹھیکیدار ہیں کہ ان کی منشاء کے مطابق ہی بنی ہو۔ اور بعینہ اسی دلیل کی رو سے مذہب شیعہ میں امام کا انتخاب اور رسول اللہ کے جانشین کا چناؤ بندوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اللہ جس کو چاہے نامزد کرے پس وہی صحیح خلیفہ رسول ہوگا۔

جُنْدٌ مَّا یہ ما زائدہ ہے اور ھنالک اشارہ بعید کے لئے ہے اور ھنا ھناک اور ھنالک قریب متوسط اور بعید کے لئے آتے ہیں جس طرح ذا۔ ذاک اور ذالک ہیں۔ پس ھنالک کا متعلق ثابت صفت ہے جندٌ کی اور مهزومٌ جندٌ کی خبر ہے یہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی پیشین گوئی ہے جو حرف بحرف صادق آئی۔ اور ممکن ہے کہ اس کو جنگ احزاب کی پیشین گوئی قرار دیا جائے اس کے بعد حضور کو تسلّی دی گئی کہ آپ سے پہلے قوم نوح کو قوم عاد حضرت ھود کو قوم فرعون حضرت موسےٰ کو قوم ثمود حضرت صالح کو قوم لوط حضرت لوط کو اور اصحاب ایکہ حضرت شعیب کو جھٹلا چکے ہیں پس اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلاتی ہے تو گھبرائیں نہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

ذُوالْاَوْتَادِ ۔ اوتاد وتد کی جمع ہے جس کا معنی میخ ہوا کرتا ہے اور فرعون کو ذوالاوتاد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لہو لعب کے لئے اُس نے لوہے کی میخوں کے ذریعے ایک کھیل بنایا ہوا تھا جس سے وہ کھیلا کرتا تھا اور بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ حکومت کے نافرمان مجرموں کو میخوں کے ذریعے سزا دیتا تھا کہ ملزم کو زمین پر لٹا کر اس کے ہاتھوں اور پاؤں اور سر میں میخیں اور لوہے کے کیل گاڑ دیئے جاتے تھے پس وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا تھا۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴿۱۲﴾

ان سے پہلے جھٹلا چکے (رسولوں کو) قوم نوح اور عاد اور فرعون میخوں والا اور

وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الْاَحْزَابُ ﴿۱۳﴾

ثمود اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ یہ جماعتیں

اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾

ان سب نے ہی جھٹلایا رسولوں کو پس صحیح تھا میرا عذاب (ان پر)

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾

اور یہ نہیں انتظار کرتے (کفار مکہ) مگر ایک ہی کڑک کا جس کے لئے وقفہ نہ ہو گا

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾

اور کہا انہوں نے اے رب ہمارا جلدی دے ہم کو اپنا حصہ یوم حساب سے پہلے

اِصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا

صبر کرو ان پر جو وہ کہتے ہیں اور یاد کرو میرے بندے

معجزہ

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ قریش نے جمع ہو کر آپ سے سوال کیا کہ اگر سامنے والا درخت اپنی جڑوں سمیت زمین سے نکل کر آپ کی خدمت میں پہنچے تو ہم مان لیں گے آپ نے فرمایا تم پھر بھی نہ مانو گے بلکہ تم میں سے وہ لوگ موجود ہیں جو احزاب کو جمع کر کے میرا مقابلہ کریں گے پس درخت کو حکم دیا کہ اگر تو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے اور مجھے رسول مانتا ہے اللہ کے اذن سے، تو جڑوں سمیت زمین سے نکل کر میرے پاس آجا چنانچہ ایک سخت پھڑپھڑاہٹ جیسی آواز کے ساتھ وہ درخت حاضر خدمت ہوا کر اس کی بعض شاخیں حضورؐ کے کندھے پر اور کچھ شاخیں میرے شانے پر تھیں کیونکہ میں دائیں طرف کھڑا تھا یہ دیکھ کر کفار نے ازراہِ تمرد و تکبر کہا کہ اس درخت کا نصف کٹ کر آجائے پس آپ کے اشارے سے اسی طرح ہوا پھر انہوں نے کہا کہ باقی نصف کو حکم دیجئے کہ پہلے نصف کے ساتھ جا ملے چنانچہ اسی طرح ہوا۔ پس میں نے عرض کی کہ حضور! میں مومن اول ہوں لیکن کفار مکہ

Presented by www.ziaraat.com

نے جادوگر اور جھوٹا کہہ کر صاف انکار کر دیا۔ (البرہان ملخصاً)

رکوع نمبر ۱۱

صَيْحَةً وَّاحِدَةً - اس جگہ صورِ اوّل مراد لی گئی ہے یعنی قیامت کی گرفت کے منتظر ہیں۔
فواق - زبر اور پیش دونوں طرح سے یہ لفظ پڑھا جاتا ہے۔ فَواق اور فُواق جس طرح قِصاص اور قَصاص بچے کے ماں کا دودھ پینے کے بعد دوسری دفعہ پینے تک کے وقفے کو فواق کہا جاتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ فُواق پیش سے ہو تو مراد وقفہ مہلت ہے اور فواق زبر کے ساتھ ہو تو سانس لینے کا وقفہ مراد ہوتا ہے۔
قِطَّنَا - قط کا معنی عطیہ جائزہ ہے اور اس جگہ سے مراد حصّہ ہے اور قط کا لغوی معنی قطع ہوتا ہے۔

حضرت داؤد کا واقعہ

دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ
داؤد کو جو صاحبِ طاقت تھا بے شک وہ رجوع کرنیوالا تھا ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کیا کہ
يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۹﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً
شام و صبح اس کے ہمراہ تسبیح کرتے تھے اور پرندے جمع ہو کر
كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۲۰﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ
یہ سب اسکے لئے رجوع کرنے والے تھے اور ہم نے مضبوط کیا اس کے ملک کو اور ہم نے دی اسکو حکمت

ذَا الْاَيْدِ یا تو یہاں قوتِ عبادت مراد ہے کہ آپ زندگی بھر نصف شب قیام کرتے رہے اور نصف زمانہ روزہ رکھتے رہے یعنی ایک دن روزہ اور دوسرے دن افطار کرتے تھے یا قوتِ جسمانی مراد ہے کہ ایک دفعہ مقامِ جنگ میں انہوں نے اپنی کھمبانی سے دشمن کے سینے میں ایک پتھر نشست جما کر ایسا زور سے مارا کہ اس کے سینے کو وہ چیرتا ہوا پشت سے نکل کر دوسرے آدمی کو جا لگا کہ وہ بھی مر گیا تھا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے مراد حشمت و جلال شاہی ہو چنانچہ منقول ہے کہ ۳۶ ہزار سے چالیس ہزار تک سنتری سپاہی ہر رات پہرہ دار مقرر ہوتے تھے اور ان کا دبدبہ اور رُعب پوری مملکت پر چھایا رہتا تھا۔ ابن عباس سے منقول ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے دوسرے پر گائے کا دعوےٰ دائر کیا اور اس کے پاس گواہ کوئی نہ تھا۔ پس آپ نے مقدمہ پر غور کرنے کے لئے فیصلے کو طول دے دیا چنانچہ خواب میں آپ کو حکم ہوا کہ مدعی علیہ کو قتل کر دیا جائے اور پھر دوبارہ بھی یہی حکم ہوا۔ جب آپ نے مدعی علیہ سے ذکر کیا تو اس نے مان لیا کہ واقعی میں اس مدعی کے باپ کا قاتل ہوں پس اس کو قتل کر دیا گیا جس کی وجہ سے آپ کا رعب بڑھ گیا۔ (منتخبات الدرر)

اَوَّابٌ - اَبَ یَئُوبُ سے ہے یعنی وہ ہر باطل سے منہ موڑ کر ہر اس چیز کی طرف رجوع کرتے تھے جو اللہ کی خوشنودی کی موجب ہوا کرتی تھی۔

Presented by www.ziaraat.com

سَخَّرْنَا الْجِبَالَ ۔ جب حضرت داؤد علیہ السّلام تسبیح و تقدیس پروردگار کے ساتھ آواز بلند کرتے ۔ تو پہاڑ اور پرندے اس کے جواب میں تسبیح کرتے تھے ۔ چنانچہ سورہ سبا کی تفسیر میں جلد ۱۱ میں اس کا قدرے بیان گذر چکا ہے ۔ اور ممکن ہے کہ خداوند کریم نے پرندوں میں حضرت داؤد علیہ السّلام کے احکام کو سمجھنے کی قوت دے دی ہو ۔ اگرچہ ان کے پاس عقول نہیں تھے مگر اپنے شعور کے ساتھ وہ ان کی بات سمجھتے ہوں ۔ اور ازراہ اطاعت عمل کرتے ہوں بہرکیف یہ ان کا معجزہ ہے اور خدا ہر شے پر قادر ہے ۔

وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۱﴾ وَهَلْ أَتٰكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ إِذْ

اور فصل الخطاب ۔ اور کیا تجھے پہنچی خبر جھگڑا کرنے والوں کی جب

تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۲﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلٰى دَاوُدَ فَفَزِعَ

دیوار کو پھاند کر آئے ان کے محراب تک ۔ جب داخل ہوئے داؤد پر تو وہ گھبرا گئے ان سے

مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ

انہوں نے کہا ڈرو مت (ہم تو) دو حریف ہیں جنہوں نے ایک دوسرے پر تجاوز کیا پس

فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلٰى سَوَاءِ

ہمارے درمیان حق کا فیصلہ کیجئے اور نہ ظلم کیجئے اور ہم کو ہدایت کیجئے سیدھے راستے کی طرف

الصِّرَاطِ ﴿۲۳﴾ إِنَّ هٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ

(ایک نے کہا) تحقیق یہ اس میرے بھائی کی ننانوے دنبیاں ہیں اور میری صرف ایک دنبی ہے

فَصْلَ الْخِطَابِ ۔ یعنی مقدمات میں فیصلہ کرنے کا قانونی ضابطہ اور اس سے مراد گواہ اور قسم ہے ۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ مدّعی سے گواہ طلب کئے جائیں اور اگر اس کے پاس گواہ موجود نہ ہوں ، تو مدعیٰ علیہ سے قسم لے کر مقدمہ کا فیصلہ کر دیا جائے ۔ اور بعضوں نے فصل الخطاب سے مراد علم و فہم لیا ہے ۔

الْخَصْمِ ۔ ہر وہ جو دوسرے پر حق کا دعوےٰ کرے اور اس کا تثنیہ جمع نہیں ہوتا بلکہ واحد و تثنیہ و جمع سب پر بولا جاتا ہے پس مدعی ایک ہو یا زیادہ سب خصم ہیں اور مدعیٰ علیہ بھی ایک ہو یا زیادہ ہوں خصم ہیں اور خصمان میں مدعی اور مدعیٰ علیہ کا تثنیہ کیا گیا ہے ۔ اگرچہ وہ اپنے مقام پر ایک ایک سے زیادہ تھے ۔

تَسَوَّرُوْا ۔ سُور سے ہے جس کا معنی قلعہ یا چار دیواری ہے اور تَسَوُّر کا معنی ہے دیوار سے پھاند کر یا چھلانگ لگا کر گذرنا ۔

الْمِحْرَابَ ۔ اس سے مراد وہ مقام شرف اور مسند عزت ہے جس کی خاطر دوسروں سے جنگ لڑی جائے ۔ اسی بنا پر مصلّی اور جائے قبلہ کو بھی محراب کہا جاتا ہے ۔ اس کے مزید معانی تفسیر کی جلد ۳ صفحہ ۲۲۳ میں ملاحظہ فرمائیے ۔

Presented by www.ziaraat.com

خَفۡعَرِ ۴ - چونکہ مدعی اور مدعا علیہ جب فیصلہ کے لینے کے لئے پہنچے تو وہ کچہری کا سرکاری وقت نہیں تھا نیز وہ جس راستے سے آئے تھے کسی مقدمہ کے فریقین کے لئے داخلے کا راستہ اس کے علاوہ تھا نیز مقدمہ کے فیصلہ کے لئے اُن کو بلایا نہیں گیا تھا بلکہ وہ بن بلائے اور بے دعوت اچانک آئے تھے اس لئے آپ اُن کی آمد سے خوف زدہ ہوئے۔

حضرت داؤد کی عصمت

اِس قصہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق دو طرح کے اقوال کا انکشاف ہوتا ہے ایک قول کی رُو سے حضرت داؤد کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے اور دوسرے قول کی رُو سے آپ کی عصمت ثابت ہوتی ہے اور یہ دُوسرا قول علمائے امامیہ کا ہے۔ پہلے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اُوریا نامی ایک صحابی کی عورت پر عاشق ہو گئے جو نہایت حسینہ وجمیلہ تھی پس اس کو قتل کرانے کے بہانے تلاش کئے گئے۔ چنانچہ آخر کار وہ قتل ہو گیا اور آپ نے اس کی عورت کے ساتھ شادی کر لی چونکہ اس سے پہلے آپ کی ۹۹ بیویاں تھیں اس لئے خداوند کریم نے ان کو تنبیہ کرنے کے لئے دو فرشتے بھیجے جو ایک فرضی مقدمہ لے آئے کہ ۹۹ دنبیوں والا شخص ایک دنبی والے سے اسی ایک دنبی کا مطالبہ کرتا ہے پس آپ نے ایک دنبی والے کے حق میں فیصلہ دے دیا اور سمجھ گئے کہ یہ میرا امتحان تھا اور غلطی پر مجھے سرزنش کرنے کا طریقہ تھا پس چالیس دن تک رو رو کر خدا سے معافی مانگتے رہے۔

وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ

اور یہ کہتا ہے کہ وہ ایک بھی مجھے دیدے اور وہ غالب ہے مجھ پر بات کرنے میں — آپ نے

لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ

فرمایا کہ تیری ایک دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کے سوال پر اس نے ظلم کیا اور تحقیق بہت سے بھائی والی

الْخُلَطَاۗءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

کرنے والے البتہ ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ

عمل صالح کریں (لیکن) ایسے بہت تھوڑے ہیں اور داؤد نے سمجھ لیا کہ ہم نے اس کو آزمایا ہے

قولِ اول کی تردید

(۱) حضرت داؤد علیہ السلام کو نبی تسلیم کرنے کے بعد ان کی طرف اس قسم کا واقعہ منسوب کرنا انتہائی گستاخی بے ادبی اور جسارت ہے کیونکہ اگر کسی اعلانیہ فاسق وفاجر شخص کی طرف بھی اس قسم کے واقعہ کی نسبت دی جائے تو وہ بھی اس میں اپنی توہین وذلت سمجھے گا چہ جائیکہ ایک نبی کی طرف منسوب کیا جائے جس کو اللہ نے ایک بہت بڑی قوم کی طرف ہادی بنا کر بھیجا تھا۔

۲- کسی عام آدمی کے متعلق بھی اگر قتل مومن اور وہ بھی ناحق ثابت ہو جائے تو وہ اسلامی معاشرہ میں عزت کی

Presented by www.ziaraat.com

نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ قیامت کے دن بھی وہ ذلیل و رسوا محشور ہوگا تو ایک نبی جس پر خدا نے زبور جیسی کتاب نازل فرمائی اور مخلوق کا ہادی بنا کر بھیجا سو وہ قتل جیسے سنگین جرم کے بعد نبی و ہادی کیسے رہ سکتا ہے؟

۳۔ اس قصے کے بعد بھی خدا نے داؤد کی مدح و ثنا اور زُلفیٰ اور حسن مآب اور عہدہ خلافت کی پیش کش فرمائی ہے۔ اگر داؤد کی طرف یہ نسبت درست ہوتی تو وہ یقیناً خدا کی جانب سے مزید مراعات و کرامات کے سزاوار نہ قرار دئے جاتے نہ اس قسم کا شخص اوّاب کہلانے کا مستحق ہے اور نہ اس کی طرف انابت کی نسبت صحیح ہے بلکہ ایسا شخص تو معاشرہ اسلامیہ میں نفرت کی نگاہوں سے دیکھا جانے کے قابل ہے حالانکہ خدا نے اپنے نبی سید الرسل کو کفار مکہ کی دل آزاریوں سے تسلّی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور ہمارے عبد حضرت داؤدؑ کے ذکر سے تسلّی حاصل کیجئے چنانچہ فرمایا کہ میں نے اس کو حکمت اور فصل الخطاب عطا فرمایا اور پہاڑوں اور پرندوں کو اس کے لئے مسخر کیا۔ ان سب چیزوں سے

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ﴿۲۵﴾ فَغَفَرْنَا

پس اس نے معافی مانگی اپنے رب سے اور جھک گیا رکوع کرتے ہوئے اور توبہ کر لی تو ہم نے

لَهُ ذَٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ﴿۲۶﴾

معاف کر دیا اس کو اور تحقیق اس کو ہمارے پاس قرب حاصل ہے اور اچھی بازگشت

يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ

اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ نامزد کیا

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد کی طرف مذکورہ نسبت غلط اور بے بنیاد ہے۔

دوسرے قول کی بنا پر روایت متعلقہ میں نقل کا کافی اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اُوریا بن حیان ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ لڑکی کے گھر والے بھی اس کے ساتھ رشتہ کرنے پر رضامند ہو گئے تھے لیکن حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی پیغام بھجوا دیا تو انہوں نے وہ رشتہ اُوریا کے بجائے حضرت داؤدؑ سے کر دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ کسی اسلامی لڑائی میں اُوریا محاذِ جنگ پر تھا اور لڑائی میں شہید ہو گیا تو اُس کی عدت گزرنے کے بعد حضرت داؤد نے اُس کی بیوہ سے شادی کر لی۔ جب حضرت امام رضا علیہ السّلام نے عصمتِ انبیاء پر بیان دیا تو آپ کے سامنے حضرت داؤد کا مندکرہ واقعہ اس طرح پیش کیا گیا کہ حضرت داؤد نے ایک دفعہ حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل اور حضرت یعقوب علیہم السّلام جیسے انبیاء کے مرتبہ علیا کی خواہش کی تو وحی ہوئی کہ میں نے ان کو بلند مراتب پر آزمائش اور امتحان کے بعد فائز کیا جب کہ وہ صبر و سکون اور عزم و استقلال کے ساتھ مصائب و آلام کے طوفانوں کو عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے، تو حضرت داؤدؑ نے عرض کی اے پروردگار میں بھی آزمائش کے لئے تیار ہوں چنانچہ امتحان کی تاریخ بتا دی گئی اور اسی معینہ

Presented by www.ziaraat.com

تاریخ میں آپ مشغولِ نماز تھے کہ شیطان ایک خوبصورت پرندے کی شکل میں سامنے نمودار ہوا۔ آپ نے نماز کو توڑ کر پرندے کے پکڑنے کی کوشش کی تو پرندہ چھت پر جا بیٹھا پس آپ چھت پر چڑھے تو ساتھ والے گھر میں اُوریا کی عورت کو غسل کرتے دیکھا جب کہ اُوریا جہاد کے لئے محاذِ جنگ پر تھا پس آپ اس عورت پر عاشق ہو گئے پس فوراً فوجی کمانڈر کو حکم بھیجا کہ وہ اُوریا کو تابوت کے آگے آگے رکھے کیونکہ یہ تابوت جو بنی اسرائیل میں محترم تھا جنگ میں آگے آگے رکھا جاتا تھا اور اس کی حفاظت کے لئے فوج کے لڑاکا جوان تابوت سے آگے آگے رہتے تھے اور اُن کے لئے دشمن کو مار بھگائے بغیر پیچھے ہٹنا ناجائز ہوتا تھا پس حکم داؤدی کے پیش نظر فوج کے کمان افسر نے اُوریا کو اگلے موروچوں میں بھیج دیا اس نے کافی شجاعت کا مظاہرہ کیا لیکن بالآخر مرتبہ شہادت پر فائز ہوا اور اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے اُس کی بیوہ کے ساتھ شادی کر لی اور مروی ہے کہ سلیمانؑ اسی سے پیدا ہوا)

عیون الاخبار سے منقول ہے جب آپ کے سامنے یہ واقعہ پیش ہوا تو آپ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور انا للّٰہ و انا الیہ راجعون کا کلمہ زبان پر جاری فرمایا کہ تم لوگوں نے انبیاء کی اس قدر توہین برداشت کر لی ہے کہ وہ ایک پرندہ کی خاطر نماز جیسی عبادت کو توڑ ڈالتے تھے اور پھر عورت کا ننگا جسم دیکھ کر اُس پر عاشق ہونا اور پھر اس کے شوہر کو قتل کرانے کا منصوبہ بنانا (یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے) پس لوگوں نے عرض کی کہ حضور آپ بیان فرمائیے کہ واقعہ کیا ہے؟ تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا بات یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے دل میں خیال کیا کہ خدا نے اپنی مخلوق میں مجھ سے زیادہ علم کسی کو نہیں دیا پس اللہ نے دو فرشتوں کو بھیج دیا جو دیوار پھاند کر اُن کے مصلّائے عبادت پر جا پہنچے اور ان کے سامنے صورت مسئلہ بیان کی آپ نے صرف مدعی کا بیان سُنا اور مدعیٰ علیہ سے بیان لئے بغیر مدعی کے حق میں بغیر گواہوں کے فیصلہ سنا دیا۔ پس خدا کی طرف سے سرزنش کی گئی کہ ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہذا لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے اصولوں کے تحت فیصلہ کرو۔ اور خواہش نفس کی اطاعت کو اس میں دخل نہ دو (پس یہی ان کا ترکِ اولیٰ تھا کیونکہ جب مدعی نے اپنا بیان پیش کیا تو اگرچہ اس کے پاس گواہ نہیں تھے لیکن مدعا علیہ کی خاموشی ظاہر کر رہی تھی کہ مدعی کا بیان درست ہے اس لئے انہوں نے مدعا علیہ سے دریافت کئے بغیر فیصلہ سنا دیا اور یہ طریق کار نبی کے عظیم مرتبہ اور علم کامل کے ماتحت ان کے لئے اگرچہ جائز تھا لیکن دستور اسلامی جو رائج الوقت تھا یہ اس کے خلاف تھا کہ مدعا علیہ سے بیان لئے بغیر فیصلہ صادر کیا جائے۔ حالانکہ اگر مدعا علیہ سے بیان لئے جاتے تب بھی فیصلہ یہی رہتا پس ترکِ اولیٰ پر آپ کو سرزنش کی گئی ہے)

اس کے بعد آپ سے سوال کیا گیا۔ اے فرزند رسولؐ! پھر آپ ہی فرمائیے کہ اُوریا کے قصّے کی کیا حقیقت ہے۔؟ آپ نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں عام دستور تھا کہ جب کسی عورت کا خاوند مر جاتا یا قتل ہو جاتا تو وہ ہمیشہ بیوگی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہوتی تھی اور شادی نہ کرتی تھی پس حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اس رسم کو پہلے پہل ختم کیا اور اُوریا کے قتل ہو جانے کے بعد اس کی بیوہ سے شادی کر لی اور لوگوں نے ان کے متعلق غلط سلط قصے گھڑ لئے۔

Presented by www.ziaraat.com

(ملخص از منتنیات الدرر) اور اس کی تائید وہ روایت کرتی ہے جس کو تفسیر مجمع البیان میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے متعلق ثابت ہوگیا کہ اُس نے کہا ہے کہ حضرت داؤد نے (عشقیہ طریقہ پر) اُوریا کی عورت سے شادی کی تھی تو میں اس پر دو حدیں لگاؤں گا۔ ایک حد (توہین) نبوت کی اور دوسری حد اسلام کی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص حضرت داؤدؑ کا قصہ عام قصہ خوانوں کی حکایت کے مطابق پڑھے گا میں اُس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا (دو سزائیں دوں گا) کیونکہ ایک سزا اسی کوڑے ہوتی ہے اور ڈبل ایک سو ساٹھ ہو جائے گی) (منتنیات) اور بعض مفسرین نے احتمال ظاہر کیا ہے کہ ممکن ہے کہ فریقین دو آدمی ہوں اور جھگڑا بھی ان کے درمیان واقع ہو۔ اور حضرت داؤد کو تنبیہ اس لئے کی گئی ہو کہ طرفین کے مکمل بیانات کے بغیر فیصلہ صادر فرمایا تھا۔

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ

پس حکم کر لوگوں میں حق کے ساتھ اور نہ اتباع کر خواہش کی ورنہ تجھے وہ گمراہ کر دے گی

عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ

اللہ کے راستہ سے تحقیق جو لوگ بھٹکتے ہیں اللہ کے راستہ سے

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

ان کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ انہوں نے بھلا دیا یوم حساب کو

اور اس قصہ کے متعلق ایک احتمال یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ شخص جو دیوار پھاند کر داخل ہوئے تھے۔ حضرت داؤدؑ کے دشمن تھے اور قتل کرنے کے لئے آئے تھے لیکن حفاظتی انتظامات سے مرعوب ہو کر قتل پر جرأت نہ کر سکے اور اپنے متعلق قاتلانہ اقدام کے تاثر کو زائل کرنے کے لئے فوراً دریافت مسئلہ کا بہانہ بنا لیا (منتنیات)

بروایت کافی حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک نبی نے بارگاہ پروردگار میں عرض کی تھی کہ میں کس طرح ایسی چیز کا فیصلہ کروں جس کو نہ میری آنکھ نے دیکھا نہ کانوں نے سُنا ہو تو اس کو وحی ہوئی جس کا مقصد یہ ہے کہ گواہوں اور قسم سے فیصلہ کیا کرو۔ یعنی مدعی سے گواہ اور مدعا علیہ سے قسم لیا کرو۔ اور حضرت داؤدؑ نے عرض کی تھی کہ مجھے حق کا علم دے تاکہ میں واقعی حق کے مطابق فیصلہ کروں۔ ارشادِ قدرت ہوا کہ تم اس کو برداشت نہ کر سکو گے تو حضرت داؤدؑ نے پھر عرض دہرائی جو بارگاہِ اجابت تک پہنچی چنانچہ ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ دائر کر دیا اور اللہ نے وحی کی کہ مدعی نے مدعا علیہ کے باپ کو قتل کر کے یہ مال اُس سے حاصل کیا تھا پس حضرت داؤد نے فیصلہ سنایا کہ مدعی کو قتل کر کے اس کا مال مدعیٰ علیہ کو دیا جائے پس لوگوں میں اس کا چرچا ہوا۔ اور سخت نکتہ چینیاں شروع ہوئیں تو حضرت داؤد علیہ السلام کی درخواست پر آئندہ کے لئے گواہوں اور قسم پر فیصلہ صادر کرنے کا حکم جاری ہوا۔

Presented by www.ziaraat.com

اور مقتنیات الدرر میں اصول کافی سے منقول ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب قائم آلِ محمدؐ کا زمانہ ہوگا تو حضرت داؤد کی طرح احکام نافذ کئے جائیں گے۔ بعض روایات میں ہے آلِ داؤد کی طرح فیصلے کئے جائیں گے کہ گواہوں کی ضرورت محسوس کئے بغیر ہر صاحب حق کو اپنا حق دیا جائے گا۔ حضرت داؤد کا ذکر ج۲ سورہ سبا کی تفسیر میں بھی گذر چکا ہے۔

رکوع نمبر ۱۲

اثباتِ قیامت ۔ ابتدائے سورہ میں کفارِ مکہ کا انکارِ توحید و نبوت پر اصرار اور انکارِ قیامت کا تذکرہ تھا حتیٰ کہ انہوں نے کہدیا عَجِّلْ لَنَا قِطَّنَا (یعنی ہمارا حصہ ہمیں قیامت سے پہلے دلوا دیجئے) اس کے بعد بلا ربط حضرت داؤد کے ذکر کو چھیڑ دیا گیا اور پھر مَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ الخ کا بیان شروع کر دیا۔ ظاہراً قرآن کے اس بیان میں بے ربطی سی معلوم ہوتی ہے تو اس کا حل یہ ہے کہ جب مدِمقابل انتہائی نا اہل اور ہٹ دھرم ہو تو دانا واعظ کا فرض ہے

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذَٰلِكَ

اور ہم نے آسمان و زمین کو باطل (بے مقصد) پیدا نہیں کیا یہ خیال

ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ﴿۲۸﴾

ان لوگوں کا ہے جو کافر ہیں پس ویل ہے کافروں کے لئے دوزخ سے

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ

کیا کریں گے ہم ایمان والوں کو اور نیک عمل کرنے والوں کو زمین میں فساد کرنے

فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۹﴾ كِتَابٌ

والوں کی طرح ؟ یا کریں گے ہم متقی لوگوں کو گنہگاروں کی طرح ؟ یہ کتاب ہم نے

کہ مقصود بیان کے لئے طرزِ تکلم میں تبدیلی پیدا کردے چونکہ حشر نشر کے بیان کو اگر طول دیا جاتا تو وہ ان کے لئے باعث ملول ہوتا اور انکار کے سوا ان سے کچھ بھی توقع نہ تھی پس دلچسپی بڑھانے کے لئے کلام کا رُخ دوسری طرف تبدیل کر دیا تاکہ دوسری غیر متنازع بات کو کان دھر کر سن لیں اور آخر میں پھر ایسے انداز سے مقصود بیان کی طرف رجوع فرمایا کہ ہر منصف مزاج انسان کے لئے اس کے قبول کئے بغیر چارہ نہیں یعنی داؤد کے قصہ کے آخر میں فرمایا کہ لوگوں میں حق کے فیصلے کیجئے اور انسان خواہ کسی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتا ہو۔ حق کا ساتھ دینے کا دعوےٰ رکھتا ہے پس قرآن کا بیانِ حق کشش کا باعث بن گیا تو اس بات کی طرف توجہ دینا آسان ہو گیا کہ ظالم و مظلوم برابر نہیں اسی طرح نیک و بد میں مساوات نہیں بعض اوقات ایک شخص زندگی بھر مظلوم و مفلوک رہتا ہے اور اس کے مقابلہ میں دوسرا انسان ظالم و درندہ بن کر گذارتا ہے اور عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ظالم سے بدلہ لیا جائے اور مظلوم کو بدلہ دیا جائے تو

Presented by www.ziaraat.com

چونکہ دنیا میں اس کا انتظام تو ہے نہیں لہذا عقل فیصلہ کرتی ہے کہ ایک ایسا دن ضروری ہے جس میں حساب ہو اور پھر ظالم کو ظلم کی سزا اور مظلوم کو اُس کا بدلہ دیا جائے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ ۔ یہ قیامت کے اثبات کے لئے عقلی دلیل کا بیان ہے کہ مخلوق کو پیدا کرنا تین وجوہ سے خالی نہیں اور وہ یہ کہ آسمان و زمین اور جملہ مخلوق یا تو ضرر کے لئے پیدا کئے گئے ہیں یا فائدہ کے لئے یا نہ ضرر کے لئے اور نہ فائدہ کے لئے پہلی اور تیسری شق باطل ہیں کیونکہ بلا مقصد پیدا کرنا یا مقصدِ ضرر کے لئے پیدا کرنا حکیم محسن کے لئے زیبا نہیں بلکہ لازماً ماننا پڑتا ہے کہ اس جملہ کائنات کی خلقت فائدہ رسانی کے لئے ہے اور فائدہ یا تو دنیاوی مقصود ہے یا اُخروی تو عقل کا فیصلہ یہ ہے کہ اس قدر لمبے چوڑے نظام کی تخلیق کا صرف چند روزہ زندگی سے وابستہ کرنا حکیم دانا کے شایانِ شان نہیں پس یہ عقیدہ ضروری ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی ہوگی جس میں عدل و انصاف کے ماتحت مجرموں کو سزا اور نیک لوگوں کو جزا ملے گی۔

اَمْ نَجْعَلُ ۔ یہ اس بیان کی مزید وضاحت ہے کہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو فسادیوں اور غلط کاروں کے برابر نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح متقی خدا پرستوں اور فاسق و فاجر دشمنانِ خدا کو یکساں نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اگر جزا و سزا کے لئے کوئی دن الگ مقرر نہ ہو تو دنیا میں نیک و بد اور اچھے و بُرے کا انجام ایک جیسا ہو جائے گا کہ دنیا میں آئے اور چند روز رہ کر بے مقصد چلے گئے۔

اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ

اتاری ہے تجھ پر مبارک ہے تاکہ اس کی آیات میں وہ تدبر کریں اور تاکہ نصیحت پکڑیں صاحبانِ عقل

(۳۰) وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ

اور ہم نے عطا کیا داؤد کو سلیمان کہ وہ بہتر عبد تھا وہ

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ ۔ یہ مزید تنبیہ ہے کہ قرآن مجید کو ہم نے اس لئے اتارا ہے کہ اس کی آیات میں تدبّر کر کے آخرت کا راستہ ہموار کیا جائے۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ ۔ حضرت داؤدؑ کے قصہ سابقہ کے بعد تتمہ کے طور پر حضرت سلیمانؑ کا ذکر شروع کیا اور قرآن کا دستور ہے کہ نیک و بد لوگوں کے تذکرے کے بعد ان کے انجامِ اُخروی کو بھی ذکر فرماتا ہے چنانچہ حضرت داؤدؑ و حضرت سلیمانؑ کے قصوں کے بعد فرمایا کہ اُن کا ہمارے نزدیک مقامِ قرب (زلفیٰ) اور حُسنِ مآب یعنی اچھی بازگشت ہے اور اس کا مفہومِ مخالف یہ ہوگا کہ ان کے دشمنوں اور مخالفوں کا انجام بُرا ہوگا۔

تفسیر برہان میں حضرت داؤد علیہ السّلام کے قصہ کے ذیل میں علقمہ کے سوال کا جواب حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے جب کہ علقمہ نے عرض کی کہ آقا لوگ ہم کو بُری نسبت اور بُرے القاب سے یاد کرتے ہیں حالانکہ ہمارا کوئی قصور نہیں ہوتا تو امام نے فرمایا اے علقمہ! لوگوں کو کسی قیمت پر راضی نہیں کیا جا سکتا اور نہ اُن کی زبانوں پر پہرہ بٹھایا جا سکتا ہے اور

Presented by www.ziaraat.com

تم لوگوں کے اعتراضات اور اُن کی نیش زنیوں سے کیونکر بچنے کی توقع رکھتے ہو جب کہ اللہ کے نبی رسول اور اس کے اولیاء حجج علیہم السلام اس سے نہیں بچ سکے کیا لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف زنا کی نسبت نہیں دی تھی؟ کیا اُنہوں نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف گناہوں کے ارتکاب کی نسبت نہیں دی تھی کیا ان لوگوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یہ بات منسوب نہیں کی تھی کہ وہ پرندے کے پیچھے دوڑے تھے اور اُوریا کی عورت کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہوئے تھے۔ اس کے شوہر کو محاذ جنگ میں بھیجا اور اس کو تابوت کے آگے آگے یعنی محاذ جنگ میں اگلے موریچوں میں رہ کر دشمن سے لڑنے کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ مارا گیا اور انہوں نے پھر اس کی عورت سے شادی رچالی تھی؟ غرضیکہ کلمہ حق کہنے والوں کو یہ توقع نہ رکھنی چاہیئے کہ لوگ ہمیں داد دیں گے بلکہ ایسے لوگ ہمیشہ سے تنقیدات اور اتہامات والزامات کا نشانہ بنتے چلے آئے ہیں اور ہادی کی شان گھبرانا نہیں بلکہ کوہِ گراں بن کر باطل کے سامنے ڈٹ جانا ان کی شان ہے۔

حضرت سلیمانؑ کے لئے سورج کا پلٹنا

اَوّاب۔ اس کا معنی ابھی گیارہویں رکوع کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔
بِالْعَشِیِّ۔ اس جگہ عشی سے مراد ظہر کا وقت ہے۔
الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ۔ صافن کی جمع ہے اور غیر ذوی العقول کی جمع صحیح الف و تا کے ساتھ خلافِ قیاس ہے صافن اس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جو تین پاؤں پر سہارا دے کر چوتھے سم کا صرف کنارا زمین پر لگائے اور یہ اچھے گھوڑوں کی علامت ہے اور جیاد جواد کی جمع ہے۔

اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۳۱﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ
بے شک رجوع کرنے والا تھا جب اس پر پیش کئے گئے سہ پہر کے وقت اچھی نسل کے عمدہ
الْجِيَادُ ﴿۳۲﴾ فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ
گھوڑے پس کہنے لگے میں نے گھوڑوں سے نیک محبت کی اپنے
ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۳﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ
رب کی کتاب کے پیش نظر یہاں تک کہ (سورج) پردہ میں چھپ گیا (اے فرشتو) اسے پلٹاؤ

ان گھوڑوں کو کہتے ہیں جو کھلا اور تیز قدم اٹھاتے ہوں اور مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو عمالقہ پر فتح حاصل کرنے کے بعد ایک ہزار گھوڑے دستیاب ہوئے تھے اور وہ حضرت سلیمان کو وراثت میں ملے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان کو دمشق کی فتح کے بعد دستیاب ہوئے تھے۔

حُبَّ الْخَيْرِ۔ خیر سے مراد خیل یعنی گھوڑے ہیں اور عرب لوگ عموماً گھوڑوں کو خیر سے تعبیر کرتے تھے۔

ذِكْرِ رَبِّيْ۔ ذکر سے مراد تورات ہے یعنی میں نے اپنے پروردگار کی کتاب (تورات) کی وجہ سے گھوڑوں سے محبت کی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

مروی ہے کہ حضرت سلیمان ایک نماز (نماز ظہر) پڑھ چکے تھے تو گھوڑے کئے شروع ہوئے۔ آپ کرسی پر تشریف فرما تھے جب ایک ہزار گھوڑے ختم ہوئے تو ادھر سورج غروب ہو گیا اور دوسری نماز قضا ہو گئی۔

روایت عامہ میں ہے کہ چودہ گھوڑے آپ کے پیش ہوئے جن کا معائنہ کرتے کرتے نماز کا وقت چلا گیا تو آپ نے وہی گھوڑے بلوائے اور اُن کی ٹانگیں اور گردنیں کاٹ ڈالیں کیونکہ اُن کی وجہ سے نماز قضا ہوئی تھی۔ اور اس فعل کے عتاب میں خدا نے حضرت سلیمانؑ سے چودہ دن سلطنت چھین لی۔ جب یہ روایت حضرت علی علیہ السّلام کے پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا یہ بالکل جھوٹ ہے بلکہ حضرت سلیمان علیہ السّلام جہاد کے لئے گھوڑوں کا معائنہ فرما رہے تھے۔ اور یہ کام بھی چونکہ کارِ خیر تھا اور اس کی وجہ سے ہی وہ ذکرِ پروردگار سے محروم ہو گئے تھے پس بامرِ پروردگار ملائکہ موکلین کو براہِ راست حکم دیا کہ سورج کو واپس پلٹاؤ چنانچہ سورج واپس پلٹا۔ اور آپ نے نماز ادا فرمائی۔ آپ نے فرمایا نبی نہ خود ظلم کرتے ہیں اور نہ ظلم کرنے کا حکم دیتے ہیں کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں (اور گھوڑوں کو قضائے نماز کی سزا دینا ظلم ہے)

فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْاَعْنَاقِ (۳۳) وَلَقَدْ فَتَنَّا

میرے لئے پس (نماز ادا کرنے کے لئے) پاؤں اور گردنوں کا (وہ اور ان کے ساتھی) مسح کرنے لگے اور تحقیق ہم نے

سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ (۳۴)

آزمائش میں ڈالا سلیمانؑ کو اور ڈال دیا اس کی کرسی پر ایک جسم پھر پلٹا تو

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ

کہا اے رب مجھے بخش دے اور مجھے عطا کر ایسا ملک جو میرے بعد کسی کے لئے

مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (۳۵)

نہ ہونا چاہیے تحقیق تو ہی بخشنے والا ہے

تفسیر صافی میں بروایت فقیہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ گھوڑوں کے معائنہ کی وجہ سے نماز فوت ہوئی تو ملائکہ کو سورج کے واپس پلٹانے کا حکم دیا پس پاؤں اور گردن کا مسح کیا۔ اور اپنے اُن صحابہ کو بھی ایسا کرنے کا حکم دیا جن سے نماز فوت ہوئی تھی اور یہی اُن کا وضو تھا

پس جب انہوں نے نماز پڑھ لی تو سورج پھر ڈوب گیا۔ حضرت علی علیہ السّلام کے لئے سورج کا پلٹنا تفسیر کی جلد ۵ صفحہ ۸۵ پر ملاحظہ ہو۔

حضرت سلیمانؑ کا امتحان

فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ۔ عام روایات میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی حکومت ایک انگوٹھی کی بدولت تھی آپ جب حمام میں جاتے تھے تو وہ انگوٹھی اپنی کسی عورت یا ملازم کے حوالے کرتے تھے پس شیطان نے ان کو ورغلا کر انگوٹھی حاصل کر لی اور اس کی بدولت حضرت سلیمان کی شکل بن کر تخت پر قابض ہو گیا اور جب اُس کی بدعادات کی بدولت لوگوں میں تنفر پیدا ہوا تو وہ اس انگوٹھی کو دریا میں پھینک کر بھاگ گیا یا یہ کہ آپ نے

Presented by www.ziaraat.com

ایک شیطان سے پوچھا کہ تم لوگوں کو کس کس طرح گمراہ کرتے ہو تو اُس نے کہا آپ اپنی انگوٹھی مجھے دیں تاکہ میں آپ کو کرشمہ دکھلاؤں تو آپ نے وہ انگوٹھی اُس کے حوالہ کر دی تو اُس شیطان نے وہ انگوٹھی دریا میں ڈال دی اور حضرت سلیمان سے ملک جاتا رہا۔ اور چالیس شب و روز آپ ٹھوکریں کھاتے رہے آخر دریا کے کنارے ایک شکاری سے سمجھوتہ کیا کہ میں اس شکار میں تیری مدد کرتا ہوں بشرطیکہ مجھے حصے کی مچھلی دینا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جو مچھلی حضرت کے حصہ میں آئی اُس کو صاف کیا گیا تو اس کے پیٹ سے وہی انگوٹھی نکلی اور آپ دوبارہ سریرِ مملکت پر اس کی بدولت قابض ہو گئے اور آپ اس امتحان میں کیوں مبتلا ہوئے اس کی بھی متعدد وجوہ کتب میں مذکور ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ ایام حیض میں عورت سے مقاربت کر لی تھی بعضوں نے کہا ہے کہ ایک مشرکہ عورت سے شادی رچالی تھی اور اُس کو اسلام پر نہ لا سکے تھے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ تین دن تک لوگوں کے فیصلوں کا بائیکاٹ کر دیا تھا وغیرہ۔ اِس قسم کے تمام واقعات کی تردید میں سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اعلی اللہ مقامہ نے اپنی کتاب تنزیہ الانبیاء میں فرمایا ہے کہ "اس باب میں جہال نے جو قصے پیش کئے ہیں وہ کسی عقلمند کے لئے قابلِ قبول نہیں ہیں اور اس قسم کی باتیں انبیاء کی طرف منسوب کرنا یقیناً جائز نہیں ہے نہ تو نبوت کسی انگوٹھی کے تابع ہوا کرتی ہے۔ اور نہ یہ عہدہ کسی نبی سے خدا چھینتا ہے اور نہ کوئی شیطان نبی سے دھوکا کر کے اس کی شکل اختیار کر کے اس کی جگہ پر بیٹھ سکتا ہے یہ اور اس قسم کے سب خرافات شانِ نبوت کے منافی ہیں البتہ ظاہر قرآن میں جس لفظ سے یہ اشتباہ ہوتا ہے وہ صرف اتنا ہے اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا (ہم نے اس کی کرسی پہ ایک جسم ڈال دیا) اور اس سے یہ معنی ہرگز نہیں نکلتا کہ ہم نے اس کی کرسی پہ مسلط کر دیا بلکہ مقصد یہ ہے کہ ہم نے سلیمان کو آزمایا کہ ایک جسد بے روح اُس کی کرسی پہ ڈال دیا) اور اس کی تاویل میں کئی وجوہ بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) قوم جن نے باہمی مشورہ کیا کہ حضرت سلیمانؑ کی اگر اولاد ہو گئی تو وہ بھی باپ کی طرح ہم پہ حکومت کریں گے لہٰذا ہم اس کی اولاد کو زندہ نہ رہنے دیں چنانچہ جب حضرت سلیمانؑ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو آپ نے اس کی رضاعت و تربیت میں پوری احتیاط سے کام لیا کیونکہ آپ کو قوم جن کی خفیہ میٹنگ کی اطلاع پہنچ چکی تھی لیکن اچانک آپ نے دیکھا کہ اُس کی کرسی پہ مردہ لاش اپنے لڑکے کی پڑی ہے اور یہی ان کی آزمائش تھی اور اس بات پر تنبیہ تھی کہ آپ نے جنوں سے خوف زدہ ہو کر توکل کا دامن ہاتھ سے کیوں چھوڑا۔

(۲) حضرت سلیمانؑ نے بھرے مجمع میں کہہ دیا تھا کہ میں ستر عورتوں کے پاس جا کر مقاربت کروں گا جن سے لڑکے پیدا ہوں گے اور سب کے سب دشمنانِ خدا سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے لیکن انشاء اللہ نہ کہا پس ان عورتوں میں کسی کو حمل نہ ہوا سوائے ایک عورت کے لیکن جب اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی مردہ تھا اور اُس کی کرسی پہ ایک جسم بے جان ڈالنے کا یہی مقصد ہے (۳) امتحان و آزمائش کے طور پر خدا نے حضرت سلیمانؑ پر بیماری نازل کر دی کہ وہ بیماری کی سختی کی وجہ سے ایک جسم بے جان کی طرح اپنی کرسی یعنی مسند پر کچھ عرصہ لیٹے رہے اور بعد میں اللہ نے ان کو شفا بخش دی اور غالباً اس امتحان کی وجہ یہ تھی کہ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں میں بیٹھ کر اپنی وسعت ملک و سلطنت پہ ناز و فخر کیا کہ میرے جیسی

Presented by www.ziaraat.com

حکومت اور کسی کو نہیں ملی پس بطور سرزنش کے اس پر آزمائش رکھ دی گئی جس کا مقصد یہ ہے کہ حقیقی حکومت و سلطنت اس اللہ کے لئے ہے جس کا ہر ایک محتاج ہے اور جس کو کوئی زوال نہیں ۔

ملکِ سلیمانؑ

هَبْ لِي مُلْكًا ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس دعا کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ جس طرح باقی انبیاء کو الگ الگ مخصوص طور پر معجزات عطا ہوئے تھے مثلاً موسیٰ کو عصا اور ید بیضا صالح کو ناقہ اور داؤد کو لوہے کی نرمی وغیرہ تو حضرت سلیمان نے اپنے لئے مخصوص معجزہ اللہ سے یہ طلب کیا کہ مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کو ایسا عطا نہ ہو یعنی اس کو میری امتیازی شان قرار دے اور خداوند کریم نے اس کی اس دعا کو شرف قبولیت بخشا پس جن و انسان، چرند و پرند حشرات الارض اور ہوا پر

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ

پس ہم نے مسخر کیا اس کے لئے ہوا کو جو اس کے حکم سے چلتی تھی نرم جہاں پہنچنا ہوتا تھا

(۳۷) وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ (۳۸) وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ

اور شیاطین کو جو ہر قسم کے معمار و غواص تھے اور کچھ جکڑے ہوئے

فِي الْأَصْفَادِ (۳۹) هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ

زنجیروں میں یہ ہماری عطا ہے بطور احسان کے کسی کو دو یا روک لو اس کا

حِسَابٍ (۴۰) وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ (۴۱)

حساب نہ ہوگا اور بے شک اس کا ہمارے پاس مقام قرب اور اچھی بازگشت ہے

ان کو حکومت بخشی اور آخر میں فرمایا کہ یہ ہمارا عطیہ ہے کسی کو کچھ بطور احسان کے دو یا اپنے پاس روک رکھو تمہارے اختیار میں ہے اور اسکا تم سے حساب بھی نہیں لیا جائے گا۔

تفسیر علی بن ابراہیم سے منقول ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بیت المقدس سے روانہ ہوئے تو اس کے تخت پر دائیں طرف تین سو کرسی انسانوں کے لئے اور بائیں طرف تین سو کرسی قوم جن کے لئے مخصوص تھی پرندے سر کے اوپر ہوا میں صف بہ صف کھڑے ہوئے سائبان کا کام دے رہے تھے اور ہوا کے دوش پر تخت سلیمان مدائن میں کسریٰ نوشیرواں کے محل تک پہنچا۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے درباریوں سے پوچھا کیا تم نے میرے ملک و سلطنت کی طرح کوئی دیکھا یا سنا ہے ؟ تو انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں پس جانب آسمان سے ایک فرشتے نے ندا دی کہ خوشنودیٔ خدا کے لئے ایک تسبیح کا درجہ اس ساری مملکت سے افضل ہے۔

کتاب علل الشرائع سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کے ذیل میں حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السّلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ نے ہم کو وہ سب کچھ عطا فرمایا جو سلیمان کو دیا اور اللہ نے ہمیں وہ بھی دیا جس سے سلیمان اور باقی سب انبیاء

Presented by www.ziaraat.com

محروم ہیں۔

ایک دوسری طویل روایت کے ذیل میں امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جس کا مقصد یہ ہے کہ صرف خشک پرہیزگاری کا نام زہد نہیں ہے۔ دیکھو حضرت سلیمان بن داؤد نے اللہ سے ایسی حکومت کا سوال کیا کہ اور کسی کے لئے ایسی نہ ہو اور اللہ نے اس کی دعا کو بھی قبول فرمایا پھر حضرت سلیمان علیہ السّلام حکومت و اقتدار کے باوجود حق کہتے اور حق کرتے رہے اور اللہ نے اپنی کتاب میں کہیں بھی حضرت سلیمانؑ کے اقتدار پر نکتہ چینی نہیں کی اور نہ کسی مومن کو انگشت نمائی کا موقعہ ملا۔ اسی طرح ان سے پہلے ان کا باپ بھی صاحبِ اقتدار اور مالکِ تخت و تاج تھا (مقصد یہ ہے کہ اقتدار کا طمع اور حکومت کی خواہش زہد کے منافی نہیں ہے)

بصائر الدرجات سے منقول ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ کو جو کچھ عطا ہوا اُس کے پاس صرف ایک اسم اعظم تھا اور مَنْ عِنْدَهٗ علم الکتاب۔ کی روشنی میں حضرت علی علیہ السّلام کے پاس ساری کتاب کا علم تھا۔ ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا کہ اسی ایک اسمِ اعظم کے ذریعے سے حضرت سلیمانؑ جو مانگتے تھے عطا ہوتا تھا اور جب دعا مانگتے تھے قبول ہوتی تھی اگر آج وہ ہوتے تو ہمارے محتاج ہوتے۔

احتجاج سے منقول ہے کہ یہود کے علمائے شام میں سے ایک نے حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام سے عرض کی کہ دیکھئے ہمارے پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السّلام کو خدا نے وہ ملک عطا فرمایا کہ اور کسی کو عطا نہ ہوا تو آپ نے فرمایا یہ بالکل درست ہے لیکن حضرت محمد مصطفٰےؐ کو اس سے بھی افضل عطا ہوا اور وہ یہ کہ خداوندکریم نے میکائیل فرشتے کو حضورؐ کے پاس بھیجا جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہ اُترا تھا پس اُس نے یہ پیغام پہنچایا۔ اے محمدؐ اگر عیش پسند بادشاہ بننا چاہو تو یہ لو زمین کے خزانوں کی کنجیاں سنبھالو کہ سونے اور چاندی کے پہاڑ تمہارے ساتھ ہوں گے۔ اور آخرت کے اجر سے بھی کچھ کمی نہ ہوگی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ اللہ کا عبد اور نبی بن کر ایک دن شکم سیر رہوں اور دو دن فاقے سے رہوں تاکہ اپنی انبیاء برادری سے جا ملوں پس خداوندکریم نے ان کو کوثر اور حقِ شفاعت عطا فرمایا۔ اور یہ انعام پوری زندگیٔ دنیا سے ستر گنا زیادہ ہے۔ اور علاوہ ازیں جنّت میں مقامِ محمود بھی آپ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ اور بروزِ محشر خداوندکریم آپ کو (بوقتِ حساب) عرشِ معلٰی پر جگہ کرامت فرمائے گا اور یہ انعام حضرت سلیمان علیہ السّلام کی حکومت و بادشاہت سے بدرجہا افضل ہے۔ حضرت سلیمان کی حکومت کا ذکر ج ۱ صــ۱۳۱ پر اور اُن کی موت کا ذکر ج ۱۱ صــ۲۲۳ پر ملاحظہ ہو۔

حضرت ایوبؑ کا ذکر

رکوع نمبر ۱۳۔ نَادٰی رَبَّهٗ۔ ندا اور دعا میں فرق ہے کہ ندا وہ ہے جو آواز بلند ہو۔ اور دعا اس سے عام ہے خواہ آواز بلند سے ہو یا اخفاتی طور پر ہو یا صرف دل ہی دل میں ہو اس جگہ دَعَا نہیں بلکہ نادٰی ہے یعنی پکار پکار کر انہوں نے اللہ سے دعا کی تھی۔

مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ۔ حضرت ایوبؑ کی بیماری کے طول کی وجہ سے شیطان نے لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈال دیئے تھے کہ

Presented by www.ziaraat.com

اس کے قریب نہ خود جاؤ اور نہ کسی کو جانے دو بلکہ ایوّب کی عورت کو گھروں میں مزدوری کرنے سے بھی روک دیا گیا اور ان کے متعلق پوری نفرت پھیلا دی گئی جس کا ان لفظوں میں ایوب علیہ السلام نے شکوہ کیا ہے۔ تفسیر نور الثقلین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل روایت منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابلیس نے حضرت ایوّب کے شکر پر حسد کیا اور بارگاہِ توحید میں عرض کی کہ ایوّب کا شکر نعمات کی کثرت کی وجہ سے ہے اگر اس سے یہ نعمتیں سلب کر لی جائیں تو اس قدر شکر و عبادت نہ کرے گا۔ ارشادِ خداوندی ہوا کہ میں نے تجھے اس کے مال و اولاد پر مسلط کیا ہے تو بے شک اس کا شکر آزما لے چنانچہ حضرت ایوّب کا تمام مال اور اس کی تمام اولاد بیک وقت لقمۂ اجل ہو گئے لیکن شکر میں بجائے کمی کے اضافہ ہوا شیطان نے عرض کی کہ مجھے ایوب کی زراعت پر مسلّط کیا جائے تو ارشادِ خداوندی ہوا کہ تجھے عام اجازت ہے پس اُن کی پوری زرعی آبادی کو تباہ کر دیا گیا لیکن شکرِ ایوب میں اضافہ ہوا اسی طرح اس کے مولیشیوں کو تباہ کر دیا گیا لیکن شکر میں اضافہ ہوتا گیا۔ شیطان نے ایوب کی بدنی تکالیف کی خواہش کی تو خدا کے اذن سے حضرت ایوب کے جسم کو مصائب و آلام کا نشانہ بنا دیا گیا حتی کہ شہر والوں نے تنگ آکر ان کو شہر سے نکال کر ایک غلیظ اور ناشائستہ مقام پر رہنے کے لئے مجبور کر دیا لیکن آپ کے صبر و شکر میں مزید اضافہ ہی ہوتا رہا اور آپ کی زوجہ محترمہ جناب رحمۃ بنت یوسف آپ کی خدمت گذاری اور تیمارداری کے فرائض باحسن وجوہ انجام دیتی رہی۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ

اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو جب اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے چھو لیا شیطان نے

بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ

تھکان اور مصیبت کے ساتھ (ہم نے کہا) پاؤں کی ٹھوکر مارو (پس دو چشمے نکلے تو ہم نے کہا) یہ غسل کے

بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ

لئے ٹھنڈا اور (دوسرا) پینے کے لئے ہے اور ہم نے بخشا اس کو اپنا خاندان اور ان جیسے اور بھی ان کے ساتھ

رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ

کہ وہ ہماری طرف سے رحمت تھی اور عقلمندوں کے لئے نصیحت تھی۔ (اور ہم نے کہا) پکڑو اپنے ہاتھ سے

ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ

ایک مٹھی بھر پس اس سے مارو اور خلافِ قسم نہ کرو ہم نے اس کو صابر پایا وہ بہتر عبد تھا

ایک دفعہ چند معزز آدمی جمع ہو کر آئے اور کہنے لگے تُو نے کوئی ایسا سنگین جرم کیا ہے جس کی وجہ سے تو گرفتارِ بلا ہوا ہے تو حضرت ایوّب نے جواب دیا کہ مجھے اپنے پروردگار کی قسم اور وہ خود بھی اس حقیقت کو جانتا ہے کہ میں نے زندگی بھر کسی یتیم

Presented by www.ziaraat.com

یا مسکین کو کھلائے بغیر کھانا نہیں کھایا۔ اور جب بھی میرے سامنے خوشنودی پروردگار کے لئے دو راستے ظاہر ہوتے تو میں اس کو اختیار کیا کرتا تھا جو مشکل تر ہوتا چنانچہ وہ خاموش ہو گئے۔

آپ نے بارگاہِ توحید میں درخواست پیش کی۔ اے پروردگار! کیا میں تیرا حامد شاکر اور تسبیح گذار نہیں ہوں؟ تو خدا کی جانب سے سر پر ایک بادل نے سایہ کیا اور دس ہزار زبان سے بیک وقت جواب ملا۔ اے ایوب! لوگوں کی غفلت کے اوقات میں تجھے عبادت کی توفیق کس نے دی؟ اسی طرح تجھے تحمید تکبیر اور تسبیح کی طاقت کس نے دی؟ کیا تو اللہ پہ اپنا احسان جتلا رہا ہے؟ پس آپ نے فوراً اپنے سر میں مٹی ڈال دی اور معافی مانگنے لگے۔ حضرت ایوب کی مصیبت ختم ہوئی اور ایک فرشتہ خدا کی جانب سے نازل ہوا جس کی ٹھوکر سے خدا نے پانی کا چشمہ پیدا کر دیا اور حضرت ایوب نے اس میں غسل کیا۔ جس کی بدولت جسمانی ہر قسم کی تکلیف و بیماری ختم ہو گئی اور پہلے سے بھی زیادہ جسم تنومند اور خوبصورت ہو گیا اور خدا نے تروتازہ باغ فوراً پیدا کر دیا اور سلب شدہ تمام نعمات واپس دے دیں پس وہ فرشتہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر پیار و محبت کی باتوں میں مشغول تھا کہ آپ کی زوجہ حضرت رحمہؑ بنت یوسف[1] حسب دستور روٹی کا ٹکڑا کہیں سے حاصل کر کے لائیں اس نے جگہ کی پوزیشن بدلی ہوئی دیکھی اور دو مردوں کو ایک دوسرے سے ہمکلام دیکھا تو اس سے گریہ ضبط نہ ہو سکا اور ایک چیخ مار کر فریاد کی ہائے ایوب کہاں گیا؟ تو حضرت ایوب علیہ السّلام نے جواب دیا کہ میں ایوب ہوں۔ اور خدا نے ہماری مصیبت دور کر دی ہے وہ اللہ کے انعام و اکرام کو دیکھ کر فوراً شکر کے طور پر سجدہ پروردگار میں جھک گئی۔ ادھر حضرت ایوبؑ کی نظر اٹھی تو اس کے سر کے بالوں کا ایک گچھا کترا ہوا دیکھا تو نہایت رنجیدہ ہوئے۔ اور قسم کھالی کہ میں اس کو ایک سو کوڑے ماروں گا لیکن جب اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی خاطر ایک قوم سے غذا طلب کی تو انہوں نے مجھ سے بالوں کا گچھا طلب کر کے اس کی قیمت میں غذا دی[2] اور مروی ہے جناب رحمہ کے بال بہت خوبصورت تھے جب حضرت ایوبؑ نے اپنی زوجہ کا معقول عذر سنا تو نہایت غمناک ہوئے پس خداوند کریم نے وحی فرمائی کہ ایک کھجور کا خوشہ لے لو جس کی ایک سو لڑیاں ہوں اور سب کو ملا کر ایک دفعہ مارو تو تمہاری قسم پوری ہو جائے گی پس آپ نے ایسا کیا پھر خداوند کریم نے حضرت ایوب کے افراد خاندان جو آزمائش سے پہلے مر چکے تھے وہ بھی دوبارہ زندہ کئے اور جو بھی آزمائش کے دوران میں مرے تھے وہ بھی دوبارہ زندہ کئے اور سب نے مل کر فرحت و سرور کی زندگی گذاری۔ جب حضرت ایوب علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ تمام تکالیف سے بڑھ کر کونسی تکلیف آپ کو لاحق ہوئی؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ سب سے بڑی تکلیف دشمنوں کی شماتت اور ان کی طعنہ زنی تھی۔ اس کے بعد خدا نے حضرت ایوبؑ پر سونے اور چاندی کا مینہ برسایا چنانچہ جب ہوا کی وجہ سے کوئی ٹکڑا ادھر اُدھر گرتا تھا تو آپ دوڑ کر اسے اٹھا لاتے تھے اور جب جبریل نے پوچھا کہ اے ایوب ابھی طبیعت سیر نہیں ہوئی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ کے رزق سے کون سیر ہو سکتا ہے؟

تفسیر مجمع البیان میں بروایت قتادہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی مدت سات برس منقول ہے۔ اور

[1] درحقیقت حضرت رحمہ زوجہ ایوب حضرت یوسف کی پوتی تھی چنانچہ مفصل روایت بعد میں آ رہی ہے۔ [2] اس کی ایک دوسری وجہ صفحہ ۹۹ پر ملاحظہ ہو

Presented by www.ziaraat.com

تفسیر مقتنیات الدرر میں ایک روایت کے ماتحت اٹھارہ برس منقول ہیں۔ اور حضرت ایوبؑ کی اپنی زوجہ کو ایک سو کوڑے مارنے کی قسم کی وجہ تفسیر مجمع البیان میں یہ مذکور ہے کہ شیطان لعین جناب رحمہ کے سامنے ڈاکٹر اور طبیب کے حلیے میں پیش ہوا تو بی بی نے اس کو اپنے شوہر کے علاج کے لئے کہا اس ملعون نے کہا میں علاج کرنے کے لئے تیار ہوں صرف ایک شرط پر اور وہ یہ کہ تندرستی کے بعد مجھے کہدینا کہ تو نے ہی شفا دی ہے اور بس اس کے علاوہ میں کچھ اور مطالبہ نہیں کروں گا۔ جب بی بی نے حضرت ایوبؑ کے سامنے اس کی اس شرط کا ذکر کیا تو آپ کو اپنی زوجہ پر غصہ آیا کہ تو اس خبیث کو اس شرط کے باوجود کیوں لائی ہو۔؟ پس قسم کھائی کہ اگر میں تندرست ہوا تو تجھے ایک سو کوڑے ماروں گا۔ اور بعضوں نے اس کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ بی بی کسی مطلب کے لئے باہر تشریف لے گئی اور زیادہ دیر لگا دی چونکہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس ان کے سوا تیمارداری کے لئے کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا پس آپ کا دل تنگ ہوا تو قسم کھائی کہ اگر تندرست ہوا تو اس کو ایک سو تازیانہ ماروں گا پس حکم ہوا۔ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا۔ یعنی ایک مٹھی چھڑیوں کی اٹھاؤ۔ چنانچہ ایک سو لڑیوں والا خوشۂ کھجور اٹھا کر ایک دفعہ مارا اور قسم پوری ہوگئی۔

إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿۴۵﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَا إِبْرٰهِيمَ وَإِسْحٰقَ وَ

بے شک وہ رجوع کرنیوالا تھا — اور یاد کر ہمارے بندوں ابراہیم — اسحاق — اور

يَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ﴿۴۶﴾ إِنَّا أَخْلَصْنٰهُمْ

یعقوب کو جو صاحبانِ طاقت و بصیرت تھے — ہم نے ان کو خالص کر لیا

بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۷﴾ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ

صرف دارِ آخرت کی یاد میں — اور تحقیق وہ چنے ہوئے نیک بندوں

الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ وَاذْكُرْ إِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ

میں سے تھے — اور یاد کر اسمعیل — الیسع

أُولِي الْأَيْدِي۔ اس کے تین معانی ہوسکتے ہیں (۱) صاحبانِ طاقت تھے عبادت و ریاضت میں اور صاحبانِ علم و فقہ تھے (۲) صاحبانِ عمل و علم تھے اُولو الایدی سے مراد عمل کرنے والے ہیں کیونکہ عمل کو ہاتھ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ (۳) صاحبانِ نعماتِ نبوت و تبلیغ اور صاحبان بصیرت و عقل تھے۔

بِخَالِصَةٍ۔ اس کی ترکیب دو طرح سے ہوسکتی ہے (۱) ذِکْرَی کو خَالِصَةٍ سے بدل بنایا جائے یعنی ہم نے ان کو دارِ آخرت کی یاد کی بدولت خالص بنا لیا۔ (۲) خالصہ کو ذکری کی طرف مضاف کیا جائے۔ یعنی دارِ آخرت کے خلوص کی وجہ سے ہم نے ان کو چن لیا۔

الْأَخْيَارِ۔ یا تو خَیِّر کی جمع ہے جس طرح اموات میت کی جمع ہے اور خَیِّر کا معنی ہے بہت کارِ خیر کرنے والا اور یا خیر کی

Presented by www.ziaraat.com

جمع ہے جس طرح قبیل کی جمع اقبال ہوا کرتی ہے۔ اور تفسیر مقتنیات الدرر میں ہے کہ الیسع اور ذوالکفل آپس میں چچا زاد تھے۔ اور ذوالکفل نے ایک سو بنی اسرائیل کو قتل ہونے سے پناہ دی تھی اس لئے اس کا نام ذوالکفل مشہور ہو گیا اور اس کا اصلی نام بشیر تھا اور حضرت ایوبؑ کا فرزند تھا۔

مفصّل قصّہ

وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٨﴾ هَٰذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٥١﴾

اور ذوالکفل کو اور یہ سب نیکوں میں سے تھے یہ ان کا ذکر خیر ہے اور بے شک متقین کے لئے اچھی بازگشت ہے

حضرت ایوبؑ کا سلسلہ

نسب حضرت یعقوب کے بڑے بھائی حضرت عیص بن اسحٰق سے ملتا ہے۔ ایوب بن موص بن رعویل بن عیص بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم السلام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ کا والد ماجد حضرت موص بن رعویل بن عیص نہایت خوشحال اور مالدار آدمی تھا اور ملک شام میں سب سے بڑا دولت مند تھا حضرت ایوب تیس برس کی عمر میں اپنے باپ کے ترکہ کے وارث ہوئے۔ اس زمانہ میں حضرت یوسف کی اولاد مصر میں آباد تھی۔ چنانچہ حضرت یوسف کا فرزند حضرت افرائیم جو حضرت ایوبؑ کے دادا رعویل کا سگا چچا زاد تھا ان کی سکونت بھی مصر میں تھی۔ ان کی شہزادی جناب رحمہ بنت افرائیم حسن و جمال میں اپنے دادا حضرت یوسف کے بالکل مشابہ تھیں چنانچہ حضرت افرائیم نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت یوسف نے اپنی قمیص حضرت رحمہ کو پہنائی اور فرمایا کہ یہ میرا حسن و جمال ہے جو میں تجھے بخشتا ہوں۔ آپ عبادت و زہد میں یگانۂ روزگار تھیں۔ حضرت ایوبؑ اپنے والد کی وفات کے بعد خواستگاری کے لئے شام سے چل کر افرائیم بن یوسف کے پاس مصر میں پہنچے۔ چنانچہ آپ کی شادی رحمہ بنت افرائیم سے ہو گئی اور اپنی زوجہ کو لے کر واپس شام میں تشریف لائے۔ رحمہ کے بطن مبارک سے آپ کے بارہ لڑکے اور بارہ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ آپ حوران اور تنبیہ کے لوگوں کے لئے رسول مبعوث ہوئے تھے نہایت خوش خلق اور نرم مزاج تھے آپ کے دستر خوان پر فقراء و مساکین کا انبوہ رہتا تھا یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری آپ کا شیوہ تھا۔ آپ نے اپنے کارداروں اور جملہ ملازمین کو حکم دے رکھا تھا کہ میری کھیتی اور باغات سے کسی کو نہ روکا جائے حتٰی کہ حیوانات تک کو نہ روکا جاتا تھا اور بایں ہمہ حضرت ایوب پر رحمت اور برکت کی بارش برستی تھی اور ہر وقت آپ شکر پروردگار میں رطب اللسان رہتے تھے اور صبح و شام کو تمام نماز گذار آپ کے ہاں ہی کھانا کھایا کرتے تھے۔ ایک ہزار گھوڑا ایک ہزار گھوڑی ایک ہزار خچر تین ہزار اونٹ ڈیڑھ ہزار اونٹنی ایک ہزار بیل ایک ہزار گائے اور دس ہزار بکریاں وغیرہ آپ کی مالداری میں داخل تھیں اور ہر مال میں پچاس پچاس پر ایک ایک چرواہا مقرر تھا۔ پس شیطان نے ازراہِ حسد بارگاہِ پروردگار سے حضرت ایوبؑ کے امتحان کا سوال کیا جو منظور ہوا پس شیطان کے لشکر میں سے ایک نے حضرت ایوب کے تمام باغات جلا کر خاکستر کر دیئے اور دوسرے نے آپ کے تمام مویشیوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ حتٰی کہ ان کے تمام چرواہے بھی لقمۂ اجل ہو گئے۔ حضرت ایوبؑ نماز پڑھ رہے تھے کہ خود شیطان روسیاہ نے مکارانہ گریہ کرتے ہوئے آپ کو دردانگیز خبر سنائی کہ آپ کے جملہ اموال اور باغات تباہ ہو گئے ہیں۔ اور

Presented by www.ziaraat.com

ریاکاری کی عبادت کرنے والے کو ایسی ہی سزا ملا کرتی ہے لیکن حضرت ایوب نے شیطان کی بات پر کان دھرے بغیر نماز کو جاری رکھا۔ جب آپ فارغ ہوئے تو نہایت اطمینان و سکون سے فرمایا کہ میرے مال سب اللہ کی ملکیت ہیں وہ جو چاہے کرے اس کے بعد ہمسائے میں بسنے والوں نے زبان طعن دراز کی تو آپ نے ان کے خرافات کا جواب دیئے بغیر شکر پروردگار زبان پر جاری فرمایا۔ پھر شیطان کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ تو خدا کی رحمت سے مایوس اور ہر نیکی سے دور ہے ورنہ اگر تجھ میں کچھ بھلائی ہوتی تو میرے دوسرے چرواہوں کی طرح تو بھی لقمہ اجل ہو جاتا پس میرے دربار سے نکل جا۔ گویا وہ ملعون حضرت ایوب کے ملازمین میں سے کسی کی شکل میں نمودار ہوا تھا۔ کہنے لگا کسی نے سچ کہا ہے کہ متکبر لوگوں کی خدمت نہ کیا کرو اب مجھے پتہ چلا ہے کہ تو عابد نہیں تھا بلکہ ریاکار تھا۔ میں تو تیرا نوکر اور خدمتگذار تھا تو نے مجھے نوکری کا یہی صلہ دیا ہے۔ حضرت ایوب اس کی باتوں کی پرواہ کئے بغیر پھر نماز میں مشغول ہو گئے۔ اور وہ خائب و خاسر واپس چلا گیا۔

پھر ارشاد پروردگار ہوا کہ اے ملعون تو نے میرے بندے ایوب کو کس طرح پایا ہے؟ اس نے عرض کی ابھی تک اس کی اولاد موجود ہے اس لئے وہ شکر کر رہا ہے چنانچہ وہاں سے اجازت لے کر واپس پلٹا تو حضرت ایوب کی تمام اولاد جو ایک عالی شان محل میں موجود تھی ان میں سے چھ لڑکوں کے نام یہ ہیں (۱) حزقل (۲) مقبل (۳) رشد (۴) رشید (۵) ہیدون (۶) بشیر اور چھ لڑکیوں کے نام یہ ہیں (۱) فنجاۃ (۲) حبیدہ (۳) صالحہ (۴) عافیہ (۵) نقیہ (۶) مومنہ۔ ان کے علاوہ باقی اولاد کے نام کتب میں نہیں ملتے۔ پس شیطان نے اس محل کو ایسی جنبش دی کہ وہ دھڑم سے زمین بوس ہو گیا اور حضرت ایوب کی ساری اولاد چشم زدن میں لقمہ اجل ہو گئی۔ پس شیطان ملعون ایک ملازم کی شکل میں بناوٹی گریہ کرتا ہوا حضرت ایوبؑ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔ آپ کی تمام اولاد مکان گرنے سے دب کر تباہ ہو گئی ہے۔ ان کے حسین چہرے خاک و خون میں غلطاں ان کے نازنین جسم خون میں لت پت اور ان کا گوشت پوست ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو چکی ہیں۔ آپ نے شیطان کی زبان سے دردبھری داستان سن کر اپنے گریہ و بکا کو ضبط کرتے ہوئے فرمایا اے مردود نکل جا کہ میری سب اولاد اللہ کا عطیہ تھی۔ اگر آج وہ چلی گئی تو کل میں بھی چلا جاؤں گا کیونکہ ہر زندہ انسان کا انجام موت ہے چنانچہ وہ خائب و خاسر چلا گیا۔

پھر ارشاد پروردگار ہوا کہ اے ملعون تو نے میرے بندے ایوب کو کس طرح صابر و شاکر پایا ہے تو اس ملعون نے ازراہ حسد عرض کی ابھی تو اس کا جسم تندرست ہے پس اللہ نے جسمانی تکلیف دیدی چنانچہ آپ کے جسم میں بیماری شروع ہوئی۔ اور سر سے پاؤں تک آپ کا تمام جسم ایک زخم کی مانند ہو گیا تو حضرت ایوب نے اپنی زوجہ رحمہ سے فرمایا کہ اللہ اپنے نبیوں کو آزماتا ہے اور وہ صبر کیا کرتے ہیں اور اللہ کے نزدیک صبر کرنے والوں کی نیک جزا ہوتی ہے اس کے بعد آپ سجدہ شکر میں گر گئے چنانچہ جب جناب رحمہ پر گریہ طاری ہوا تو آپ نے اس کو صبر کی تلقین فرمائی کہ تو انبیاء کی اولاد ہے اور میں بھی نبی ہوں اپنے آباء صالحین یوسف یعقوب اسحٰق اسمٰعیل اور ابراہیم علیہم السلام کے واقعات کو یاد کرو اور صبر کرو۔ اس کے بعد آپ نے رحمہ سے فرمایا کہ

Presented by www.ziaraat.com

میرا جسم چونکہ زخمی ہے لہذا اس مسجد سے نکال کر کھلی جگہ پر مجھے لے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے لکڑیاں جمع کر کے ایک مختصر سی جھونپڑی بنائی اور وہاں حضرت ایوب کو منتقل کر دیا جن لوگوں پر حضرت ایوب شب و روز مہربان رہتے تھے۔ مصیبت کے دنوں میں ان کے رُخ بھی آپ سے پھر گئے اور حضرت رحمہ کو جو اُن سے توقعات وابستہ تھیں۔ اُن کی روگردانی سے سب خاک میں مل گئیں۔ حضرت ایوبؑ نے بچشم گریاں جناب رحمہ سے فرمایا کہ ہم پر صدقہ حرام ہے اور کما کر کھانا ہماری شان ہے یہ کہہ کر آپ بے ساختہ رو دیئے۔ جناب رحمہ نے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ تو اولادِ انبیاء میں سے ہے اور حُسن و جمال میں اپنے جد حضرت یوسف کی وارث ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس شہر میں فاسق و فاجر لوگوں کی کثرت ہے پس روتا اس لئے ہوں کہ تو پردہ دار ہو کر خدمت گذاری کے فرائض کس طرح انجام دے گی جب کہ شیطان کے مکرو فریب کا جال ہر طرف بچھا ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی جناب رحمہ کے دل کو ایک دھچکا سا لگا اور جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ پھر طبیعت پر ضبط کر کے عرض کی میرے آقا آپ نہ گھبرائیں۔ میں نبی زادی ہوں میری عصمت کا خدا محافظ ہے پس حضرت ایوبؑ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے حضرت رحمہ کو خوراک کے انتظام کے لئے گھر سے باہر جانے کی اجازت دے دی۔ پس تبنیہ والوں کے گھروں میں جھاڑو پانی اور دیگر تمام گھریلو کاروبار میں ملازمت کے فرائض انجام دے کر مزدوری وصول کرتی تھی اور اسی سے گذر بسر ہوتا تھا۔

پس شیطان نے شہر والوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال دیا کہ یہ عورت اپنے مریض شوہر کی تیمارداری کرتی ہے اور پھر تمہارے گھروں میں بھی کام کرتی ہے ممکن ہے کہ ان کی بیماری کے جراثیم پھیل جائیں لہذا ان سے مکمل بائیکاٹ کر لینا زیادہ موزوں ہے چنانچہ انہوں نے متفقہ فیصلے سے حضرت رحمہ کا گھروں میں داخلہ ممنوع قرار دیا جناب رحمہ نے اپنے شوہر کو شہر والوں کے اس فیصلہ کی اس لئے رپورٹ نہ دی کہ مبادا اُن کے غم و اندوہ میں اضافہ ہو جائے۔

اس کے بعد شہر والوں نے ایک دفعہ مشورہ کیا کہ شہر کے ظالم کتے حضرت ایوبؑ پر چھوڑے جائیں جو اُسے پھاڑ کھائیں جب جناب رحمہ کو پتہ چلا تو اس نے ایوبؑ کو لوگوں کے عزائم فاسدہ کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا میں نبی ہوں اور خدا اپنے نبیوں پر کتوں کو مسلّط نہیں فرمایا کرتا چنانچہ جب اُنہوں نے کتّے چھوڑے تو وہ حضرت ایوبؑ کے قریب آکر رُک گئے اور باادب آپ کو سلام کر کے واپس چلے گئے اور آئندہ کی بے ادبی کے خوف سے اُنہوں نے شہر سے کنارہ کشی کر لی۔ حتیٰ کہ پورے شہر میں ایک کتا بھی نہ رہا۔

پس شہر والوں نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا تو آپ نے رحمہ سے فرمایا کہ مجھے اس بستی سے کسی دوسری بستی کی طرف لے جاؤ۔ چنانچہ وہاں سے دُور ایک رستے پر حیران و پریشان کھڑی تھی کہ دو خوبصورت نوجوان آپہنچے جن کے جسم سے نہایت پاکیزہ خوشبو آرہی تھی جناب رحمہ نے ان کی امداد سے ایک مختصر سی جھونپڑی بنائی پس جناب رحمہ نے کہا کہ تم نیک لوگ معلوم ہوتے ہو۔ میرے شوہر کے لئے دعا کرو تو اُن دونو نے نہایت خندہ پیشانی کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ اپنے شوہر کو ہمارے سلام پہنچا دینا۔ جب جناب رحمہ نے حضرت ایوبؑ کو اُن کا سلام پہنچایا تو آپ نے فرمایا اے رحمہ تو کس قدر خوش نصیب

Presented by www.ziaraat.com

ہے کہ تجھ سے فرشتے کلام کرتے ہیں کہ وہ جبریل و میکائیل تھے۔ جناب رحمہ نے عرض کی کہ میں نے آپ کے لئے جھونپڑی بنا لی ہے۔ اب جاتی ہوں اگر کچھ آدمی مل جائیں تو اُن سے کہوں گی کہ آپ کو اُٹھا کر وہاں لے جائیں۔ چنانچہ دوبارہ چوراہے پر آکر کھڑی ہوگئی تو چار فرشتے گذرے اور جناب رحمہ کی درخواست پر وہ آئے اور انہوں نے حضرت ایوّب سے اظہارِ ہمدردی کیا اور اٹھا کر اس نئی تیار کردہ جھونپڑی میں لے آئے اور فرش پر آپ کو سلا دیا پس وہ چلے گئے اور حضرت رحمہ بدستور تیمارداری میں مشغول ہوگئی۔ کچھ عرصہ کے بعد حوران کی بستی کی طرف آپ منتقل ہوگئے۔ جناب رحمہ بدستور لوگوں کے گھروں میں خدمت کے فرائض انجام دیتی تھیں اور دونو اس سے بسر اوقات کرتے تھے جب ایک دن ایک عورت نے طعنہ دیا تو بی بی نے جواب دیا کہ میرا نام رحمہ ہے میرا باپ اللہ کا نبی افرائیم تھا اور دادا حضرت یوسف جس کو اللہ نے صدیق کا لقب دیا۔ اُن کا باپ حضرت یعقوب جن کو اللہ نے اسرائیل کا لقب دیا اور ان کا باپ اسحٰق صفی اللہ اور اُن کا باپ ابراہیم خلیل اللہ تھا۔ اور میں ایوّب کی زوجہ ہوں جو اللہ کا نبی ہے پس چند عورتیں مل کر حضرت ایوبؑ کی زیارت کے لئے آگئیں اور حضرت ایوب کی حالت زار کو دیکھ کر سخت روئیں۔ چنانچہ حضرت ایوّب اور جناب رحمہ پر بھی گریہ طاری ہوگیا۔ حضرت ایوبؑ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔

حضرت ایوّب پر وحی ہوئی کہ جس طرح میری نعمتوں پر تم نے صبر کیا ہے۔ اسی طرح مصائب پر بھی صبر کرو۔ چنانچہ ایک دفعہ جناب رحمہ گھر سے باہر گئیں لیکن کہیں سے بھی ان کو مزدوری پر غذا میسر نہ ہوسکی۔ پس رو رو کر بارگاہِ خداوندی میں اپنی تکلیف کا اظہار کیا اس کے بعد ایک بڑھیا کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اپنا تعارف کرانے کے بعد اپنی تکلیف کا ذکر کیا تو اُس بڑھیا نے جواب دیا کہ میری لڑکی کے بال خوبصورت نہیں ہیں اور اُس کی شادی کرنا چاہتی ہوں اگر تم اپنے بالوں کا ایک گچھا مجھے دے دو تو میں اس کے بدلہ میں دو روٹیاں دوں گی۔ جناب رحمہ نے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ دیکھا تو بدلِ ناخواستہ بڑھیا کی بات مان لی۔ جب واپس ایوّبؑ کے پاس پلٹی اور اپنا ماجرا بیان کیا تو حضرت ایوّبؑ نہایت غمزدہ ہوئے پس وحی ہوئی کہ اے ایوب اس دکھ اور مصیبت کے بدلہ میں میں نے تیرا اجر زیادہ کر دیا ہے اور تیری بیوی رحمہ کو بھی جنت میں اس تکلیف کا بہت زیادہ بدلہ دوں گا پس حضرت ایوّب خوش ہوگئے۔

جب حضرت ایوب کی مصیبت کی انتہا ہوئی تو حضرت جبریل آئے اور حضرت ایوب سے کھڑا ہونے کو کہا جب آپ کھڑے ہوئے تو جبریل نے کہا زمین پر پاؤں کی ٹھوکر لگاؤ۔ چنانچہ ٹھوکر لگانے سے ایک صاف وشفاف چشمہ ظاہر ہوا جو برف سے سفید تر شہد سے شیریں تر اور کافور سے خوشبو میں پاکیزہ تر تھا پس اس سے پانی پیا تو اندرونی ہر قسم کی بیماری ختم ہوئی اور اس سے غسل کیا تو بیرونی مصائب دُور ہوئے اور چودھویں کے چاند کی طرح رنگ نکھر گیا پس جبریل نے جنت کا لباس پہنایا اور نعلین بھی آپ کے پیش کی اور کھانے کو ایک جنتی ناشپاتی دی جس کا نصف حصہ ایوب نے کھایا اور باقی نصف جناب رحمہ کے لئے محفوظ کر لیا تو جبریل نے کہا یہ پورا دانا آپ خود کھائیں کیوں کہ میں جناب رحمہ کے لئے دوسرا دانہ بھی لایا ہوں۔ اس

Presented by www.ziaraat.com

دن جناب رحمہ بستی سے تہی دست مایوس روتی ہوئی واپس آرہی تھی کہ اپنے مکان رہائش کی پوزیشن جو کہ بدلی ہوئی تھی دیکھی۔ چشمے باغات اور سبزیاں دیکھ کر ششدر سی رہ گئی اور پاکیزہ شکل جوان کو نماز پڑھتے دیکھ کر گھبرا گئی کہ شاید میں رستہ بھول چکی ہوں۔ پس دریافت کیا اے نماز گذار تجھے ایوب کی کچھ خبر ہو تو بتاؤ۔ پس آپ نے فرمایا میں ہی ایوب ہوں۔ اور خدا نے اپنے رحم و کرم سے ہمارے مصائب ختم کر دیئے۔

پس حضرت ایوبؑ کو سابق تمام نعمات واپس دی گئیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ عطا کیا گیا۔ ان کی اولاد کو پروردگار نے دوبارہ زندگی بخشی۔ بارہ بیٹوں اور بارہ بیٹیوں کو دوبارہ زندہ دیکھا۔ پھر شام کی حکومت اور عمر گذشتہ کے برابر دوبارہ عمر بھی آپ کو دی گئی۔ اور جناب رحمہ کو سو تازیانے مارنے کی جو قسم کھا چکے تھے اس کے متعلق ارشاد ہوا کہ ایک خوشۂ کھجور جس کی ایک سو شاخ ہو لے ایک دفعہ مار دو تو قسم پوری ہو جائے گی اور مروی ہے کہ رحمہ کو مارنے کی قسم کا موجب رحمہ کے سر کے بالوں کا کٹنا تھا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے اور خداوند کریم نے جناب رحمہ کو وہ بالوں کا حُسن بھی دوبارہ عطا فرمایا۔ جب کسی نے ایوب سے دریافت کیا کہ تمام مصائب میں سے سخت ترین مصیبت آپ نے کونسی دیکھی تو فرمایا دشمنوں کی شماتت ہر مصیبت سے زیادہ تکلیف دہ تھی پس حضرت ایوبؑ اور رحمہ ایک عرصہ تک خوش حال زندگی بسر کرتے رہے اور بوقت وفات آپ نے اپنے تمام لڑکوں کو مہمان نوازی اور یتیم پروری کی وصیت فرمائی اور دونو کا انتقال ایک دوسرے کے قریب قریب زمانہ میں ہوا۔ اور حضرت ایوبؑ کو اسی چشمہ کے قریب دفن کیا گیا جو آپ کے لئے آب شفا بنا تھا۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد لام بن عاد نامی ایک بادشاہ نے شام پر حملہ کیا چنانچہ اولاد ایوب پر بھی اُس نے فتح پالی اور اس نے حضرت ایوب کے سب سے بڑے شہزادے حزقل بن ایوب کو ایک پیغام بھیجا کہ اپنے تمام اموال میں سے مجھے نصف مال بطور شاہی ٹیکس کے دیدو ورنہ زبردستی تمہارا سب مال بحق سرکار ضبط کر لیا جائے گا اور نیز اُس نے اُن کی ہمشیرہ تقیہ یا مومنہ کا رشتہ بھی طلب کیا اور ان دونو میں سے ایک راستہ اختیار کرنے کا ان کو پیغام بھیجا چنانچہ جناب حزقل بن ایوب نے جواب دیا کہ ہمارا جس قدر مال ہے اس میں فقراء مساکین یتامیٰ مسافروں اور کمزوروں کے علاوہ اور کسی کا حصہ نہیں ہے اور چونکہ تو ہمارے دین پر نہیں ہے لہذا رشتے کا سوال بھی فضول ہے اور تو نے شاہی دبدبہ اور آمرانہ رعب جتلا کر ہمیں مرعوب کرنا چاہا ہے تو یاد رکھ کہ ہم اللہ پر توکل رکھتے ہیں۔ اور ہمیں وہی تنہا کافی ہے۔ اور وہی ہمارا ولی و ناصر ہے۔ جب بادشاہ کو واپسی پیغام پہنچا تو اُس نے فوج کشی کر لی پس حزقل نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کیا تو بشیر نے جواب دیا کہ میں آپ لوگوں کو جنگ کا مشورہ ہرگز نہ دوں گا۔ پس مناسب یہ ہے کہ مال میں سے وہ جو کچھ طلب کرے اُس کو دے دیا جائے اور رشتہ کی بات ٹال دی جائے لیکن حزقل کو یہ رائے پسند نہ آئی اور اس نے بھی مقابلہ میں اعلانِ جنگ کر دیا جس کے نتیجہ میں حزقل کو شکست ہوئی پس اس نے ان کے تمام اموال پر قبضہ کر لیا۔ اور بشیر بن ایوب بھی اپنے لشکر کے کافی حصہ کے ساتھ قید ہو گیا۔ اور حزقل خود جان بچا کر بھاگ گیا۔ اس کے بعد کافی مال جمع کر کے لام بن عاد کو بطورِ ہدیہ پیش کرنے کا تہیہ کیا تاکہ اپنے بھائی کا فدیہ دے کر اُسے آزاد کرائے تو

خواب میں اُس کو کسی نے آواز دی کہ فکر نہ کرو تمہارا بھائی آزاد ہو جائے گا۔ اور تمہارا مال بھی محفوظ رہے گا۔ اور بادشاہ ایمان کو قبول کرے گا اور انجام کار اچھا ہوگا۔ چنانچہ جب اُس نے اپنے باقی بھائیوں کے سامنے اپنا خواب بیان کیا تو وہ سارے وہاں رُک گئے۔ اور لامم بن عاد کو پیغام بھیجا کہ میں کوئی مال دینے کو ہرگز تیار نہیں ہوں تو نے جو کچھ ہمارا بگاڑنا ہے بگاڑ لے۔ چنانچہ بادشاہ غصے سے لال ہوگیا اور اس نے بشیر بن ایوب سے کہا کہ تم نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میرے بھائی تمہیں مال پیش کریں گے لیکن اب انہوں نے صاف انکار کر دیا ہے پس تم اپنی ضمانت کے ماتحت مجھے مال دلواؤ۔ ورنہ میں تمہیں زندہ آگ میں جلا دوں گا۔ یہ بات سُنتے ہی بشیر گھبرا گیا تو ادھر حزقل بن ایوب نے اپنے بھائی بشیر کو پیغام بھیجا کہ میں نے اس اس طرح خواب میں دیکھا ہے تو بشیر بھی یہ خواب سن کر مطمئن ہوگیا۔

ادھر بادشاہ نے گہری گہری نہریں اور غاریں کھودنے کا حکم دیا اور پھر ان کو لکڑیوں سے بھرنے اور ان پر تیل ڈال کر آگ لگانے کا حکم دیا تاکہ اس میں بشیر کو زندہ ڈال کر جلا دیا جائے چنانچہ جب بشیر کو آگ میں ڈالا گیا تو بحکم پروردگار بشیر کو ذرہ بھر گزند نہ پہنچا اور بادشاہ یہ ماجرا دیکھ کر گھبرا گیا۔ چنانچہ اس نے بشیر سے دریافت کیا کہ اے اولادِ ایوب کیا تم لوگ جادوگر ہو۔ ہاآپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ہمارے جد حضرت ابراہیم خلیل بن تارخ کو بادشاہِ وقت نمرود بن کنعان نے آگ میں ڈالا تھا تو خدا نے اُن پر آگ کو گلزار کر دیا تھا اور خدا نے میرے لئے بھی آگ کو گلزار کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ بات بادشاہ کے دل میں گھر کر گئی۔ اور یہ نبوت کا معجزہ دیکھ کر اُس کا دل ایمان و معرفت کا مقام بن گیا۔ پس وہ اپنے عزائم فاسدہ سے تائب ہوا۔ اور صحیح معنوں میں مسلمان و مومن ہو گیا۔ اور حضرت ایوبؑ کے لڑکوں نے پھر اپنی بہن کا رشتہ بھی اُس سے کر دیا اور اسی بشیر بن ایوب کی کنیت ذوالکفل ہے کیونکہ اپنے بھائیوں کے فدیہ ادا کرنے کا کفیل ہوا تھا پس آپ ملک شام میں نبی تھے اور بادشاہ لامم بن عاد آپ کے تابع فرمان ہو کر دشمنانِ اسلام سے جہاد کرتا تھا حتی کہ ذوالکفل کی رحلت ہوگئی اور پھر وہ مومن بادشاہ بھی مر گیا۔ اور ملک شام پر عمالقہ کا قبضہ ہو گیا اور پھر خدا نے حضرت شعیب کو ان پر نبی مبعوث فرمایا۔ ان کا نام فترون بن صہون بن عنقا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم خلیل تھا۔ (ملخص البرہان)

يَدْعُوْنَ ۔ یعنی جنتی لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں گے اور حور و غلمان پر حکم کریں گے۔ پس جب میوہ کی طرف اشارہ کریں گے وہ خود بخود قریب آجائے گا اور ان کو تکلیف کرنے کی ذرہ بھر ضرورت محسوس نہ ہوگی۔

جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۱﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ

ہمیشہ کے باغات کہ ان کے لئے ان کے دروازے کھلے ہوں گے تکیہ لگائے ہوئے

فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۲﴾ وَ

ہوں گے اس میں طلب کریں گے بہت سے میوہ جات کو اور مشروب کو اور

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۔ یہ عورتوں کی عمدہ صفت ہے یعنی آنکھ نیچی رکھنے والی شرمیلی عورتیں اور اتراب جمع ہے ترب کی جس کا معنی سہیلیاں کیا جاتا

Presented by www.ziaraat.com

ہے جو سن و سال اور حسنِ صورت میں ایک جیسی ہوں۔
مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۔ یعنی جنّتی غذاؤں میں کوئی کمی نہ ہوگی جس شاخ سے ایک میوہ توڑا جائے گا اس کی جگہ فوراً دوسرا موجود ہو جائے گا۔

عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۳﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ
ان کے پاس آنکھیں نیچی رکھنے والی (نوجوان حسین) ہمسن عورتیں ہوں گی — یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ

لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۵﴾
کیا گیا تھا یوم حساب کے لئے — تحقیق یہ ہمارا وہ رزق ہے — جو ختم نہ ہوگا

هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۶﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا
یہ اور بے شک سرکشوں کے لئے بُری بازگشت ہے — جہنم میں جلیں گے پس وہ برا بچھونا ہوگا

فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۷﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۸﴾
یہ حمیم (سخت گرم) غساق (سخت سرد) — پس چکھو اس کو

وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿۵۹﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ
اور دوسرا (عذاب) اسی قسم کا جس کی کئی قسمیں ہوں گی — یہ (فوج) (تمہارے مقتدیوں کی) تمہارے ساتھ داخل ہے

لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا
(وہ کہیں گے) نہ خوشی دیکھیں یہ لوگ کہ وہ آگ میں جلنے والے ہیں تو کہیں گے (مقتدی) بلکہ تم کو نہ خوشی

مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۱﴾
نصیب نہ ہو تم نے ہی یہ عذاب ہمارے لئے مہیا کیا ہے — پس وہ بڑا ٹھکانا ہے

حَمِيْمٌ ۔ حمیم کا معنی سخت گرم اور غسّاق کا معنی سخت بدبودار غلیظ یا سخت ٹھنڈا اور بعضوں نے ذکر کیا ہے کہ غسّاق جہنم میں ایک تالاب ہوگا جس میں تمام زہریلے جانوروں مثلاً سانپوں اور بچھوؤں وغیرہ کی زہر جمع ہوگی اور گرم پانی کے ساتھ ملا کر جہنمیوں کو پلائی جائیگی۔

هٰذَا فَوْجٌ ۔ پہلے جہنمی رہنما اور پیر داخل ہوں گے اور بعد میں ان کے مقتدی اور مرید داخل ہوں گے تو فرشتے ان سے کہیں گے یہ تمہارے مریدوں اور مقتدیوں کی فوج بھی تمہارے ساتھ شریکِ عذاب ہے پس دنیا میں اپنے مریدوں کو خوش آمدید اور مرحبا کہنے والے اس وقت ان کو لا مرحبا (یعنی تم کو خوشی نصیب نہ ہو یا دفع ہو جاؤ) کے حقارت آمیز لہجہ سے خطاب کریں گے تو مرید بھی ان کو اسی طرح تلخ اور توہین آمیز لہجہ میں جواب دیں گے لا مرحبا (تم خوشی نہ پاؤ اور دفع ہو جاؤ) یہ جہنم کا سامان تم نے ہمارے لئے مہیا کیا ہے کہ تمہارے پیچھے چل کر ہم مبتلائے عذاب ہوئے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

قَالُوْا - پس وہ دوزخی مرید اللہ سے درخواست کریں گے کہ جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا اور ہمارے لئے جہنم کا سبب مہیا کیا تھا ان کو دوگنا عذاب دیا جائے۔ کاش کہ دنیا میں ہی انسان حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کی کوشش کرے تاکہ آخرت کی حسرت وارمان سے بچ جائے۔

مَالَنَا - مجمع البیان میں ہے کہ اس کا شان نزول ابوجہل اور ولید وغیرہ مشرکین مکہ کے حق میں ہے جو مومنین کو گمراہ سمجھتے تھے پس بروز محشر جب اِدھر اُدھر دوزخ میں دیکھیں گے تو ان کو صہیب، بلال اور عمار وغیرہ نظر نہ آئیں گے۔ پس آپس میں ایک دوسرے سے ازراہِ حسرت پوچھیں گے کہ جن لوگوں کو ہم گمراہ اور شرارت پسند خیال کرتے تھے وہ نظر نہیں آتے۔ اور آیت صرف انہی بیان کردہ لوگوں سے مخصوص نہیں بلکہ تا قیامت جس قدر باطل پرست ہوں گے جہنم میں پہنچ کر ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ جن کو ہم گمراہ سمجھتے تھے کہاں گئے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جابر سے فرمایا کہ تمہارے مخالف لوگ جہنم میں تمہارے متعلق پوچھیں گے کہ وہ کہاں گئے کیا ہم دنیا میں غلطی کرتے ہوئے ان سے مسخری کرتے تھے یا اُن سے ہماری آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا تم جنت میں عیش و عشرت سے بسر کرتے اور جہنم میں جانے والے تمہیں وہاں ڈھونڈتے ہوں گے۔

قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي

کہیں گے اے ہمارا رب جس نے ہمارے لئے یہ چیز مہیا کی ہے پس اس پہ دگنا عذاب زیادہ کر آگ میں

النَّارِ ﴿۶۲﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ

اور کہیں گے تعجب ہے کہ ہم ان بندوں کو نہیں دیکھ رہے جن کو ہم برا

مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۳﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ

سمجھتے تھے کیا ہم نے ان سے مسخری کی تھی (پس ہم غلطی پر تھے) یا ان سے

الْاَبْصَارُ ﴿۶۴﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۵﴾

ہماری آنکھیں ٹیڑھی ہو چکی ہیں؟ تحقیق اہل جہنم کا باہمی جھگڑا یقیناً ہو گا

امالی شیخ سے منقول ہے ایک دفعہ سماعہ بن مہران حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا - اے سماعہ بدترین لوگ کون ہیں؟ سماعہ نے عرض کی کہ وہ ہم ہیں۔ آپ سنتے ہی جونہی تکیہ کے سہارے لیٹے تھے فوراً اٹھ بیٹھے اور غصہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا پھر پوچھا کہ لوگوں کے نزدیک بدترین لوگ کون ہیں؟ تو سماعہ کہتا ہے میں نے عرض کی اے فرزندِ رسول خدا کی قسم میں نے غلط نہیں کہا لوگوں کے نزدیک ہم بدترین مخلوق ہیں وہ ہمیں کافر اور رافضی تک کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا سنو! جب تم کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور ان کو جہنم کی طرف دھکیلا

Presented by www.ziaraat.com

جائے گا پھر وہ ایک دوسرے سے تمہارے متعلق پوچھیں گے کہ وہ کہاں ہیں جن کے متعلق ہم کہتے تھے کہ وہ گمراہ اور شرارت پسند وبدترین لوگ ہیں اسے سماعہ یاد رکھو کہ تم میں سے اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہوگی تو ہم بروز محشر دربار خداوندی میں اپنے قدموں سے چل کر تمہاری شفاعت کریں گے پس تم میں سے دس آدمی بھی بلکہ پانچ آدمی بھی بلکہ تین بھی بلکہ ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا پس تم ایک دوسرے سے درجات جنت میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اور اپنے دشمن پر پرہیزگاری کے ذریعے سے برتری پیدا کرو۔

رکوع نمبر ۱۴

نَبَاٌ عَظِیْمٌ - یعنی قیامت کے حقائق توحید پروردگار کے دلائل اور سابق انبیاء کے واقعات پر مشتمل کتاب یعنی قرآن مجید نباء عظیم ہے جس سے تم منہ موڑتے ہو۔ اگر تم لوگ اس میں تدبر کرتے تو یقیناً اس نظریہ تک پہنچ جاتے کہ خدا صرف ایک ہے اور اس کا بھیجا ہوا دین برحق ہے اور تفسیر باطنی کے لحاظ سے نباء عظیم کی تاویل امامت بھی کی گئی ہے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ کوئی آیت مجھ سے اکبر نہیں اور کوئی نباء مجھ سے اعظم نہیں (برہان) بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰی - اس سے

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ

کہدیں میں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور کوئی اِلٰہ نہیں ہے سوائے اللہ کے جو صرف ایک ہے بڑے

الْقَهَّارُ ﴿۶۶﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ

قہر والا ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا رب ہے جو غالب ہے

الْغَفَّارُ ﴿۶۷﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ

بخشنے والا ہے کہدو یہ (قرآن) بڑی خبر ہے جس سے تم لوگ (کفار مکہ) روگردان ہو

﴿۶۹﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰى اِذْ

مجھے کوئی خبر نہیں ملاء اعلیٰ کی جب جھگڑا

مراد ملائکہ ہیں۔ یہ قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کی دلیل ہے - حکم پروردگار ہے کہ آپ ان قریش مکہ سے کہدیں کہ اگر یہ کلام بنا ہوتا تو بھلا مجھے ملاء اعلیٰ کے متعلق کیا علم تھا کہ فرشتوں نے آدم کی پیدائش کے وقت کیا جھگڑا کیا تھا؟ اگر مجھے اللہ کی طرف سے وحی نہ کی جاتی تو میں کس طرح تم کو آدم کی پیدائش کی تفصیلات بتا سکتا تھا؟

یَخْتَصِمُوْنَ - تفسیر مجمع البیان میں بروایت ابن عباس حضرت رسول کریم سے مروی ہے کہ مجھے خطاب پروردگار پہنچا کہ بتاؤ فرشتے کس بات پر ایک دوسرے سے بحث کرتے ہیں تو میں نے عرض کی اے پروردگار! مجھے اس کی خبر نہیں ہے تو ارشاد قدرت ہوا کہ فرشتے دو موضوعات پر ایک دوسرے سے بحث کرتے ہیں - (۱) کفارات یعنی وہ کونسے اعمال ہیں جن کی بدولت غلطیوں کا کفارہ ہوجاتا ہے (۲) درجات یعنی وہ کون سے اعمال ہیں جن کی بدولت درجے بلند ہوتے ہیں پس کفارات

Presented by www.ziaraat.com

تین ہیں (۱) موسم سرما میں وضو کرنا (۲) جماعت کی طرف چل کر جانا (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار کرنا۔ اور درجات بھی تین ہیں۔ اِفْشَاءُ السَّلَامِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلٰوۃُ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ۔ یعنی سلام کی زیادتی مہمان نوازی اور لوگوں کی غفلت کے وقت نمازِ شب کی ادائیگی۔ اور تفسیر نور الثقلین میں بروایت خصال حضرت رسالت مآبؐ سے منقول ہے کہ شب معراج مجھ سے سوال کیا گیا کہ فرشتوں کا موضوعِ بحث کیا چیز ہے تو میں نے بتایا درجات و کفارات۔ پھر سوال ہوا کہ درجات کیا چیز ہیں، تو میں نے چار چیزیں بتائیں (۱) موسم سرما میں وضو (۲) جماعت کی طرف چل کر جانا (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا (۴) مرتے دم تک میری اور میری اہل بیت سے محبت رکھنا۔

يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ إِن يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٧٠﴾

کر رہے تھے میری طرف وحی کی جاتی مگر یہ کہ میں صاف ڈرانے والا ہوں

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾

جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں بنانے والا ہوں ایک بشر مٹی سے

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿٧٢﴾

جب ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنا روح ڈال لوں تو گر جاؤ اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے

فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ

تو سجدہ کیا تمام کے تمام فرشتوں نے سوائے ابلیس کے

اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا

کہ اس نے تکبر کیا اور کافر ہوا فرمایا (اللہ نے) اے ابلیس تجھے کس

مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ

چیز نے روکا کہ سجدہ کرے اس کا جس کو میں نے اپنی قدرت و حکمت سے بنایا کیا تو نے تکبر کیا ہے

ذکرِ خلقتِ آدم

نَفَخْتُ فِیْهِ۔ مقصد یہ ہے کہ اس میں میں نے بلاواسطہ روح ڈالی ہے یعنی اس کو ماں باپ کی احتیاج کے بغیر پیدا کیا ہے حکم سجدہ اور ابلیس کا انکار اور اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات تفسیر کی جلد ۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔ پہلا ایڈیشن ص۹۹ تا ص۱۰۴ اور دوسرا ایڈیشن ص۸۴ تا ص۸۹

خَلَقْتُ بِیَدَیَّ۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ میں نے اس کو بذاتِ خود بغیر کسی واسطہ و سبب کے پیدا کیا ہے۔ تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ کلام عرب میں ید قوت کو بھی کہتے ہیں اور نعمت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے گویا اس جگہ معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کو اپنی قوت و نعمت سے پیدا کیا اور دوسری روایت میں امام علی رضا علیہ السّلام سے

Presented by www.ziaraat.com

منقول ہے کہ اس کا معنی ہے میں نے اس کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔

عالین کا معنی کُنۡتَ مِنَ الۡعَالِیۡنَ۔ تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسالت مآبؐ سے دریافت کیا کہ وہ کون ہیں جو فرشتوں سے بھی بلند ہیں۔ آپ نے فرمایا میں علی فاطمہ اور حسن و حسین۔ ہم سرادق عرش میں اللہ کی تسبیح کرتے تھے اور فرشتے بھی ہم سے سن کر تسبیح کرتے تھے۔ اور یہ حضرت آدم کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے کی بات ہے اور فرشتوں کو آدم کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم بھی ہماری ہی وجہ سے ملا تھا (کیونکہ ہمارے انوار اس کی پیشانی میں تھے) چنانچہ ابلیس کے علاوہ سب فرشتوں نے سجدہ کر لیا تھا۔ پس ابلیس کو خطاب بطور سرزنش کے ہوا کہ کیا تو نے تکبر کیا ہے یا اُن عالین میں سے ہے جن کے اسمائے طاہرہ سرادق عرش پر مکتوب ہیں۔ پس آپ نے فرمایا ہم اللہ کا وہ دروازہ ہیں جس سے گذر کر اللہ کی بارگاہ میں رسائی ہوتی ہے۔ اور ہماری بدولت ہی لوگوں تک ہدایت پہنچتی ہے جو شخص ہمارے ساتھ محبت کرے گا خدا اس سے محبت رکھے گا اور اُس کو جنّت کا ٹھکانہ عطا فرمائے گا۔ اور جو ہمارے ساتھ دشمنی رکھے گا خدا اُس کا دشمن ہو گا اور اُس کو دوزخ میں جگہ دے گا۔ اور ہمارے ساتھ محبت وہ ہی رکھے گا جس کی ولادت پاکیزہ ہو گی۔ یہ روایت ابن بابویہ کی کتاب بشارات الشیعہ سے بھی منقول ہے۔

أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿٧٦﴾ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي

یا تو اونچے طبقے سے ہے؟ اس نے کہا میں اس سے اچھا ہوں کہ تو نے مجھے آگ

مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴿٧٧﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ

سے بنایا اور اس کو مٹی سے بنایا ہے فرمایا نکل جا اس جگہ سے کہ بے شک تو

رَجِيمٌ ﴿٧٨﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٧٩﴾ قَالَ

پھٹکارا ہوا ہے اور تجھ پہ بدلہ کے دن تک میری لعنت رہے گی کہنے لگا

رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٨٠﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ

اے رب مجھے مہلت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں فرمایا کہ تو مہلت دیئے جانے والوں

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ابلیس نے آدمؑ کے سجدہ سے انکار ز تکبر کی قیاسی وجہ یہ بیان کی کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور وہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور چونکہ آگ مٹی سے افضل ہے لہٰذا افضل کے لئے مفضول کے سامنے سجدہ کرنا جائز نہیں ابلیس کا یہ قیاس اپنے مقام پر باطل ہے۔ جس کے وجوہات ہم نے تفسیر کی جلد ۲ صفحہ پر بیان کی ہیں تاہم ابلیس کا یہ نظریہ واضح ہے کہ افضل کو مفضول کے سامنے نہیں جھکنا چاہیے گویا اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ جو لوگ افضل کو افضل جاننے کے بعد بھی اُسے مفضول کے سامنے جھکنے پر مجبور کریں یا افضل کے مفضول کے سامنے جھکنے کو ترجیح دیں وہ ابلیس سے بھی بدتر ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ - اگر پہلے حق پر رفع پڑھا جائے جیساکہ موجودہ قرائت میں ہے تو الحق مبتدا اور اس کی خبر قسمیہ محذوف ہوگی یا یہ کہ اس کا مبتدا محذوف ہے اور یہ اس کی خبر ہے۔ یعنی اَنَا الحقُّ اور اگر اس پر نصب پڑھی جائے تو اس کا عامل ناصب محذوف ہوگا جس طرح قسم میں ہوا کرتا ہے۔ جیسے اَللّٰہَ لَاَفْعَلَنَّ یہاں لَاَمْلَئَنَّ جواب قسم ہے۔

اَلْمُتَكَلِّفِينَ - یعنی میں نے قرآن مجید اور اس کی جملہ تعلیمات کو اپنی طرف سے تکلف کرکے ایجاد نہیں کیا بلکہ یہ سب کچھ وحی پروردگار کے ماتحت ہی ہے۔ عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے لوگو: جس کو کوئی بات معلوم ہو تو کہہ دے اور جس کو معلوم نہ ہو تو اُسے کہہ دینا چاہیے اللہ اعلم۔ یعنی اس کا علم اللہ کو ہے کیونکہ اللہ کی طرف حوالہ دے دینا بھی ایک علم ہے۔

تفسیر نور الثقلین میں بروایت مصباح الشریعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ متکلف یعنی وہ شخص جو علم کے بغیر بات کرے اگر اس کی بات درست ہو تب بھی وہ غلط ہے اور تکلف کرنے والے کا نتیجہ ذلت ہوتا ہے اور بروقت اس کو سختی اور مشکل جھیلنی پڑتی ہے۔ متکلف کا ظاہر ریاکاری اور باطن منافقت ہوتا ہے اور یہی دو پر ہیں جن سے وہ پرواز کرتا ہے بہرصورت تکلف کرنا نہ صالحین کے اخلاق میں سے ہے اور نہ متقین کی علامتوں میں سے ہے۔ اور خداوندکریم نے اپنے نبی سے ہر قسم کے تکلف کی نفی فرمائی ہے۔ ما انا من المتکلفین (میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں)۔

الْمُنْظَرِينَ ﴿٨١﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٨٢﴾ قَالَ
میں سے ہے ایک معلوم وقت تک کہنے لگا
فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٣﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ
پس تیری عزت کی قسم ضرور میں ان کو گمراہ کروں گا سب کو سوائے تیرے خالص بندوں
الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٤﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿٨٥﴾
کے جو ان میں سے ہوں گے فرمایا پس حق اور صرف حق ہی کہتا ہوں
لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٦﴾
کہ ضرور بھروں گا جہنم کو تجھ سے اور تیرے تمام پیروی کرنے والوں سے
قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿٨٧﴾
کہہ دو میں اس پر تم سے کچھ مزدوری نہیں مانگتا اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں
إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿٨٨﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ﴿٨٩﴾
یہ تو تمام جہانوں کے لئے صرف ذکر ہے اور ایک وقت کے بعد تم کو (اے کفار مکہ) اس کا پتہ چلے گا

Presented by www.ziaraat.com

تنبیہ ۔ جو لوگ قرآن مجید میں لفظ ید وجہ اور ساق کے اشتباہ سے اللہ کا جسم ثابت کرتے ہیں ان کی تردید ہیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے مخلوق کے اعضا ثابت کرے وہ کافر ہے پس نہ ایسے شخص کی گواہی قبول کرو اور نہ اس کی ذبیحہ حلال ہے ۔ پس اللہ کا وجہ اس کے انبیا و اولیا ہیں اور اس کے ید سے مراد اس کی قدرت ہے رسلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا حب انسان اللہ کے حق کی رعایت نہ کرے اور اس کے احکام کی پیروی نہ کرے تو یہ صفت ان لوگوں کی ہے جو اللہ کی صحیح معرفت نہ رکھتے ہوں اور اس سے سچی محبت نہ رکھتے ہوں پس ایسے لوگوں کی نمازیں روزے اور روایات و علوم تم کو دھوکہ میں نہ ڈالیں کیونکہ وہ (انسان نما) گدھے ہیں اور آپ نے راوی حدیث یونس سے فرمایا ۔ اے یونس صحیح علم ہم اہل بیت کے پاس ہے ۔ ہم ہی اس کے صحیح وارث ہیں ہمیں شرح حکمت اور فصل خطاب عطا کیا گیا ہے ۔ راوی نے پوچھا کہ کیا اہل بیت کا ہر فرد علم کا صحیح وارث ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ صرف بارہ امام ہی اس کے صحیح وارث ہیں اس کے بعد آپ نے یونس راوی حدیث کی درخواست پر پورے بارہ اماموں کے نام گن کر بتائے راوی نے عرض کی کہ کل عبداللہ بن مسعود کا بیٹا بھی آپ کے پاس آیا تھا اور اُس نے بھی یہی سوال کیا تھا لیکن جو جواب آپ نے اُس کو دیا تھا وہ کچھ اور تھا تو آپ نے فرمایا ہر شخص میں ہر بات کی اہلیت نہیں ہوا کرتی اور ہر بات کا محل جدا جدا ہوتا ہے تو اس جواب کا اہل ہے لہٰذا نا اہل کے سامنے ذکر کرنے سے گریز کرنا ۔

سُورَۃُ الزُّمَر

آیت نمبر ۵۳، ۵۴، ۵۵ کے علاوہ باقی سب سورہ مکیہ ہے ۔

اس کی آیات کی تعداد پچھتّر ہے اور یہ سُورہ سورۂ سبا کے بعد نازل ہُوا ۔

فضائل ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص سورہ زمر کی تلاوت کرے اس کو خدا دنیا و آخرت کا شرف عطا فرمائیگا اور اُس کو مال و قبیلہ کے علاوہ ایسی عزت دے گا کہ ہر دیکھنے والے کے دل میں اس کا رُعب ہوگا اور اس کے جسم پر آتش جہنم حرام ہو گی اور جنت میں اُس کے لئے ایک ہزار شہر تعمیر ہوگا کہ ہر شہر میں ایک ہزار محل ہوگا اور ہر محل میں ایک سو حوریں ہوں گی ۔ الحدیث

حضرت رسالتمآبؐ سے منقول ہے کہ اس سورہ کو جو شخص لکھ کر اپنے پاس رکھے تو جو بھی اس کے پاس آئے گا اور اس کو مل کر جائے گا اس کی تعریف کریگا اور ہر جگہ اس کا شکر گذار ہوگا ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس کو لکھ کر اپنے بازو پر باندھے یا اپنے بستر میں

Presented by www.ziaraat.com

رکھے گا تو اس کے پاس ہر آمد و رفت کرنے والا اس کی تعریف کرے گا اور اس سے ہر ملنے والا محبت سے پیش آئے گا اور اس کا گلہ نہ کرے گا۔ الحدیث۔

رکوع ۱۵۔ فَاعْبُدِ اللّٰہَ ۔ خطاب حضرت رسول اکرم ؐ سے ہے اور مراد ساری امت ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ﴿۲﴾ اِنَّآ

اتارنا کتاب کا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب حکمت والا ہے ہم نے

اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ

اتاری تجھ پر کتاب حق کے ساتھ پس اللہ کی عبادت کر خالص کرتے ہوئے اس

الدِّیْنَ ﴿۳﴾ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ

کے لئے دین کو آگاہ ہو اللہ کے لئے ہی ہے دین خالص اور جو لوگ بناتے ہیں اس کے علاوہ

دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُہُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی

کارساز (کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے تاکہ وہ ہم کو اللہ کے نزدیک کر دیں

اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ بَیْنَہُمْ فِیْ مَا ہُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ

تحقیق اللہ ان کے درمیان حکم کرے گا اس چیز کے متعلق جس میں وہ اختلاف کرتے تھے تحقیق

اللّٰہَ لَا یَہْدِیْ مَنْ ہُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ ﴿۴﴾ لَوْ اَرَادَ اللّٰہُ

اللہ نہیں ہدایت کرتا ان کو جو جھوٹے اور انکاری ہیں اگر چاہتا خدا

اَلدِّیْنُ الْخَالِصُ۔ یعنی ہر وہ کام جو بطور عبادت خوشنودی پروردگار کے لئے سرانجام دیا جائے وہ خالص اللہ کے لئے ہی ہو۔ اس میں شہرت ریاکاری یا کسی دوسری دنیاوی غرض کی ملاوٹ نہ ہو۔

لِیُقَرِّبُوْنَا۔ یعنی مشرکین مکہ کا دستور تھا کہ اپنی حاجات اپنے بتوں سے مانگتے تھے اور ان کو خدائی درجہ دیتے تھے اور جو کچھ اللہ کی جانب سے ان کو عطا ہوتا تھا وہ سب بتوں کی طرف منسوب کرتے تھے کہ ہمیں انہی کی بدولت ملا ہے اور جب ان کو غیر اللہ کی عبادت سے روکا جاتا تھا تو اس کے جواب میں کہتے تھے کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ تک پہنچانے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔

لَوْ اَرَادَ۔ جن لوگوں نے خدا کے لئے اولاد تجویز کی مثلاً کفار مکہ نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا اور یہود نے عزیر

Presented by www.ziaraat.com

کو اور نصاریٰ نے عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ ان سب کی تردید فرماتا ہے کہ اگر خدا کو اولاد کی غرض ہوتی تو وہ تمہاری تجویز کا محتاج نہیں بلکہ اپنی مخلوق میں سے خود ہی انتخاب کر لیتا۔

اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ سُبْحٰنَہٗ ھُوَ

اولاد بنانا تو چن لیتا اپنی مخلوق میں سے جو چاہتا وہ پاک و منزہ ہے وہ

اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۵﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

اللہ واحد و قہار ہے اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا

یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ وَسَخَّرَ

غالب کرتا ہے رات کو دن پر اور غالب کرتا ہے دن کو رات پر اور اس نے مسخر

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ط اَلَا ھُوَ الْعَزِیْزُ

کیا سورج اور چاند کو کہ ہر ایک اپنی مقررہ مدت تک چل رہا ہے آگاہ ہو وہی غالب

الْغَفَّارُ ﴿۶﴾ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا

بخشنے والا ہے تم کو اس نے صرف ایک نفس سے پیدا کیا پھر اس نے اس (کی باقی مٹی)

زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَۃَ اَزْوَاجٍ ط یَخْلُقُکُمْ

سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور اتارے تمہارے لئے حیوانات میں سے آٹھ جوڑے تمہیں پیدا کرتا ہے

یُکَوِّرُ الَّیْلَ۔ دن اور رات کی آمد و رفت اور گھٹنے بڑھنے کی کیفیت پہلے جلد ۳ ص ۱۳ میں گذر چکی ہے۔

خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام انسانوں کی پیدائش کے بعد حضرت آدم کی زوجہ کی پیدائش کیونکر ہوئی جیسا کہ ثُمَّ کا عطف ظاہر کرتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ترتیب بیان کے لئے ہے۔ نہ کہ ترتیب پیدائش مقصود ہے یعنی اللہ نے تم کو حضرت آدم سے پیدا کیا جو صرف ایک انسان تھا اور یہاں چونکہ سوال کی گنجائش تھی کہ ایک انسان کیونکہ تھا اس کی زوجہ حوا بھی تو تھی لہذا تمام انسانوں کی پیدائش دو انسانوں سے ہوئی تو اس کا جواب دیا کہ درحقیقت اس کی زوجہ اسی کی بقیہ مٹی سے پیدا ہوئی۔ کیونکہ منہا میں ضمیر غائب کا مضاف محذوف ہے۔ یعنی مِنْ بقیۃ تراجھا۔ پس گویا سب انسانوں کی پیدائش صرف ایک انسان سے ہوئی۔

اَلْاَنْعَام۔ اس کی تفسیر ج ۵ ص ۲۶۳ میں گذر چکی ہے۔

مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ۔ یعنی ماں کے رحم میں تمہاری پیدائش باپ کی صلب کے بعد ہوئی یا یہ کہ نسلاً بعد نسل تم کو پیدا کیا یا یہ کہ ترتیب وار نطفہ علقہ اور مضغہ سے تم کو پیدا کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ پہلی ظلمت شکم مادر دوسری ظلمت رحم مادر اور تیسری ظلمت باریک پردہ

فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ

ماؤں کے شکموں میں پیدائش کے بعد پیدائش تین تاریکیوں

ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

میں یہ اللہ تمہارا رب ہے جس کا ملک ہے کہ اس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں

فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝۷ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ

پھر تم کس طرف بھٹکتے ہو اگر کفر کروگے تو اللہ تم سے بے نیاز ہے

وَلَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ

اور وہ نہیں پسند کرتا بندوں کے لئے کفر کو اور اگر تم شکر کروگے تو وہ اس کو تم سے پسند کرے گا

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ

اور نہ بوجھ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانیوالا دوسرے کا بوجھ پھر اپنے رب کی طرف تمہاری بازگشت ہے

فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ

تو وہ تم کو خبر دے گا جو تم عمل کرتے رہے تحقیق وہ دلوں کی باتوں کو جاننے

الصُّدُوْرِ ۝۹ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ

والا ہے اور جب مس کرے انسان کو تکلیف تو اپنے رب کو پکارتا ہے

مُنِیْبًا اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِیَ مَا كَانَ

جھکتا ہوا اس کی طرف پھر جب وہ اس کو نعمت دے دے اپنی طرف سے تو بھول جاتا ہے جس کی وہ

یَرْضَهُ لَكُمْ۔ بعضوں نے اس کو یَرْضَهُوْ پڑھا ہے کیونکہ ھاء سے پہلے حرف متحرک ہے جیسے ضَرَبَهٗ اور جو واؤ آخر میں نہیں لگاتے وہ کہتے ہیں کہ الف محذوف بمنزلہ مذکورہ کے ہے جس طرح یَرْضَاهُ۔ اور بعضوں نے یَرْضَهْ سکون سے بھی پڑھا ہے۔

شرک سے بچنے کی تنبیہ

ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ اس مقام پر خداوند کریم نے مشرکین کے طرز عمل اور ان کی بے شکری کو ذکر کیا ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو بڑے خشوع و خضوع سے اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں لیکن جب خداوند کریم اپنے رحم و کرم سے ان کی دعاؤں کو مستجاب کرتے ہوئے ان کے مصائب و آلام کو دور کرکے ان پر اپنی نعمت و رحمت نازل فرماتا ہے تو وہ اس کو فراموش کر بیٹھتے ہیں بلکہ اپنی مشکل کشائی اور حاجت روائی کو بجائے اس کے کہ اللہ

Presented by www.ziaraat.com

کی طرف منسوب کر کے اس کا شکر ادا کرتے وہ اُن اپنے پیروں اور بتوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں جن کو انہوں نے دُعائیں سُننے اور مصیبتیں دفع کرنے میں اللہ کا شریک قرار دیا ہوا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اپنی رفع حاجات اور دفع مصائب کو بھی اپنے خود ساختہ میرے شریکوں کا کارنامہ بیان کرتے ہیں جن کو انہوں نے اپنا پیر بنا رکھا ہے۔ مشرکین مکہ کے کرتوتوں سے نفرت کرنے والے مسلمانوں کو خدا سمجھنے کی توفیق دے جو اپنے تمام امور کو خدا کے بجائے اپنے پیروں کا کارنامہ قرار دیتے ہیں حالانکہ مصائب کے وقت طلب دعا اللہ سے کرتے ہیں اور شیعہ حضرات کو بھی اس سلسلہ میں غیر محتاط رویے سے گریز کرنا چاہیئے۔ اگر خدا کوئی مصیبت دُور کرے یا کوئی نعمت نازل فرمائے۔ تو یہ کہنا چاہیئے کہ بطفیل محمدؐ و آلِ محمدؑ خدا نے میری مشکل آسان فرمائی اور میرے اُوپر رحم و کرم فرمایا پس اللہ کا ہی شکر ادا کرنا انسان کا فریضہ ہے کیونکہ جو کام اللہ کے ہیں وہ اللہ ہی کرتا ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد و آل محمد علیہم السلام اس کی بارگاہ میں بہترین وسیلہ ہیں نہ کہ اس کے شریک ہیں۔

يَدْعُوٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ

دعا کرتا تھا اس سے پہلے اور بنا لیتا ہے اللہ کے لئے شریک تاکہ گمراہ کرے اس کے راستے

سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ

سے کہدو کہ فائدہ اٹھائے اپنے کفر سے تھوڑا سا کیونکہ تو دوزخ میں جانے والوں میں سے ہے (کیا یہ شخص

النَّارِ ⑨ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا

اچھا ہے) یا وہ جو قنوت کرے رات کے اوقات میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام میں بھی کہ آخرت

يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي

سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو؟ کہدو کہ کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ

الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑩

جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے سوائے اس کے نہیں کہ نصیحت قبول کرتے ہیں صاحبانِ عقل

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ۔ یہ دراصل اَمْ مَنْ تھا۔ اور اَمْ کا قاعدہ ہے کہ اس سے پہلے ہمزہ استفہام ہو لہذا یہاں اس کی پہلی عبارت کو محذوف ماننا پڑے گا۔ یعنی جو دفع مصائب اور نزول نعمت کے بعد اللہ کے بجائے اپنے من گھڑت خداؤں کی طرف اپنے امور کو منسوب کرتے ہیں وہ بہتر ہیں یا ایسے لوگ بہتر ہیں جو رات کے اوقات میں قیام و سجود کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں آخرت کا ڈر اور رحمتِ خدا کی اُمید دونوں حالتیں کارفرما ہیں؟

رکوع ۱۶ ۔ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ۔ اس مقام پر ہجرت کی ترغیب دے رہا ہے کہ اگر ایک جگہ تم

عبادتِ پروردگار کا فریضہ ادا نہیں کر سکتے تو اللہ کی زمین کی وسعتیں موجود ہیں وہاں چلے جاؤ جہاں اُمورِ خیر کی بجا آوری میں تمہیں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

الصّٰبِرُوْنَ ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بروز محشر جب دفترِ اعمال کھلے گا تو دنیا میں مصائب و آلام برداشت کرنے والوں کو بلا حساب داخلِ جنت کیا جائے گا۔ (مجمع البیان)

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا

کہدو اے میرے وہ بندے جو ایمان لاچکے ہو اپنے رب سے ڈرو جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کی

فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا

اُن کے لئے نیک جزا ہوگی اور اللہ کی زمین وسیع ہے سوائے اس کے نہیں

يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑪ قُلْ اِنِّىْٓ

کہ پورا دیا جائے گا صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے کہدو! مجھے حکم ہوا

اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ⑫ وَ

ہے کہ عبادت کروں اللہ کی خالص کرتے ہوئے اس کے لئے دین (عبادت) کو اور

اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑬ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ

مجھے حکم ملا ہے کہ ہو جاؤں پہلا جھکنے والا کہدو بے شک میں ڈرتا

اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑭ قُلِ اللّٰهَ

ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی بڑے دن کے عذاب سے کہدو میں تو صرف

اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ⑮ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ

اللہ کی عبادت کروں گا خالص کرتے ہوئے اسی کے لئے اپنی عبادت کو پس تم عبادت کرو جس کی چاہو اس کے سوا

اور تفسیر برہان میں آپ سے منقول ہے کہ کچھ لوگ جنت کے دروازہ پر پہنچیں گے اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کون ہو؟ تو کہیں گے ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں اوامر و نواہی پر صبر کیا تھا یعنی عبادات بجا لائے تھے اور حرام چیزوں سے پرہیز کیا تھا پس ارشاد قدرت ہوگا کہ یہ سچے ہیں ان کو جنت میں بھیج دو۔

مُخْلِصًا لَّهٗ ۔ تمام اُمت کو عبادت میں اخلاص کی دعوت ہے اور اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کی تحریک ہے اور حضورؐ کی طرف یہ نسبت کہ اگر میں نافرمانی کروں تو عذابِ خداوندی سے ڈرتا ہوں تمام اُمتِ اسلامیہ کے لئے تازیانۂ عبرت ہے۔

اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ ۔ تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ہر شخص کے لئے جنت میں منزل اور اہلِ منزل موجود

ہیں پس اگر نیکی کرے گا تو وہ جنت میں اس کو ملیں گے اور اگر نافرمانی کرے گا تو خود جہنم میں چلا جائے گا۔ اور جنت میں جو اس کے لئے منازل و اہل وغیرہ تیار کئے گئے تھے اس کے بجائے ان لوگوں کو ملیں گے جو اللہ کا اطاعت گذار ہو کر جنت میں جائے گا۔ پس سبب اس شخص کو وہ منزل دکھائی جائے گی تو اس کی حسرت و ندامت میں اضافہ ہوگا اور یہ خسارہ بہت بڑا خسارہ ہے۔

قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ

کہہ دو بے شک خسارہ پانے والے وہ ہیں جو اپنے نفسوں کو اور اپنے خاندان کو خسارہ میں ڈالیں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

بروز محشر آگاہ ہو یہ واضح خسارہ ہے

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ

ان کے لئے اوپر آگ کی چھتریاں اور نیچے آگ کے فرش ہوں گے

ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۷﴾ وَالَّذِيْنَ

ایسی باتوں سے اللہ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو اے بندو! مجھ سے ڈرو اور جو لوگ

اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ

طاغوت (شیطان) کی عبادت سے بچ گئے اور اللہ کی طرف جھک گئے

لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ

ان کے لئے خوشخبری ہے پس خوشخبری دو میرے بندوں کو جو بات سنتے ہیں پس اچھی (باتوں) کی

فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ

پیروی کرتے ہیں ایسے لوگ وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی اور ایسے لوگ ہی

ظُلَلٌ ۔ یہ ظُلَّۃٌ کی جمع ہے جس کا معنی چھتری کیا جاتا ہے اور سر کے اوپر سایہ کرنے والی اور چھا جانے والی ہر چیز کو اس لفظ سے مجازاً تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ بادل کے ٹکڑوں کو ظُلَلٌ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ سر کے اوپر سایہ فگن ہوتے ہیں اسی مناسبت سے آگ کے ان شعلوں کو ظُلَلٌ کہا گیا ہے جو دوزخیوں کے سروں کے اوپر ہوں گے اور قدموں کے نیچے والے شعلوں کو اس لئے ظلل کہا گیا ہے کہ وہ نچلے طبقے کے سروں پر ہوں گے اور ممکن ہے کہ ہر طرف سے احاطہ کرنے والی آگ کو مجازاً ظُلَلٌ سے تعبیر کیا گیا ہو۔ مقصد یہ ہے کہ وہ آگ ہر طرف سے ان پر احاطہ کرنے والی ہوگی۔

الطَّاغُوْت ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے ابو بصیر سے فرمایا کہ اس آیت کے مصداق تم لوگ ہو کیونکہ جس شخص نے سلطانِ جائر کی اطاعت کی گویا کہ اس نے اس کی عبادت کی۔

Presented by www.ziaraat.com

فبشر عبادی ۔ آیت مجیدہ میں ان لوگوں کو جنت کی خوش خبری دی گئی ہے۔ جو تحقیق کرنے میں بخل نہیں کرتے پس ہر ایک کی دلیل کو سنتے ہیں اور جو حق ہو اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور ضمنی طور پر ان کفار کی مذمت ہے جو حق بات کو ازراہ حسد سننا ہی گوارا نہیں کرتے۔ اور حضرت ابوالدرداء سے منقول ہے کہ اگر تین چیزیں نہ ہوتیں تو میں دنیا میں ایک دن کی زندگی کو بھی پسند نہ کرتا (۱) موسم گرما کے روزے (۲) رات کی عبادت (۳) اور ایسے لوگوں کی صحبت جو اچھی باتوں کو اپنے لئے چن لیتے ہیں۔ اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ آیت ۱۸ و ۱۹، اُن تین آدمیوں کے حق میں اُتری ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بھی لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے اور وہ یہ ہیں (۱) زید بن عمرو بن نفیل (۲) ابوذر غفاری (۳) سلمان فارسی۔ پس اللہ کو وہ آدمی پسند ہے جو دل میں سننے کا حوصلہ رکھتا ہو اور دماغ میں حق و باطل کے پرکھنے کا ملکہ رکھتا ہو۔ اور اس کے بعد حق پسندی کے تقاضوں کے ماتحت باطل سے سبکدوش ہو کر حق کے ہم آغوش ہو جائے اور اس کے سزاوار وہ افراد ہیں جو دیدہ حق بین کے ساتھ ساتھ گوش حق نیوش بھی رکھنے والے ہوں اور ایسے لوگوں کو ہی خدا نے اولوالالباب یعنی دانشمند طبقہ قرار دیا ہے۔

هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ

عقلمند ہوتے ہیں کیا وہ جس پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا

الْعَذَابِ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿۲۰﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ

ہے کیا تو اُن کو آگ سے بچائے گا؟ لیکن وہ لوگ جو

اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَبْنِيَّةٌ

اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بنگلوں کے اوپر بنگلے بنائے جائیں گے جن

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَعْدَ اللَّهِ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ﴿۲۱﴾

کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ اللہ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا

غرف مبنیۃ ۔ تفسیر صافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت رسالت مآبؐ سے ان بنگلوں کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے یہ فرمایا اے علی اللہ نے اپنے دوستوں کے لئے جو عالی شان محلات و بنگلے تعمیر فرمائے ہیں وہ یاقوت و زبرجد اور موتیوں سے ہیں جن کی چھتوں پر سونے اور چاندی کی زیبائش ہے۔ ہر ہر محل کا ایک ایک ہزار دروازہ سنہری ہوگا جس پر ایک فرشتہ دربان ہوگا۔ اور ان کے فرش رنگ برنگے ریشمی اطلس و دیبا سے ہوں گے جن کے اندر مشک کا فور اور کستوری پنہاں ہوگی۔

ینابیع ۔ جس طرح زمین کے اُوپر دریا اور چشمے موجود ہیں اسی طرح زیر زمین بھی دریا و چشمے جاری ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بعض مقامات پر بہت گہرا گڑھا کھودنے کے باوجود بھی پانی نہیں نکلتا اور بعض مقامات پر بہت جلد نکل آتا ہے نیز بعض کنوؤں سے شیریں پانی اور بعض سے تلخ اور بعض سے خوش ذائقہ اور بعض سے بدذائقہ نکلتا ہے جس طرح کہ ظاہر زمین کے پانیوں میں اسی

Presented by www.ziaraat.com

قسم کا اختلاف ہے ہے۔ اور جس طرح آسمان وزمین گردش سے قائم ہیں اسی طرح ہوا اور پانی میں بھی گردش کا نظام قائم ہے چنانچہ ہوا ہر وقت متحرک رہتی ہے اور زمین وآسمان کے درمیان اس کی ہر طرف گردش جاری رہتی ہے۔ اور زمین پر بسنے والی مخلوق کی صحت وتندرستی کا راز اسی میں مضمر ہے نیز پانی کی گردش کا سلسلہ بھی متواتر قائم ودائم ہے۔ چنانچہ آسمان سے زمین پر برستا ہے کچھ زمین اپنے اندر جذب کرتی ہے جو دوسرے مقام پر چشمہ بن کر اُبلتا ہے اور جو زمین کے اُوپر رہتا ہے یا چشموں کے ذریعے نکلتا ہے وہ بخارات کے ذریعے سے بادلوں میں پہنچ کر پھر واپس بذریعہ بارش کے پلٹتا ہے اور یہ دَور ہمیشہ رہتا ہے۔ اور انسانی وحیوانی زندگی بلکہ پُوری زمینی آبادی کا دارومدار اسی گردش پر ہے اور زمین سے مختلف اقسام کی پیداوار اسی دَور گردش کے طریق پر ہے مثلاً گندم جو باجرہ جوار اور دیگر اجناس کو دیکھئے جو دانہ زمین میں پنہاں کیا جاتا ہے وہ انگوری بن کر نکلتا ہے پھر ترقی کرتے کرتے جب آخری منزل پر پہنچتا ہے تو خشک وزرد ہونا شروع ہوتا ہے۔ اور پک جانے کے بعد کاٹا جاتا ہے اور دانے اور بھوسہ الگ الگ کر لئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر سے نئے سرے سے وہی دانے زمین سے مل کر زمینی زندگی کی بقا کے ضامن بنتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پس اس کو چشموں کی صورت میں زمین

فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ

میں جاری کیا پھر اس کے ذریعے سے مختلف اقسام کی زراعت پیدا کرتا ہے پھر

يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

خشک ہوتی ہے کہ تم اس کو زرد دیکھتے ہو پھر اس کو ریزہ ریزہ کرتا ہے تحقیق اس میں نصیحت

لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ (۲۲) أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ

ہے ارباب دانش کے لئے کیا پس جس کا سینہ خدا اسلام کے لئے کھول دے پس

لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم

وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہو (اس کی طرح ہو سکتا ہے جو سخت دل ہو؟) ویل ہے ان کے لئے جن کے دل

وعلی هذا القیاس۔ رکوع ۶ ع۱۷

افمن شرح ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ شرح صدر کے تین اسباب ہیں

(۱) دلائل وبرہان کی مضبوطی اور یہ صرف علماء سے ہی مختص ہے

(۲) الطافِ خداوندی کا پے درپے نزول

(۳) دل سے ازالہ شبہات اور اس میں نیک خیالات کا ورود۔

Presented by www.ziaraat.com

پس جس انسان پر لطف خداوندی کی بارش ہو اور ادلہ قاطعہ کے ساتھ اس کا دل بھی نیک خیالات کے لئے پاکیزہ ظرف کی حیثیت رکھتا ہو تو وہ شخص اللہ کی جانب سے اپنے اندر ایک روشنی محسوس کرتا ہے پس وہ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارنے والا نہیں ہوتا۔ اور بروایت روضۃ الواعظین حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا ایسے شخص کی تین نشانیاں ہیں (۱) دار دنیا سے نفرت (۲) دار آخرت سے محبت (۳) موت کے لئے تیاری۔ لہٰذا ایسے شخص کا قیاس ان لوگوں پر نہیں کیا جاسکتا جن کے دل اللہ کے ذکر کو قبول نہیں کرتے۔ پس جس طرح یہ اللہ کے عطا کردہ نورانی راستہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اس کے برعکس وہ تاریکی میں حیران و سرگرداں رہتا ہے۔

مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ

ذکر خدا سے سخت ہیں ایسے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں اللہ نے اتاری اچھی بات

اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ

یعنی ایسی کتاب (جس کے مضامین) ایک دوسرے کے مشابہ اور بار بار ہیں جن کو سن کر

مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ

اللہ سے ڈرنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کے چمڑے اور

وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ

دل نرم ہو جاتے ہیں اللہ کا ذکر سننے کے لئے یہ اللہ کی ہدایت ہے جسے چاہے

اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

حدیث کا معنی بات ہے یعنی ویسے تو تمام انبیاء پر نازل ہونے والی کتابیں حدیث کہنے کے قابل ہیں لیکن قرآن مجید ان میں احسن الحدیث کا درجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ فصاحت و بلاغت اور اعجاز میں دوسری کوئی کتاب سماوی اس کے ہم پلہ نہیں ہے نیز اصول و عقائد اور اعمال و جملہ فروعات پر جس طرح قرآن مجید حاوی ہے یہ شرف کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ہے۔

كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا - یعنی قرآن کے مضمون مضبوطی و پختگی صداقت و متانت و فصاحت و بلاغت اور حقائق و دقائق کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ اس میں یہ فرق نہیں کہ اس کا کچھ حصہ فصیح اور دوسرا غیر فصیح ہو بلکہ سب کی سب ایک جیسی ہے۔

مَثَانِيَ - یعنی قرآن کے مضامین و قصص بار بار دہرائے گئے ہیں یا یہ کہ اس کی بار بار کی تلاوت ملول آور نہیں ہوتی۔

تَقْشَعِرُّ - یعنی اس کے مواعظ اور قیامت کے واقعات و حقائق سن کر خدا کا خوف رکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ثُمَّ تَلِيْنُ - یعنی دل میں خوف خدا رکھنے والوں کے سامنے جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو قیامت کا ذکر سن کر ان کے دل لرز جاتے ہیں۔ اور ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن جب خوشخبری جنت اور وعدہ بخشش

Presented by www.ziaraat.com

کی آیات سنتے ہیں تو ان کے دلوں میں اطمینان و سکون کی لہر دوڑ جاتی ہے چنانچہ حضور نبی اکرمؐ سے منقول ہے کہ جب خوفِ خدا سے کسی آدمی کے جسم کے بال کھڑے ہو جائیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے خشک پتے ہوا سے گرتے ہیں۔ گویا یہ اللہ کے اولیا کی نشانی ہے کہ خوفِ خدا سے لرز جائیں۔ اور ذکرِ خداوندی کے ساتھ ان کے دل مطمئن ہو جائیں نہ کہ آیاتِ قرآنیہ کو سن کر بیہوشی کی سی حالت پیدا ہو جائے یا حال آجائے بلکہ یہ مکار و عیار لوگوں کا طریقہ ہے۔

بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۴﴾

توفیق ہدایت بخشے اور جس کو وہ گمراہی میں چھوڑ دے اس کا کوئی ہادی نہیں ہو سکتا

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْۗءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ

کیا پس جو بچے اپنے منہ پر قیامت کا بدترین عذاب اور کہا جائے گا

لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۵﴾ كَذَّبَ

ظالموں کو کہ چکھو جو تم کسب کرتے تھے اس سے پہلے لوگوں

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

نے بھی جھٹلایا تو آیا ان پر عذاب اس جگہ سے کہ ان کو احساس شعور

يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ

نہ تھا پس چکھائی ان کو اللہ نے رسوائی دنیاوی زندگی میں اور

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ ۔ اس کا جواب محذوف ہے۔ یعنی کیا وہ شخص جو اپنے چہرے کے ذریعے عذابِ خداوندی کو دھکیلے یعنی عذاب اس کے منہ پر پڑ رہا ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو بالکل عذاب سے محفوظ ہو؟ چہرہ چونکہ تمام اعضا سے اشرف ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا ورنہ عذابِ خداوندی تو اس کے تمام جسم کو احاطہ میں لینے والا ہو گا اور ممکن ہے کہ اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالنے سے کنایہ ہو۔ یعنی جس کو اٹھا کر کے دوزخ میں ڈالا جائے وہ اس کی طرح کیسے ہو سکتا ہے جو عذاب سے بالکل محفوظ ہو؟

قِیْلَ ۔ یعنی ملائکہ جہنم ان کو خطاب کر کے کہیں گے کہ جو کچھ تم لوگ دنیا میں کرتے تھے اس کا مزہ چکھو۔

كَذَّبَ الَّذِيْنَ ۔ یہ حضورؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ قوم کی تکذیب صرف آپ سے مخصوص نہیں بلکہ آپ سے پہلے گذرنے والے انبیاء بھی اسی قسم کے واقعات سے دوچار رہے ہیں اور ان کو خیال تک نہ تھا کہ ہم عذاب کی گرفت میں آئیں گے۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ اچانک ان پر عذاب آگیا پس اسی طرح کفار مکہ بھی اچانک عذاب کی گرفت میں آجائیں گے۔

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۔ یعنی لوگوں کو سمجھانے اور عبرت دلانے کے لئے قرآن مجید میں ہر طرح کی مثالیں پیش کی گئی ہیں چنانچہ

Presented by www.ziaraat.com

گذشتہ اُمتوں کے واقعات ان کی تکذیب اور پھر مبتلائے عذاب ہونا یہ بھی موجودہ لوگوں کے سمجھانے اور ان کو عبرت دلانے کے لئے ہیں تاکہ نصیحت حاصل کرکے اپنی عاقبت سنوار سکیں۔

لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَلَقَدْ

البتہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کاش! وہ جانتے ہوتے اور تحقیق ہم نے

ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ

بیان کی لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال تاکہ وہ نصیحت حاصل

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٨﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ

کریں قرآن عربی ہر کجی وعیب سے پاک تاکہ وہ

يَتَّقُوْنَ ﴿٢٩﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ

ڈریں بیان کی اللہ نے مثال ایک (غلام) کی کہ اس میں کافی شریک ہیں

مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا

جو آپس میں مختلف ہیں اور ایک شخص (غلام) جو خالص صرف ایک کا ہے کیا یہ دونوں برابر ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ

مثال میں الحمدللہ بلکہ اکثر لوگ نہیں جانتے بے شک تو مرنیوالا ہے اور

اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿٣١﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣٢﴾

بے شک وہ بھی مرنیوالے ہیں پھر بے شک تم بروز قیامت اپنے پروردگار کے سامنے جھگڑا کروگے

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا۔ اس جگہ پھر دو غلاموں کی مثال پیش فرمائی ہے کہ ایک غلام وہ ہے جس کے مالک حصہ دار زیادہ ہیں۔ پس اس کو اطاعت و خوشامد سب کی کرنی پڑے گی اور سخت محنت و سختی میں اس کو رہنا پڑے گا لیکن جب اس کی مراعات کا وقت آئے گا تو ممکن ہے کہ اس کے سب آقا ایک دوسرے پر ٹال کر الگ ہو جائیں پس خدمت لینے کے لئے اور خدمت میں کوتاہی پر ناراض ہونے والے اور سزا دینے والے تو سب ہوں گے لیکن خدمت کا صلہ اور انعام دینے کے لئے ایک بھی آگے نہ بڑھے گا بلکہ ایکدوسرے پر ٹال دیں گے۔ اور اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا غلام ہو جس کا صرف ایک مالک ہو پس اس کو صرف ایک سردار کی خدمت کرنی پڑے گی اور ایک ہی سے انعام و اکرام حاصل کرنا پڑے گا۔ پس کفار و مشرکین جو بہت سے بتوں کی پوجا کرتے ہیں ان کے مقابلہ میں مومن و موحد کی وہی مثال ہے کہ کفار دنیا میں بھی بہت سے بتوں کی پوجا کرنے کے جھنجھٹ میں پھنسے ہوئے ہیں اور آخرت میں بھی ان کو کچھ نہ ملے گا۔ اور مومن دنیا میں صرف ایک خدا کی عبادت کرتا ہے اور آخرت میں بھی اُسی ایک

Presented by www.ziaraat.com

خدا کی طرف سے انعامات کا مستحق ہوگا۔

مُتَشَاكِسُوْنَ۔ تشاکس سے ہے جس کا معنی باہمی جھگڑا کرنا ہوتا ہے کیونکہ بہت سے مالکوں کی صورت میں جھگڑا کا ہونا ضروری ہے مثلاً ایک کی منشا کچھ ہوگی اور دوسرے کی کچھ اور ہوگی۔ پس ایک حکم دے گا تو دوسرا اس کی مخالفت کرے گا اور منع کرے گا اور ایسا غلام جو دو مالکوں کا ہو وہ سختی میں رہے گا۔

پارہ ۲۴

Presented by www.ziaraat.com

رکوع ۱

کَذَّبَ بِالصِّدْقِ۔ تفسیر برہان ، حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا سچ کی تکذیب کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں جناب رسالت مآبؐ کے فرمان کو جھٹلایا۔

جَآءَ بِالصِّدْقِ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جَآءَ بِالصِّدْقِ سے مراد حضرت رسالتمآبؐ ہے۔ اور صَدَّقَ بِہٖ سے مراد حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہے اور مجمع البیان میں حضرت ابن عباس سے بھی یہی قول مروی ہے اور حلیۃ الاولیاء سے بھی آیت مجیدہ کی یہی تفسیر منقول ہے اور علامہ حلی اعلی اللہ مقامہ نے اس آیت کو حضرت علی السلام کی خلافتِ بلافصل کی دلیل قرار دیا ہے۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ

پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو اللہ پر جھوٹ بولے اور سچ کو جھٹلائے جب کہ اس کے

إِذْ جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِي

پاس پہنچ جائے؟ کیا جہنم میں نہیں ٹھکانا کافروں کا؟ اور جو آیا

جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿٣٣﴾

سچ کو لے کر اور اس کی تصدیق کی ایسے لوگ ہی متقی ہیں

لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٤﴾

ان کے لئے ہے جو چاہیں اپنے رب کے پاس یہ احسان کرنے والوں کی جزا ہے

لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ

تاکہ دور کرے اللہ ان سے برائی اس کی جو کر چکے تھے اور ان کو نہایت

تنبیہ :- تفسیر مقتنیات الدرر میں ہے کہ مرجی فرقہ کے بعض اکابر نے اس آیت کے عموم سے یہ ثابت کیا ہے کہ نجات کے لئے صرف عقائد کی درستی کافی ہے اور اعمال صالحہ کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ آیت میں سچ کہنے اور سچ کی تصدیق کرنے والوں کو ہی متقی کہا گیا ہے اور صدق سے کلمۂ توحید و عقائد حقہ مراد ہیں اور انہی لوگوں کو اگلی آیت میں محسنین کہا گیا ہے۔ اور انہی کے متعلق فرمایا کہ عقائد حقہ کی تصدیق کی بدولت ان کے سب بدترین گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور نیک اعمال کی ان کو بہتر سے بہترین جزا دی جائے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جَآءَ بِالصِّدْقِ سے مراد عقائد حقہ کو لانا اور پیش کرنا ہے لیکن تصدیق ان کی جب ہی ہو سکتی ہے کہ ان کے مطابق اعمال و کردار کی اصلاح ہو۔ مثال کے طور پر اگر اعتقادی طور پر موحد ہو لیکن عملی طور پر اس کا رویہ مشرکانہ ہو یا اعتقادی طور پر رسول اللہ کی نبوت کا قائل ہو

لیکن مقام عمل میں اگر ان کے متن کا مخالف ہو تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کی زبان حق کہتی ہے لیکن وہ خود اپنے اعمال سے حق کی تصدیق نہیں کرتا پس متقی و محسن وہ لوگ ہیں جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرنے والا ہو۔

أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٣٦﴾ أَلَيْسَ اللَّهُ

اچھا بدلہ دے اس کا جو وہ کرتے ہیں — کیا نہیں اللہ

بِكَافٍ عَبْدَهُ ۖ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِن دُونِهِ ۚ وَمَن

کافی اپنے بندے کو ؟ اور تجھے وہ ڈراتے ہیں ان سے جو اس سے کم ہیں — اور جس کو

يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٣٧﴾ وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ

اللہ گمراہی میں ڈال دے تو اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا — اور جس کو اللہ توفیق ہدایت دے تو اس کو

مِن مُّضِلٍّ ۗ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انتِقَامٍ ﴿٣٨﴾ وَلَئِن

کوئی گمراہ نہیں کر سکتا — کیا نہیں اللہ غالب بدلہ لینے والا ؟ — اور اگر ان سے

سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ

سوال کرو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ؟ — تو کہیں گے کہ

اللَّهُ ۚ قُلْ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ إِنْ

اللہ نے — کہدو کیا رائے ہے جس کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو

أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ

اگر اللہ مجھے تکلیف دینا چاہے تو کیا وہ اس کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر لینگے ؟ یا

وَيُخَوِّفُونَكَ ۔ کفار مکہ حضرت نبی اکرمؐ کو بتوں سے ڈراتے تھے کہ آپ چونکہ ان کی مخالفت کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو نقصان دے دیں اللہ ان کی تردید میں فرماتا ہے کہ میں خود اپنے بندے کو کافی ہوں اور جب اللہ کافی ہو تو کوئی شے ضرر پہنچا ہی نہیں سکتی۔

لَئِن سَأَلْتَهُم ۔ یعنی اگر کفار مکہ سے پوچھا جائے کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے تو صاف کہتے ہیں کہ ان کا خالق اللہ ہے لیکن باوجود اس کے پھر سو رنے پکارنے اور پوجا کرنے میں اللہ کو چھوڑ کر ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور اگر خدا کوئی مصیبت دور کرتا یا نعمت نازل کرتا تو بجائے خدا کے ان بتوں کا شکریہ ادا کرتے اور ان کی طرف اس کی نسبت دے دیتے تھے اور با ایں ہمہ یہ بھی کہتے تھے کہ ان کو وسیلہ قرار دیتے ہوئے ہم ان کی پرستش کرتے ہیں۔

يَا قَوْمِ ۔ یعنی ان کو چیلنج کرو کہ بے شک تم مجھے تکلیف دینے میں کوئی میری رعایت نہ کرو اور اپنے امکان کے مطابق میری مخالفت کرو۔ اور میں بھی اپنی امکانی کوششوں سے کلمہ حق کی تبلیغ کرتا رہوں گا۔ اور جو بھی نتیجہ ہوگا سامنے آ

Presented by www.ziaraat.com

جائے گا کہ ناجی کون ہے اور گرفتارِ عذاب کون ہے؟

روح اور نفس رکوع نمبر ۲ ۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بنی آدم میں ایک نفس اور ایک روح ہوتا ہے اور ان دونوں کے درمیان سورج کی شعاع کی طرح رابطہ قائم ہوتا ہے عقل اور تمیز کا تعلق نفس سے ہے اور سانس و حرکت کا تعلق روح سے ہے جب انسان سوجاتا ہے تو انسان کے نفس کو قبض کر لیا جاتا ہے اور روح کو قبض نہیں کیا جاتا لیکن جب مرتا ہے تو نفس اور روح دونوں کو قبض کر لیا جاتا ہے ۔ اور بروایت عیاشی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہر سونے والے کا نفس آسمان کی طرف پرواز کر جاتا ہے ۔ اور اس کی روح اس کے بدن میں موجود رہتی ہے ۔ اور نفس اور روح کے درمیان اس طرح رابطہ قائم رہتا ہے جس طرح سورج کو اپنی شعاع سے ۔ پس اگر اس کے متعلق موت کا فیصلہ ہو جائے اور خداوند کریم روح کے قبض کی اجازت دے دے

اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ

اگر وہ رحم کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک لیں گے ؟ کہہ دو مجھے اللہ کافی

اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۳۹ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا

ہے بھروسہ کرنے والے اس پر ہی بھروسہ کرتے ہیں کہہ دو اے قوم عمل کرو اپنے

عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۴۰ مَنْ

امکان کے مطابق میں بھی عمل کرتا ہوں پس عنقریب جان لو گے کہ کس

يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۴۱

پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب اترتا ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ

ہم نے تجھ پر اتاری کتاب لوگوں کے لئے حق کے ساتھ پس جو ہدایت

اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ

پا جائے تو وہ اپنے لئے ہے اور جو گمراہ ہو تو اپنے لئے ہوگا

تو روح نفس کی طرف چلی جاتی ہے ۔ اور اگر اس کی موت نہ ہو تو نفس روح کی طرف پلٹ کر واپس آجاتا ہے چنانچہ آپ نے یہی آیت مجیدہ پڑھی ۔ پس نفس جو کچھ ملکوت سماوات میں دیکھے تو اس کی تاویل ہوا کرتی ہے ۔ اور جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان دیکھے وہ شیطانی وسوسے ہوا کرتے ہیں اور ان کی تاویل نہیں ہوتی یعنی بعض خیالاتِ فاسدہ کی بدولت یا پیٹ بھر کر سونے کی وجہ سے جو خواب آیا کرتے ہیں ان کا تعلق بدن سے ہوا کرتا ہے جو سفلی مخلوق ہے لہذا اس کی تعبیر اور تاویل تلاش کرنے کی ضرورت

Presented by www.ziaraat.com

نہیں ہوتی بلکہ وہ محض وساوس شیطانی کی بنا پر ہوتے ہیں۔ اور باطہارت سونے والے انسان کو کھانا ہضم ہوجانے کے بعد جو خواب آتے ہیں اُن کا تعلّق روحانیات سے ہوتا ہے لہذا اُن کی تعبیر و تاویل ہوا کرتی ہے ۔ چنانچہ تفسیر کی جلد اول میں یا علی مدد کے عنوان کے ماتحت حضرت پیغمبر کی احادیث نقل کی جاچکی ہیں کہ مومن کا خواب نبوت کا ۱/۴۶ حصہ ہوا کرتا ہے ۔ پس آیت مجیدہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ موت کے وقت بھی نفسوں کو لے لیتا ہے اور نیند کے وقت بھی لے لیتا ہے لیکن جن کو موت کے وقت لیتا ہے اُن کو واپس پلٹنے کی اجازت نہیں دیتا اور جن کو نیند کے وقت لیتا ہے اُن کو ایک مدت مقررہ تک کے لئے واپس جسم کی طرف بھیج دیتا ہے اور نفس انسانی ایک تاباں و درخشاں جوہر ہے جو روحانیت کی قسم سے ہے اور عناصر کی سنخ سے نہیں ہے جب اس کا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا ہے تو تمام اعضا میں اس کی روشنی پھیل جاتی ہے اور اس کا نام زندگی ہے پس موت کے ذریعہ سے جب اسکا کنکشن بدن سے توڑ دیا جاتا ہے تو اس کی روشنی بدن کے ظاہر و باطن سے بالکل ختم ہو جاتی ہے لیکن جب اس پر نیند طاری ہوجائے تو حواس خمسہ سے اس کی روشنی چلی جاتی ہے۔

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (۴۲) اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ

اور تو ان پر وکیل نہیں ہے اللہ پورا لے لیتا ہے نفسوں کو

حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ

بوقتِ موت اور جو نہیں مرا (اُسے لے لیتا ہے) نیند میں پس روک لیتا ہے

الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ

اس کو جس پر موت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور بھیج دیتا ہے دوسرے کو ایک مقررہ وقت تک

مُّسَمًّى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (۴۳)

کے لئے تحقیق اس میں ہیں نشانیاں اس قوم کے لئے جو سوچیں

البتہ بدن کے باطن حصہ میں اس کی روشنی بحال رہتی ہے پس موت اور نیند میں قدرے مشابہت ہے۔ نیز روح اور نفس دونو کا ایک دوسرے پر بھی اطلاق ہوا کرتا ہے۔ گویا انسان میں ایک روحِ حیات ہے جس کا تعلق صرف بدن سے ہے۔ اور ایک رُوحِ علم ہے جس کا تعلّق بدن میں صرف حواس ظاہرہ اور قوائے عاقلہ سے ہے پس خواب کی حالت میں روح علم بدن سے الگ ہو جاتی ہے۔ اور رُوحِ حیات باقی رہتی ہے اور ان دونو کے درمیان ایک لطیف سا ربط باقی رہتا ہے چنانچہ روح علم کی اطراف عالم میں سیر رُوحِ حیات سے بھی کسی حد تک منسلک رہتی ہے جس کی بدولت اُن واقعات وحقائق کو جو خواب میں نظر آتے ہیں اگرچہ وہ ایک جسم مثالی کے پنجرے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اس حقیقی جسم کی طرف بھی ان کو منسوب کرنا غلط نہیں کہا جاسکتا پس موت دنیاوی تعلقات سے انسان کو مکمل طور پر منقطع اور الگ کردیتی ہے۔ اور نیند میں یہ انقطاع ناقص اور ادھورا ہوتا ہے اسی بنا پر کہا جاتا

Presented by www.ziaraat.com

ہے کہ نیند موت کی بہن ہے اس کے بعد ارشادِ قدرت ہے کہ نیند اور موت کے درمیان کا فرق اور رُوحِ علم اور رُوحِ حیات کا باہمی رابطہ اربابِ فکر اور صاحبانِ عقل و دانش کے لئے توحیدِ پروردگار اور اس کی قدرت و حکمت کی بہترین دلیل ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا - جب کفار نے اپنی بُت پرستی کے جواز کا یہ عذر بار و پیش کیا کہ ہم ان بتوں کو مستقل الٰہ سمجھ کر ان کی عبادت نہیں کرتے بلکہ یہ چونکہ برگزیدگانِ خدا کی تصویریں اور مورتیں ہیں پس ان کی پوجا صرف اس بنا پر کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے سامنے ہمارے شفیع ہوں گے تو ان کی تردید میں یہ آیت اُتری ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے اذن کے بغیر ان بتوں کو شفیع بنا رکھا ہے مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے مراد مِنْ دُوْنِ اِذْنِ اللّٰہِ ہے اور اَمْ بَلْ کے معنی میں ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا

کیا انہوں نے بنا لئے اللہ کے علاوہ (معبود) شفاعت کرنے والے کہدو اگر وہ نہ مالک ہوں (شفاعت

يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔـا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٤﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ

میں سے) کچھ بھی اور نہ وہ عقل رکھتے ہوں ؟ کہدو اللہ کے لئے اذنِ شفاعت ہے مکمل طور پر

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٤٥﴾

آسمانوں اور زمین کا ملک اسی کا ہی ہے پھر اُسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا

اور جب نام لیا جائے اللہ اکیلے کا تو گھٹتے ہیں دل ان لوگوں کے جو

قُلْ اَوَلَوْ - یعنی ان مشرکوں سے کہو کہ جب وہ کسی شے کے مالک نہ ہوں گے اور نہ اُن میں کچھ سمجھ بوجھ ہے تو ایسی حالت میں وہ تمہاری شفاعت کیونکر کر سکیں گے ؟ مقصد یہ ہے کہ ایک تو وہ بے جان پتھر ہیں جو ادراک و شعور سے خالی ہیں اور دوسرے [illegible] عت کا حق نہیں رکھتے پھر یہ لوگ سے شفاعت کی اُمید کس بنا پر کرتے ہیں - یہ استفہامِ انکاری کے رنگ میں مشرکین کے لئے دعوتِ فکر ہے۔

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ - یعنی شفاعت کی اجازت دینے کا حق صرف اللہ کو ہی حاصل ہے کیونکہ وہ تمام کائنات میں تصرف کرنے کا واحد مالک ہے پس شفیع ہر وہ نہیں ہو سکتا جس کو لوگ شفیع سمجھ بیٹھیں بلکہ شفاعت کا حق وہی رکھے گا جس کو اللہ کی جانب سے شفاعت کی اجازت مل جائے اور چونکہ اللہ نے ان بُتوں کو اذنِ شفاعت نہیں دیا لہٰذا ان کو شفیع قرار دے کر ان کی عبادت کرنا بھی بالکل لغو اور باطل ہے۔

مشرکین کے رویے کی مذمت

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ - اگرچہ مشرکین ظاہر یہ کرتے تھے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں اور بتوں کی پرستش صرف ان کو وسیلہ قرار دے کر کرتے ہیں تاکہ ان کی وجہ سے ہمیں اللہ کا قرب نصیب ہو لیکن مقامِ عمل میں ان کے جھوٹ کی قلعی کھل جاتی ہے چنانچہ جب بھی ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جائے یا

Presented by www.ziaraat.com

کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھا جائے تو ان کے تیور بدل جاتے ہیں ۔ اور غصے سے لال پیلے ہونے لگتے ہیں حالانکہ اگر واقعی طور پر وہ اللہ کو الٰہ حقیقی مانتے ہوتے اور بتوں کو وسیلہ قرار دیتے ہوتے تو کلمہ توحید سن کر گھٹن محسوس نہ کرتے بلکہ خوش ہوتے اور پھر ان کے سامنے جب بتوں کا تذکرہ ہو تو خوشی سے پھولے نہیں سماتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بتوں کو خدا کے ساتھ برابر کا شریک مانتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ دفع مصیبت یا طلب حاجت کے لئے خدا کو پکارتے ہیں لیکن جب خدا ان کی مصیبت کو دفع کرتا ہے یا ان کی حاجت کو پورا کرتا ہے تو بجائے اس کے کہ اللہ کا شکر کرتے وہ بتوں کے سامنے نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں اور مشکل کشائی وحاجت روائی کو بھی انہی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بلا مبالغہ آج کل کی پیر پرستی سابق مشرکین کی بت پرستی سے کم نہیں ہے اور یہ وبا مسلمانوں کے ہر فرقے میں موجود ہے ——

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ

ایمان نہیں رکھتے قیامت پر اور جب نام لیا جائے ان کا جو اس کے علاوہ ہیں تو وہی لوگ خوش ہوتے

يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٦﴾ قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

ہیں کہہ دے کہ اے اللہ پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا جاننے

عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ

والا غیب اور شہادت کا تو فیصلہ کرے گا اپنے بندوں کے درمیان

فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٤٧﴾ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا

جس چیز میں وہ اختلاف رکھتے ہیں اور اگر تحقیق ظلم کرنے والوں کے لئے

مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِن

ہو جاتا جو کچھ زمین میں ہے سب اور اس جتنا اس کے ساتھ اور بھی مل جائے تو سب کچھ قیامت کے

سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَبَدَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مَا لَمْ

دن کے سخت عذاب سے بچنے کے لئے بطور فدیہ پیش کرتے اور ظاہر ہو گا ان کے لئے اللہ کی

کہ ظاہراً اگرچہ اپنے پیروں اور بزرگوں کو اولیاء اللہ کا لقب دے کر بارگاہ خداوندی میں ان کو وسیلہ قرار دیتے ہیں لیکن مقام عمل میں اللہ کو یکسر بھول جاتے ہیں ۔ چنانچہ اللہ کا نام سن کر ان کو اس قدر خوشی محسوس نہیں ہوتی جس قدر اپنے پیر و مرشد کے نام سے ان کو سرور محسوس ہوتا ہے حتیٰ کہ بچوں کے نام رکھنے میں بھی اللہ کی عبدیت کے بجائے ایسا نام تجویز کرتے ہیں جس میں اپنے پیر کی عبدیت[1] ظاہر ہو ۔ اور دعا مانگنے میں اگرچہ اللہ کو خطاب کرتے ہیں لیکن جب مشکل کشائی ہو جائے تو اس کی نسبت اللہ کی طرف دینے کی بجائے اپنے پیر کی طرف دیتے ہیں اور اللہ کا شکر کرنے کی بجائے اپنے پیر کو نذرانوں سے نوازتے ہیں حالانکہ مشرکین مکہ کے سابق مذموم رویے اور موجودہ نام نہاد مسلمانوں کے رویے میں ذرہ بھر فرق نہیں

[1] بہتر نام وہ ہے جس میں اللہ کی عبدیت کا اظہار ہو جس طرح عبداللہ وغیرہ اور اس کے بعد انبیاء یا آئمہ طاہرین کے ناموں میں سے کوئی نام تجویز کرنا مستحب ہے (منہ)

Presented by www.ziaraat.com

ہے اور جو بھی ان کو اس غلط رویے سے روکنے یا غلطی پر متوجہ کرنے کی جرأت کرے تو فوراً اُسے وہابی اور دشمن اسلام کہہ کر اپنا دل بہلا لیتے ہیں۔ خدا اُن کو سمجھنے کی توفیق دے۔ اور محمد و آلِ محمد علیہم السّلام کی صحیح تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت فرمائے۔

یَکُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا

طرف سے جس کا وہ گمان بھی نہ کرتے ہونگے اور ظاہر ہوگی ان کے سامنے برائی اس کی جو انہوں نے کمایا

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِذَا مَسَّ

اور آگھیرا ان پر (وبال اس کا) جو وہ مسخری کرتے تھے پس جب چھوئے

الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ

انسان کو تکلیف تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب اس کو عطا کریں نعمت اپنی طرف سے تو کہتا ہے

اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

یہ تو مجھے اپنے علم کی بدولت ملی ہے بلکہ یہ آزمائش ہے لیکن اکثر نہیں

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ

جانتے تحقیق ایسا ہی کہا ان لوگوں نے جو پہلے تھے پس نہ

اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاَصَابَهُمْ

بچایا ان کو اس نے جو کماتے تھے پس پہنچی ان کو برائی

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ

اپنی کمائی کی اور ان لوگوں میں سے بھی جو ظلم کرتے ہیں ان کو بھی

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ۔ خداوند کریم نے کفرانِ نعمت میں افراط و تفریط کے دونو طریقوں کی مذمت فرمائی ہے پہلے افراط والوں کی مذمت تھی کہ اللہ ان کو نعمت دے تو اللہ کا شکر ادا کرنے اور اس کا ذکر کرنے کے بجائے اس کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اس آیت میں تفریط والوں کی مذمت ہے کہ مشکل و مصیبت کے وقت اللہ کو پکارتے ہیں لیکن جب اللہ اُن کی سُن لے اور ان پر احسان فرمائے تو اُن کا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ یہ نعمت ہمارے اپنے علم وفن اور جدوجہد کی بدولت ہمیں نصیب ہوئی ہے یعنی اس کو اپنی کمائی اور محنت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور اللہ کا شکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اللہ فرماتا ہے یہ آزمائش ہے اور اس قسم کے کلمات ان سے پہلے قارون اور اس جیسے دوسرے ناشکرگذار لوگوں نے کہے تھے جن کو اپنے ظلم کی سزا بھگتنی پڑی اور ان لوگوں کو بھی ضرور اس کی سزا ملے گی اور یہ لوگ نہ خدا سے بھاگ سکتے ہیں اور نہ اس کو عاجز کر سکتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ - جو لوگ رزق کی فراوانی کو اپنے اولیاء اور پیروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اُن کی تردید ہے کہ رزق کو وسیع کرنا یا تنگ کرنا اللہ کے اپنے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور جو لوگ محمد و آل محمد علیہم السلام کو قسیم الرزق کا درجہ دیتے ہیں آیت مجیدہ میں اس عقیدہ کو بھی باطل قرار دیا گیا ہے اور ہم نے اس موضوع کو اس سے پہلے کئی مقامات پر واضح کیا ہے اور کتاب لمعۃ الانوار میں بھی اس پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

بخشش کی اُمید

رکوع ۳

قُلْ یٰعِبَادِیَ - حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ قرآن مجید میں اس سے زیادہ اُمید افزا بخشش کے لئے اور کوئی دوسری آیت نہیں ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت حمزہ کے قاتل وحشی کے لئے اُتری کہ وہ اسلام کو قبول کرنے کا ارادہ کرتا تھا لیکن توبہ کے قبول ہونے سے ڈرتا تھا پس جب یہ آیت اُتری تو اس کو تسلی ہوئی اور مسلمان ہو گیا لیکن

سَیُصِیْبُهُمْ سَیِّاٰتُ مَا کَسَبُوْا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۵۲﴾

اپنی کمائی کی برائی پہنچے گی اور یہ عاجز کرنے والے نہیں (خدا کو)

اَوَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ

کیا یہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ پھیلاتا ہے رزق کو جس کے لئے چاہے اور تنگی بھی دیتا ہے

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ یٰعِبَادِیَ

تحقیق اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو ایمان لاتی ہے کہدو اے میرے وہ

الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

بندے جو اپنے نفسوں پر زیادتی کر چکے ہیں نہ مایوس ہو اللہ کی رحمت سے

اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۴﴾

تحقیق اللہ سب گناہ بخشتا ہے بے شک وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے

وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ

اور رجوع کرو اپنے رب کی طرف اور جھک جاؤ اس کے لئے اس سے پہلے کہ تم پر عذاب

اس پر اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ یہ آیت مکیہ ہے۔ اور حضرت حمزہ کے قاتل کے اسلام کا واقعہ ہجرت کے بہت بعد کا ہے لیکن اس کا حل یہ ہو سکتا ہے کہ آیت اگرچہ پہلے اتری تھی لیکن حمزہ کے قاتل کے کانوں تک نہ پہنچ سکی پس جب اس نے یہ آیت سنی تو بلا تاخیر کلمہ اسلام زبان پر جاری کر کے مسلمان ہو گیا۔ اور آیت مجیدہ کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ ہر قسم کا گناہ قابل بخشش ہے پس جو توبہ کر کے مرے اس کے گناہ تو یقیناً بخشے جاتے ہیں لیکن اگر کوئی توبہ کے بغیر مر جائے تو اللہ کی

Presented by www.ziaraat.com

مشیت جو ہو گی اسی پر فیصلہ ہو گا اگر چاہے تو اس کو سزا دے اور یہ اس کا عدل ہے اور اگر چاہے تو معاف کر دے اور یہ اس کا فضل ہے۔ اور تفسیر قمی سے منقول ہے کہ یہ آیت شیعانِ علی کے حق میں اُتری ہے (تفسیر صافی)

جَنْبِ اللّٰہِ۔ تفسیر صافی میں امام موسٰے کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جنب اللہ سے مراد حضرت علی علیہ السّلام اور پیچھے بعد دیگرے ان کی اولاد طاہرین ہے۔ اور اسی مضمون کی روایات معصومین علیہم السّلام سے بکثرت وارد ہیں چنانچہ بروایت کافی

اَلْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ

آجائے پھر نہ مدد کئے جاؤ گے ۔ اور اتباع کرو اُن اچھے احکام کی جو تم پر تمہارے

اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ

رب کی طرف سے اُتارے گئے پہلے اس سے کہ تم پر عذاب آجائے

بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ

اچانک اور تم کو پتہ بھی نہ ہو ۔ (ڈرو ایسا نہ ہو کہ پھر) کہتا رہے نفس ہائے ارمان

يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ

اُس پر جو میں نے اللہ کے حکم میں کوتاہی کی ۔ اور میں مسخری کرنیوالوں

لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ

میں سے تھا ۔ یا یہ کہتا رہے اگر اللہ نے مجھے ہدایت کی تو میں متقی

مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۸﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ

ہو جاتا ۔ یا یہ کہے جب دیکھے عذاب کو کہ کاش میرے لئے

لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۹﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ

ایک بار پلٹنا ہوتا تو میں نیکوں میں سے ہو جاتا ۔ ہاں بے شک تجھ تک

حضرت امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں عین اللہ ہوں میں جنب اللہ ہوں اور میں باب اللہ ہوں۔ پس آیت کی ظاہری تفسیر وہ ہے جو تحت اللفظ ترجمہ سے ظاہر ہے اور یہ باطنی تفسیر ہے جو قیامت تک جاری و ساری ہے۔

اللہ پر جھوٹ بولنے کی سزا

كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ ۔ تفسیر مجمع البیان میں بروایت خیثمہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص ہماری طرف نسبت دے کہ جو بات کرے گا ہم اس سے اس کی جواب طلبی کریں گے جس نے سچی نسبت دی گویا کہ اُس نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سچی نسبت دی اور جس نے جھوٹ کہا گویا کہ اُس نے اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھا کیونکہ ہم کسی اور کی طرف

Presented by www.ziaraat.com

بات کو منسوب نہیں کرتے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا اور اللہ کے رسول نے فرمایا اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور خیثمہ نے اپنے کانوں کو پکڑ کر کہا یہ بہرے ہو جائیں اگر میں نے ایسا نہ سنا ہو۔ اور دوسری روایت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت مجیدہ ہر اس شخص کے متعلق وارد ہوئی ہے جو ناحق طور پر امامت کا دعوےٰ کرے۔ انتہی

اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۰﴾

میری نشانیاں پہنچیں تو تو نے جھٹلایا ان کو اور تو نے تکبر کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے تھا

وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ

اور تو بروز قیامت دیکھے گا جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا ان کے چہرے سیاہ

مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۶۱﴾ وَ

ہوں گے کیا نہیں ہے دوزخ میں ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا ؟ اور

یُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا یَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا

نجات دے گا اللہ ان کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ساتھ انکی کامیابی کے کہ نہ چھوئے گی انکو برائی اور نہ

هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۫ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

وہ غمناک ہوں گے اللہ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہ ہر شئے پر

وَّكِیْلٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا

نگران ہے اسی کے لئے ہیں چابیاں آسمانوں اور زمین کی اور جن لوگوں نے کفر

بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۴﴾

کیا اللہ کی نشانیوں کا وہ خسارہ پانے والے ہوں گے

پس بروز قیامت وہ روسیاہ ہو کر اُٹھے گا اور سابقہ آیات میں بھی ان ہی کے متعلق ہے کہ بروز محشر حسرت و ارمان سے کہیں گے ہائے ہم نے جنب اللہ کے متعلق کوتاہی نہ کی ہوتی۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ تفسیر برہان میں بروایت ابن بابویہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے جب کہ آپ کے پاس غلام نے آپ سے تفویض کا معنی پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ خدا نے اپنے رسول کو دین کا معاملہ سپرد فرمایا اور لوگوں کو خطاب فرمایا کہ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۔ الخ۔ لیکن خلق و رزق کا معاملہ تو اس نے رسول کو تفویض نہیں فرمایا بلکہ خدا خود فرماتا ہے اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۔ یعنی اللہ خود ہی ہر شئے کے پیدا کرنے والا ہے ۔ الخ۔

Presented by www.ziaraat.com

رکوع ۴

اَفَغَیْرَ اللّٰہِ۔ غیر منصوب ہے۔ اَعْبُدُ کا مفعول ہے اور تَاْمُرُوْنِّیْ درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ کفار مکہ نے حضرت ابوطالب سے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ اپنے بھتیجے سے کہو وہ ہمارے خداؤں کو برا نہ کہے۔ یعنی ان کو ہمارے احترام کی وجہ سے محترم سمجھے تو یہ آیت ان کے مقولہ کی تردید ہے۔

لَئِنْ اَشْرَکْتَ۔ خطاب حضور سے ہے اور مراد امت ہے۔ یعنی جو بھی شرک کرے اس کے اعمال برباد اور بیکار ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ انبیا علیہم السلام جب معصوم ہوتے ہیں اور ان سے شرک سرزد ہو ہی نہیں سکتا تو ان کی طرف شرک کی نسبت کیوں دی گئی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جزا کو حتمی اور اہم ثابت کرنے کے لئے غیر ممکن شرط پر اسے مترتب کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر آسمانوں اور زمین میں اللہ کے علاوہ اور خدا بھی ہوتے تو نظام فاسد ہو جاتا لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا یا جس طرح کہا جائے اگر گھوڑے کو پر لگ جائیں تو وہ اڑنے لگ جائیگا۔ پس یہاں بھی اسی طرح مطلب کو واضح کیا گیا ہے کہ شرک اعمال کی صحت کے منافی ہے حتیٰ کہ اگر آپ بھی شرک کریں تو آپ کے اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے۔

قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَاْمُرُوْنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّھَا الْجٰھِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَقَدْ

کیا پس غیر اللہ کی کہتے ہو کہ میں عبادت کروں اے جاہلو! اور تحقیق

اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ

وحی کی گئی تجھ پر اور ان پر جو تجھ سے پہلے تھے اگر تو نے شرک کیا

لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۶﴾ بَلِ

تو تیرے عمل برباد ہو جائیں گے اور ضرور خسارہ پانیوالوں میں سے ہو جائیگا بلکہ صرف

اللّٰہَ فَاعْبُدْ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَا

اللہ کی عبادت کر اور شکر گذاروں میں سے ہو جا اور نہیں

حبط اور ضبط میں فرق

مذہب شیعہ کے اصول کے مطابق ضبطِ اعمال ظلم ہے اور خدا اس سے پاک و منزہ ہے اور حبطِ اعمال ظلم نہیں بلکہ جائز اور مطابق عدل ہے۔ ضبطِ عمل یہ ہے کہ کسی کا عمل شرائطِ صحت کے مطابق ہو لیکن کسی دوسری غلطی کی وجہ سے بطورِ سزا کے اس کو صحیح عمل کی جزا سے بھی محروم کیا جائے مثلاً ایک شخص کی نماز صحیح ہے لیکن اس سے کوئی دوسرا گناہ سرزد ہو گیا پس اس گناہ کی سزا میں اس کو نماز کے اجر سے محروم کرنا ضبط عمل ہے۔ اور یہ ظلم اور ناجائز ہے۔ اور حبط عمل یہ ہے کہ عمل میں وہ شرط نہ پائی جائے جس کی بدولت وہ اجر کے قابل بنتا ہے پس عدمِ شرط کی وجہ سے اس کو اجر سے محروم کیا جائے مثلاً ایک شخص نے نماز پڑھی لیکن نماز کی مقبولیت کی شرط یہ ہے کہ اس کی نماز ریاکارانہ طور پر نہ ہو پس اگر ریاکاری کرے گا تو اس کو نماز کے اجر سے محروم کر دیا جائے اور یہ حبط عمل ہے۔ آیت مجیدہ میں اعمال کی مقبولیت کی شرط

Presented by www.ziaraat.com

یہ قرار دی گئی ہے کہ عمل کرنے والا مشرک نہ ہو پس اگر کوئی شخص شرک کا مرتکب ہوگا تو اس کے جملہ اعمال اس کے شرک کی وجہ سے قابل اجر و جزا نہ رہیں گے اور حبط ہو جائیں گے اور یہ چیز خلافِ عدل نہیں ہے۔ اور اس کی مزید وضاحت ہم مقدمۂ تفسیر میں کر چکے ہیں۔ اور نیز ہماری کتاب عقائد لمعۃ الانوار میں بھی اس موضوع پر بحث کی جا چکی ہے۔

نفخ صور

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ - غالباً سابقہ زمانے میں سیٹی یا وصل کے طور پر ایک سینگ کی قسم کا آلہ ہوتا تھا جس کو صور کہا جاتا تھا جو پھونک مارنے سے آواز پیدا کرتا تھا اور قافلہ کے کوچ یا قیام کے لئے سالارِ قافلہ اس کو استعمال کرتا تھا جسے نفخ صور کہتے تھے یا اس کے متبادل طبل بجا دیا کرتا تھا تاکہ ہر فرد کو مقصد سے بروقت انتباہ کیا جا سکے اسی مناسبت سے قیامت صغریٰ اور قیامت کبریٰ کے لئے خدا کی جانب سے کئے جانے والے اعلان کو نفخ صور سے تعبیر کیا جاتا ہے اب یہ معلوم کرنا کہ اس کی نوعیت کیا ہوگی اس کو خدا بہتر جانتا ہے۔ بہرکیف نفخ صور (اعلانِ عام کرنے) پر مامور فرشتے کا نام اسرافیل ہے۔ اور وہ صرف اسی غرض کے لئے ہی ہر وقت چاق و چوبند ہے اور یہ نفخ صور خواہ اس کا طریق کار جو بھی ہو جب

قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

انہوں نے اللہ کی قدر کی جس طرح قدر کا حق تھا حالانکہ زمین ساری بروز قیامت اس کے قبضہ میں ہوگی

وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

اور آسمان اسی کے ہی قبضہ قدرت میں سمٹے ہوئے ہیں وہ منزہ اور بلند ہے اس سے جو یہ لوگ شرک کرتے

۶۸ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ

ہیں اور پھونکا جائیگا صور پس مرجائیں گے سو جو بھی آسمانوں اور جو بھی

فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ

زمین میں ہیں سوائے اُن کے جو اللہ چاہے پھر دوبارہ پھونکا جائیگا تو وہ (سب دوبارہ زندہ ہو کر)

قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۶۹ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ

کھڑے ہوئے (فیصلہ کے) منتظر ہوں گے اور چمکے گی زمین اپنے رب کے نور سے اور

پہلی دفعہ ہوگا تو آسمان و زمین کی تمام مخلوق اس کی بدولت عروسِ موت سے ہمکنار ہو کر وادیٔ فنا میں پہنچ جائے گی اور اس کے بعد پھر دوبارہ نفخ صور ہوگا اور سب مخلوق دوبارہ زندہ ہو کر حساب کے لئے دربار پروردگار میں محشور ہو جائے گی۔ اور دونو صوروں کے درمیان بعض اقوال کی روشنی میں چالیس برس کا فاصلہ ہوگا۔

اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ - یعنی پہلے نفخ صور سے تمام ذی روح مرجائیں گے لیکن چند وہ افراد جو مشیت پروردگار میں مستثنیٰ ہیں ان پر موت نہ آئے گی۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ جبرئیل میکائیل اسرافیل اور ملک الموت ہوں گے اور بعض کے نزدیک

Presented by www.ziaraat.com

راہ خدا میں شہید ہونے والے صدر اول کی موت سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے ہیں۔

قیامت صغریٰ

تفسیر برہان میں منقول ہے کہ اسرافیل کے پاس جو صور ہے اس کے دو رُخ ہیں ایک آسمان کی طرف اور دوسرا زمین کی طرف ہے۔ پس جب حکم پروردگار سے زمین کی طرف روانہ ہوگا تو فرشتے دیکھتے ہی جان لیں گے کہ اب اہل سما و اہل ارض کی موت کا وقت آگیا ہے۔ اور جب بیت المقدس سے کعبہ کی طرف رُخ کرے گا تو زمین والے بھی سمجھ جائیں گے کہ اب ہر ایک کی موت کا وقت آپہنچا ہے۔ چنانچہ پہلی دفعہ نفخ صور ہوگا تو اس کا رُخ زمین کی طرف ہوگا۔ اور تمام ذی روح مر جائیں گے اور پھر اُس کا رُخ آسمان کی طرف کرے گا اور تمام آسمانی مخلوق لقمۂ اجل ہو جائے گی اور امر پروردگار سے خود اسرافیل بھی مر جائے گا۔ پس ایک وقت تک سناٹا چھایا رہے گا آسمانوں میں اضطراب اور زمین میں سنسنی سی مسلط ہوگی۔ اور زمین ایک ایسی زمین کے روپ میں بدل جائے گی جس پر نہ پہاڑ نہ دریا نہ سبزہ اور نہ کسی قسم کی آبادی کا نشان ہوگا جس طرح روز اوّل اس کی تخلیق ہوئی تھی کہ اس کا دامن گناہوں سے داغدار نہ تھا۔ پس صدائے توحید ہر چہار سو گونجے گی۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (آج ملک کس کا ہے؟) اور پھر زبانِ قدرت خود ہی اس کا جواب دے گی۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (یعنی سب ملک صرف اللہ کا ہے جو اپنی قدرت سے سب پر غالب و قاہر ہے) پھر امر پروردگار سے دوبارہ سب مخلوق زندہ ہو کر حساب کے لئے پیش ہوگی۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ جب پہلی دفعہ نفخ صور ہوگا تو لوگ اپنی غافلانہ روش میں محو ہوں گے کوئی گھر میں کوئی سفر میں کوئی کھانا کھا رہا ہوگا۔ کوئی پانی پیتا ہوگا۔ کوئی بات کر رہا ہوگا۔ کوئی سن رہا ہوگا وعلیٰ ہذا القیاس۔ پس اچانک نفخ صور ہوتے ہی سب کے سب بیک وقت لقمۂ اجل ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ دریاؤں اور نہروں وچشموں کے پانی اپنے مقام پر خشک ہو جائیں گے۔ پہاڑ، درخت و مکان سب زمین کے اندر دھنس جائیں گے اور سب لوگ موت کی نیند سو جائیں گے کہ کوئی دفن کرنے والا نہ ہوگا کوئی چت اور کوئی پہلو کے بل پڑا ہوگا۔ اور روٹی کا لقمہ کسی کے ہاتھ میں رہ جائے گا اور کسی کے منہ میں پڑا ہوگا۔ پس زمین ان سب کو نگل کر اپنے پیٹ میں چھپا لے گی۔ ستاروں کے باہمی روابط ٹوٹ جائیں گے۔ اور سخت زلزلہ کی وجہ سے زمین کی سطح ہموار ہو جائے گی۔ آسمانوں کے فرشتے حجاب ہائے قدرت اور سرادقات کے فرشتے حاملین عرش و کرسی اور کروبیین تمام کے تمام موت سے ہم آغوش ہو جائیں گے۔ پس صرف جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت بچ جائیں گے پس اللہ ملک الموت سے پوچھے گا کہ بتاؤ کون کون موت سے بچ گیا ہے؟ اس وقت ملک الموت احوالِ قیامت سے گھبرائے ہوئے انتہائی کرب واضطراب کی حالت میں پیش بارگاہِ ربوبیت ہوگا اور عرض کرے گا اے پروردگار! اس وقت جبریل میکائیل، اسرافیل اور یہ عبد حقیر باقی ہے تو ارشاد ہوگا کہ جاؤ اور جبریل کو موت کی نیند سلا دو۔ پس ملک الموت جبریل کے پاس پہنچے گا تو اُسے سجدہ و رکوع کی حالت میں محو تسبیح پائے گا۔ پس ملک الموت کہے گا۔ اے عبد مسکین: بنو آدم اہل دنیا درند چرند پرند اہلِ آسمان حاملین عرش و کرسی ملائکہ سرادقات اور ساکنین سدرۃ المنتہیٰ سب کے سب جام موت پی چکے ہیں اور اب تیری باری ہے تو جبریل یہ سن کر رو رو کر عرض کرے گا۔ اے پروردگار مجھ پر موت کی تلخی کو آسان فرما پس ملک الموت

Presented by www.ziaraat.com

اس کو قبض کرے گا۔ پھر اللہ ملک الموت سے پوچھے گا کہ کون کون باقی بچ گئے ہیں؟ تو ملک الموت جواب میں عرض کرے گا کہ میکائیل و اسرافیل اور تیرا یہ عبد ذلیل باقی ہے پس حکم دے گا کہ جاکر میکائیل کو موت کی نیند سلادو چنانچہ ملک الموت میکائیل کے پاس پہنچ کر کہے گا کہ اے عبد مسکین! اب بنی آدم اور جملہ مخلوق کے لئے رزق کے انتظام کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ زمین سے لے کر سرادقات عرش تک کی تمام فرشی و عرشی مخلوق جام موت پی کر چل بسی ہے اور مجھے اللہ نے تیری طرف بھیجا ہے۔ پس میکائیل رو رو کر عجز و انکساری سے سکرات موت کی آسانی کی دعا مانگے گا اور ملک الموت اس کی روح کو قبض کرلے گا پھر اللہ دریافت فرمائے گا کہ بتاؤ اب کون باقی ہے؟ تو ملک الموت جواب دے گا کہ ایک اسرافیل اور دوسرا یہ تیرا عبد حقیر (میں) باقی ہوں تو فرمائے گا کہ جاکر اسرافیل کو موت کا مزا چکھاؤ پس ملک الموت اس کے پاس جاکر پیغام موت سنائے گا تو اسرافیل کہے گا پاک و منزہ ہے وہ پروردگار جو تنہا اور اکیلا زیور بقاء سے آراستہ ہے۔ اے اللہ میرے اوپر موت کی تلخی کو آسان فرما پس ملک الموت اس کو بھی موت کی نیند سلاکر بارگاہ خداوندی میں بعجز و انکسار پیش ہوگا تو ارشاد ہوگا کہ بتاؤ اب کون باقی ہے؟ تو عرض کرے گا کہ صرف تیرا یہ عبد ضعیف (میں) باقی ہوں۔ پس بحکم پروردگار وہ بھی موت سے ہم آغوش ہو جائے گا۔ پس تمام آسمان اپنے رہنے والوں سے اور تمام زمینیں اپنے بسنے والوں سے خالی ہو جائیں گی۔ ہر قسم کی حس و حرکت شور و غل۔ قول و عمل اور آواز و چنگھاڑ ختم ہو چکی ہوگی اور سکون و سکوت ہر سو طاری ہوگا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی زبان قدرت سے خطاب فرمائے گا۔ اے دنیا! تیری نہریں تیرے درخت، تیرے بسنے والے تیرے آباد کار اور تیرے حکمران اور شہزادے کہاں گئے؟ جابر و ظالم اور میرا رزق کھا کر میرے غیر کی پرستش کرنے والے کہاں گئے؟ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ۔ آج یہ سب ملک کس کا ہے؟ پس اس کا جواب زبان قدرت خود ہی دے گی۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ یعنی اس اللہ کا ہے جو اپنی حکومت و سلطنت میں واحد اور سب پر غالب ہے پس ایک وقت تک زمین و آسمان باقی رہیں گے کہ ان میں کوئی متنفس بسنے والا نہ ہوگا اور بعضوں نے چالیس برس کے برابر وقفہ بیان کیا ہے۔ بہرکیف اس کے بعد خداوند کریم آب حیات جاری فرمائے گا جس کی بدولت زمین کی سب مخلوق میں حس و حرکت کی رو پیدا ہوگی۔ پس گوشت و پوست اور ہڈیوں پٹھوں کے تمام ذرات ایک دوسرے کے ساتھ ملیں گے اور تمام مردہ اجسام صحیح و سالم ہو جائیں گے لیکن ان میں روح نہ ہوگی پس سب سے پہلے بحکم پروردگار اسرافیل زندہ ہوگا۔ اور اس کو حکم ہوگا کہ صور اٹھاؤ جس میں تمام ذوی الارواح مخلوق کی روحوں کی تعداد کے برابر سوراخ ہوں گے اور تمام ارواح کو اس میں جمع کر دیا جائے گا۔ پس اسرافیل صور کو لے کر بیت المقدس کے صخرہ (پتھر) پر کھڑا ہوگا اور آواز دے گا اور اس کے متعلق دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ (اور سنو جس دن منادی قریبی مکان سے آواز دیگا) پس اسرافیل یہ ندا دے گا۔ اَيَّتُهَا الْعِظَامُ الْبَالِيَةُ وَاللُّحُوْمُ الْمُتَقَطِّعَةُ وَالشُّعُوْرُ الْمُتَبَدِّدَةُ وَالصُّوَرُ الْمُتَفَرِّقَةُ لِيَقُمْنَ اِلَى الْعَرْضِ عَلَى الْمَلِكِ الدَّيَّانِ لِيُجَازِيَكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ۔ یعنی اے بوسیدہ ہڈیاں اے ریزہ ریزہ ہونے والا گوشت منتشر بال اور متفرق صورتیں کھڑے ہو جاؤ کہ تم نے اپنے اعمال کی جزا کے لئے اپنے جزا دینے والے بادشاہ کے

Presented by www.ziaraat.com

دربار میں پیش ہونا ہے۔ پس اسرافیل کی اس ندا کے بعد صور کی سوراخوں سے تمام ارواح نکل کر آسمان وزمین کی بسیط فضا میں پھیل جائیں گے۔ پس مومنوں کے ارواح نورانی ہو کر نکلیں گے اور کافروں کے ارواح تاریک وسیاہ ہو کر نکلیں گے۔ اور ہر روح اپنے اسی جسم میں داخل ہو گی جسے دنیا میں چھوڑ کر آئی تھی اور اسی شکل میں ہر ذی روح پلٹ جائے گا جس شکل کے ساتھ وہ دنیا میں تھا پس ان کے سر کی جانب سے زمین پھٹے گی اور وہ نکل کھڑے ہوں گے اور ہر انسان اپنے اعمال نامہ کے ساتھ میدانِ محشر میں آئے گا اور جس کے اعمال اچھے ہوں گے تو وہ اعمال نامہ اس کا قبر اور حشر میں مونس ہو گا۔ اور احوالِ قیامت سے اس کو تسلّی دے گا۔ اور آواز آئے گی۔ اے میرے دوست گھبراؤ نہیں میں تیرے ساتھ ہوں۔ گھبراہٹ تو ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ کے نافرمان تھے جنہوں نے اس کی آیات کی تکذیب کی۔ اور خواہش نفس کی اطاعت کی تم تو اللہ کے اطاعت گذار اور اس کے رسول کے تابعدار تھے۔ تم خوف اور غم سے آزاد ابھی جنت میں پہنچنے والے ہو۔ اور اگر انسان خطاکار اور گنہگار ہو گا۔ اور اس کی موت بغیر توبہ کے واقع ہو گی تو جب وہ اپنی قبر سے باہر آئے گا۔ اور دورِ دنیا میں کئے ہوئے اعمالِ بد کی کتاب بھی اس کے ہمراہ ہو گی تو جب بھی سختی کے مقام سے گذرے گا تو اسے اپنے اعمالِ بد کی طرف سے ندا آئے گی۔ اے دشمنِ خدا یہ سب کچھ تیرے ہی لئے ہے۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۤءِ وَقُضِيَ

رکھی جائے گی کتاب اور لایا جائے گا نبیوں کو اور شہیدوں کو اور ان کے

بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ

درمیان حق کا فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہ ہو گا اور پورا دیا جائے گا ہر

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

نفس کو بدلہ اس کا جو اس نے کیا اور وہ جاننے والا ہے جو وہ کرتے ہیں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب خداوند کریم دوبارہ سب مخلوق کو زندہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو چالیس دن تک متواتر آسمان سے بارش برستی رہے گی (اور وہ پانی زمین میں رچ جائیگا) جو آبِ حیات ہو گا) پس اس کی بدولت مردوں کے تمام متفرق اجزاء اکٹھے ہوں گے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت جبریلؑ خدمتِ پیغمبرؐ میں آئے اور آپ کو جنت البقیع کی طرف لے گئے اور ایک قبر سے خطاب کر کے کہا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ چنانچہ ایک آدمی نکلا جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے اس نے اپنے سر اور منہ سے گرد کو جھاڑا اور اللہ کا شکر ادا کیا اور تکبیر کہی پھر دوسری قبر پر جا کر کہا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ تو ایک سیاہ رو ہائے ہائے کرتا ہوا نکلا پس جبریلؑ نے دونوں کو واپس جانے کا حکم دیا اور عرض کی کہ قیامت کے دن لوگ اسی طرح زندہ ہوں گے کہ مومن وہ کلمہ کہیں گے اور کافر یہ کلمہ کہیں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

بِنُوْرِ رَبِّهَا (۳۴)۔ اس جگہ نور کا معنی یا تو عدل ہے یعنی اُس دن زمین محشر عدلِ پروردگار کے ساتھ منور اور روشن ہو گی یا یہ کہ سورج اور چاند کے علاوہ اللہ کی جانب سے ایک مخصوص نور کی بدولت زمین محشر روشن ہو گی۔

رکوع نمبر ۵

تفسیر برہان میں ہے ایک طویل روایت میں حضرت امام علی زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب تمام مخلوق اکٹھی کی جائے گی تو کافی دیر تک ایک تنگ و تاریک فضا میں سب کو کھڑا کر دیا جائے گا۔ اور

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا

اور چلائے جائیں گے کافر جہنم کی طرف ٹولے ٹولے جب وہاں پہنچیں گے تو کھولے جائیں

فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ

گے ان کے دروازے اور فرشتے ان کو کہیں گے کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے

مِنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ

جو پڑھتے تم پر تمہارے رب کی آیتیں اور تم کو ڈراتے اس دن کی ملاقات سے تو کہیں

هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ

گے ہاں (آئے تھے) لیکن پورا ہوا عذاب کا فیصلہ کافروں پر

(۷۱) قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ

تو کہا جائے گا داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں سے اس میں ہمیشہ رہنے کے لئے پس

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ (۷۲) وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى

برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا اور چلائے جائیں گے وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے تھے

احوال محشر میں سے یہ پہلی منزل ہو گی پس ندائے پروردگار آئے گی کہ جس کسی کا دوسرے پر کوئی حق ہے تو ہر صاحب حق اپنے ظالم و غاصب کو پکڑ لے اور وہ اس قدر سخت وقت ہو گا کہ پسینے بہتے ہوں گے اور خوف سے ہر ایک کا بدن کانپتا ہو گا اور گریہ و بکا کی صدائیں بلند ہوں گی۔ پھر کافی وقفہ کے بعد ندا پہنچے گی کہ کوئی ہے جو اپنے حقوق دوسروں سے معاف کر دے۔ اور صاحبان حق عرض کریں گے اے پروردگار ہم اپنے حقوق کیسے معاف کریں؟ تو بحکم پروردگار خازنِ جنت جنت کے محلات کو سامنے لائے گا اور کہا جائے گا کہ معاف کرنے والوں کو یہ انعام ملے گا تو بہت سے لوگ اپنے بھائیوں سے حقوق معاف کر دیں گے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ حضور اگر کسی کافر نے مومن کا حق غصب کیا ہو تو قیامت کے دن اُس سے کیسے وصول کیا جائے گا تو آپ نے فرمایا کہ اُس مومن کے حقوق کے برابر اس کے گناہوں کا بوجھ اُس کافر پر ڈالا جائے گا۔ پس وہ اپنے کفر کے ساتھ ساتھ مومن کے گناہوں کی سزا بھی بھگتے گا۔ پھر اس نے پوچھا اگر مسلمان کا مسلمان پر حق ہو تو وہ کس طرح وصول ہو گا۔ آپ نے فرمایا حقوق کے

Presented by www.ziaraat.com

برابر اس کی نیکیاں صاحبِ حق کو دی جائیں گی۔ اُس نے عرض کی کہ اگر ظالم و غاصب کے پاس نیکیاں نہ ہوں تو پھر کیا کیا جائے گا آپ نے فرمایا کہ پھر صاحبِ حق کے گناہوں کا بوجھ اس پر ڈال دیا جائے گا پس وہ اپنے گناہوں کے ساتھ اس کے گناہوں کی سزا بھگتنے پر مجبور ہوگا۔

الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ

جنت کی طرف ٹولے ٹولے یہاں تک کہ جب پہنچیں گے اور کھولے جائیں گے اس کے دروازے تو کہیں گے

لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿۷۴﴾

ان کو اس کے دربان تم پر سلام ہو تم پاکیزہ ہو پس اس میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا

اور کہیں گے اُس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں زمین کا وارث

الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ

بنایا کہ ٹھکانا بنا سکتے ہیں جنت میں جہاں چاہیں پس خوب اجر ہوگا عمل

الْعَامِلِينَ ﴿۷۵﴾ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ

کرنے والوں کا اور دیکھو گے فرشتوں کو چکر لگانے والے ہوں گے عرش کے

الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ

اردگرد تسبیح کرتے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور ان کے درمیان حق کا فیصلہ ہوگا

وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۷۶﴾

اور کہا جائے گا اللہ کے لئے حمد ہے جو عالمین کا پروردگار ہے

فُتِحَتْ - جہنم کے دروازوں کی روایات میں تعداد سات ہے جس کی قدرے تفصیل تفسیر کی جلد ۲ اور کتاب لمعۃ الانوار میں مذکور ہے۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ - حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جہنم کے سات طبقے ایک دوسرے کے اُوپر نیچے ہیں سب سے اوپر ہاویہ اور سب سے نیچے جہنم ہے اور بعض روایات کے ماتحت اس کا اُلٹ ہے کہ سب سے نیچے ہاویہ اور سب سے اُوپر جہنم ہے اور جنت کے تمام درجات و طبقات ایک دوسرے کے عرض میں ہیں اور کتاب خصال سے منقول ہے آپ نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک دروازہ سے نبی و صدیق داخل ہوں گے۔ دوسرے دروازے سے شہداء و صالحین داخل ہوں گے اس کے بعد پانچ دروازے صرف ہمارے شیعوں اور محبوں کے لئے مخصوص ہوں گے۔ اور میں پل صراط پر کھڑے ہوکر ایک ایک کو بلاتا رہوں گا اور اللہ سے عرض کرتا رہوں گا۔ اے پروردگار میرے شیعوں کو میرے محبوں اور مددگاروں کو اور میرے

Presented by www.ziaraat.com

موالیوں کو بچا لے تو جانب عرش سے ندا آئے گی تیری دعا مقبول ہے اور میں نے تیری شفاعت قبول کی ہے پھر میرے شیعوں اور موالیوں میں سے ہر ایک ستّر ستّر ہزار اپنے ہمسایوں اور دوستوں کے حق میں شفاعت کر سکے گا ۔ اور آخری ایک دروازے سے جملہ مسلمانوں کو داخل کیا جائے جن کے دلوں میں ذرہ برابر بھی اہل بیت محمدؐ کے حق میں بغض نہ ہوگا ۔

ایک اور روایت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جنّت کے ہر ایک دروازے کی چوڑائی چار سو سال کی مسافت کے برابر ہوگی ۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو مومن کسی مومن کی زیارت صرف خوشنودی خدا کے لئے کرتا ہے تو اس کی روانگی سے لے کر گھر کی واپسی تک ستّر ہزار فرشتے اُس کے ہمراہ چلتے ہیں ۔ اور اُس کو جنّت کی خوش خبری سناتے ہیں ۔ ہم نے جنّت کے دروازوں کی تعداد اور قدر سے تفصیلات تفسیر کی جلد ۲ اور کتاب لمعۃ الانوار میں بیان کی ہے ۔

والحمد للہ ربّ العالمین

سُورَۂ المؤمن

یہ سورہ مکیہ ہے اس میں سے صرف آیت ۵۶ ، ۵۸ مدنیہ ہیں اس کی آیات کی کل تعداد چھیاسی ہے ۔

حضرت رسولِ اکرم نے فرمایا جو شخص جنّت کے باغات میں سیر کرنا چاہے وہ نماز تہجد میں حوامیم پڑھے ۔ آپؐ نے فرمایا ہر شئے کا جوہر ہوتا ہے اور قرآن کا جوہر حوامیم ہیں (جن سورتوں کے شروع میں حٰم ہے)

جو شخص حٰم المومن کی تلاوت کرے تو تمام نبیوں، صدیقوں اور مومنوں کی روحیں اس پر درود پڑھتی ہیں اور اس کے لئے بخشش کی دعا کرتی ہیں ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا حوامیم قرآن کی ریحان ہیں جب ان کو پڑھو تو اس کے حفظ و تلاوت کے لئے اللہ کا شکر بجا لاؤ اور بندہ جب حوامیم کو پڑھتا ہے تو اُس کے منہ سے عنبر و کستوری سے پاکیزہ تر خوشبو مہکتی ہے اور خدا اس کے پڑھنے والے پر رحمت کی بارش کرتا ہے اور اس کے ہمسایوں قریبیوں اور دوستوں پر بھی خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور قیامت کے دن عرش و کرسی اور ملائکہ مقربین سب بارگاہِ پروردگار میں اس کی سفارش کریں گے اور آپ نے فرمایا جو شخص ہر تیسرے دن حٰم المومن کی تلاوت کرے اُس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہوں گے اور اس کو تقویٰ نصیب ہوگا اور اُس کا انجام دنیا سے بہتر ہوگا ۔ (مجمع البیان)

تفسیر برہان میں خواص القرآن سے منقول ہے حضرت رسولِ اکرمؐ نے فرمایا جو شخص اس سورہ کو پڑھے قیامت کے دن

Presented by www.ziaraat.com

خدا اس کی اُمید کو قطع نہ کرے گا اور خدا اس کو خائفین کا اجر دے گا۔
جو شخص اس کو لکھ کر کسی کھیت یا باغ میں لٹکائے تو وہ زیادہ سرسبز ہوگا اور ترقی کرے گا اور اگر اس کو لکھ کر سرائے اور دوکان میں رکھا جائے تو اس کی خیر و برکت میں اضافہ ہوگا اور اس میں خرید و فروخت زیادہ ہوگی۔
ابن مسعود سے منقول ہے کہ جب میں حوامیم کی تلاوت کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں باغاتِ جنت کی سیر کررہا ہوں (مجمع البیان)
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص اس کو رات کے وقت لکھ کر باغ یا کھیت میں رکھے تو اس کی خیر و برکت میں اضافہ ہوگا اور اس کی سرسبزی پھل پھول اور رونق و بہجت میں بھی غیر معمولی زیادتی ہوگی الخ (البرہان)
جس شخص کے جسم پر سفید یا سیاہ داغ ہوں پس اس سورہ مبارکہ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو خدا اس کی برکت سے اس کو تندرستی اور شفا عطا فرمائے گا۔ نیز جس کے جسم پر پھوڑے نکلے ہوں تو اس سورہ مبارکہ کا تعویذ اپنے پاس رکھنے سے شفایاب ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی زیادہ ڈرتا ہو تو اس سورہ مبارکہ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے بفضلِ خدا اس کا ڈر جاتا رہے گا۔
اگر اس سورہ مبارکہ کو لکھ کر دھو دیا جائے اور اس پانی سے آٹا گوندھ لیا جائے پھر اُس آٹے کو خشک کرکے باریک پیس کر سفوف تیار کر لیا جائے اور برتن میں محفوظ کرکے اُوپر ڈھکنے سے اُس کا منہ بند کر لیا جائے اور دل کی تکلیف بیہوشی غشی، درد جگر اور تلی کے لئے اُس سے ایک چٹکی بھر لے کر کھالیا جائے تو باذن پروردگار شفایابی نصیب ہوگی اور ہر قسم کی تکلیف دُور ہو جائے گی۔ (برہان)

رکوع نمبر ۶

حٰمٓ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ قسم ہے یعنی خدا نے اپنے حلم و ملک کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو اس کی پناہ لے گا اس کو عذاب نہ کروں گا۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ خدا نے اپنے ناموں سے افتتاح فرمایا ہے چنانچہ حا سے مراد حلیم حمید حکیم حی اور حنان ہیں اور میم سے مراد ملک مجید مُبدی اور معید مراد ہیں تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰب خداوند کریم نے اپنی صفات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾	
اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)	
حٰمٓ ﴿۲﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿۳﴾	
حٰمٓ کتاب کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب دانا ہے	

کا تذکرہ فرمایا ہے کہ یہ کتاب اُس پروردگار کی جانب سے اُتری ہے جو اپنی تمام مخلوق پر غالب و قاہر ہے۔ اور دانا و بینا ہے

Presented by www.ziaraat.com

اور جو بھی گناہ کرنے کے بعد دل سے توبہ کرلے تو خدائے مہربان اُس کے گناہوں کو بخشنے والا اور توبہ کو قبول کرنے والا ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ اگر کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد بجائے توبہ کے گناہوں پر اصرار کرے تو وہ خدا سخت عذاب دینے والا بھی ہے

غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ شَدِيۡدِ الۡعِقَابِ ذِى الطَّوۡلِ
گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب والا صاحب احسان کہ

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿۳﴾ مَا يُجَادِلُ فِىۡۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ
اس کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں اُسی کی طرف ہی بازگشت ہے نہیں جھگڑتے اللہ کی آیتوں میں مگر جنہوں

اِلَّا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَلَا يَغۡرُرۡكَ تَقَلُّبُهُمۡ فِى الۡبِلَادِ ﴿۴﴾
نے کفر کیا پس تجھے دھوکے میں نہ ڈالے ان کا شہروں میں آنا جانا

كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّالۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ وَهَمَّتۡ
جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے (نوح کو) اور ان کے بعد دوسرے گروہوں نے (نبیوں کو) اور

كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوۡلِهِمۡ لِيَاۡخُذُوۡهُ وَجَادَلُوۡا بِالۡبَاطِلِ لِيُدۡحِضُوۡا
ہر امت نے چاہا اپنے رسول کو کہ اُسے قتل کردیں اور غلط طور پر جھگڑا کیا انہوں نے تاکہ پھسلا دیں

بِهِ الۡحَـقَّ فَاَخَذۡتُهُمۡ فَكَيۡفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ
اس کے ذریعے حق کو تو میں نے ان کو پکڑ لیا پس کس طرح تھا میرا عذاب؟ اور اسی طرح

حَقَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ اَصۡحٰبُ
ثابت ہوئی بات تیرے رب کی اُن پر جو کافر ہوئے کہ بے شک وہ دوزخی

قَابِلِ التَّوۡبِ ۔ توب یا تو توبہ کی جمع ہے اور یا تَابَ يَتُوۡبُ کا مصدر ہے۔

ذِى الطَّوۡلِ ۔ شدید العقاب کے بعد ذی الطول کا ذکر کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ خدا کسی پر ظلم کرکے اس کو دوزخ کا عذاب نہیں دیتا بلکہ عذاب کا مستحق ہونا انسان کی اپنی نالائقی اور ناسپاس گذاری کے صدقہ میں ہے ورنہ تو ذی الطول یعنی محسن و مہربان ہے۔

صفاتِ پروردگار

تنبیہ ۔ خداوند کریم نے آیت مجیدہ میں اپنی چھ صفات کا تذکرہ فرمایا ہے

(۱) غافر الذنب ۔ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ یہاں ذنب سے مراد گناہِ کبیرہ ہے یعنی خدا گناہانِ کبیرہ کے بخشنے والا ہے کیونکہ گناہانِ صغیرہ تو خود بخود نیکیوں کے غلبہ سے حبط ہو جاتے ہیں پس غافر الذنب کی صفت گناہانِ کبیرہ کی بخشش کو ظاہر کرتی ہے جن سے توبہ کئے بغیر مر گیا ہو کیونکہ اگر توبہ کے بعد بخشش مراد لی جائے تو دوسری صفت قابل التوب کا ذکر خالی از فائدہ ہو جائے گا ۔ حالانکہ واو عاطفہ دلالت کرتی ہے کہ دونو صفتیں الگ الگ ہیں نیز مروی ہے کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنۡبِ كَمَنۡ لَا ذَنۡبَ لَهٗ

Presented by www.ziaraat.com

یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جس طرح کہ وہ گنہگار ہی نہیں پس جب توبہ خود گناہوں کو مٹانے کے اس کی بخشش کا کیا معنی ہوگا پس اس کا معنی یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو توبہ نہ کرنے والے کے گناہوں کو بھی بخش صفت شدید العقاب چوتھی صفت ذی الطول (محسن) پانچویں صفت لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور چھٹی صفت اسکی طرف ... ست کا ہونا۔ اور مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کو نازل کرنے والی وہ ذات ہے جو ان صفات کی مالک ہے پس اس کی آیات میں جھگڑا وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دل کفر کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے ہوں۔ لہذا آپ ان کی ظاہری خوش حالی سے متاثر نہ ہوں کیونکہ ان سے پہلی اُمتیں بھی اپنے اپنے زمانہ میں رسولوں کو جھٹلاتی رہیں لیکن جب اُن پر میرا عذاب آیا تو اُن کو کوئی طاقت میرے عذاب سے بچا نہ سکی۔

النَّارِ ۝٧ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ

وہ جو عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس (عرش کے) اردگرد ہیں تسبیح کرتے

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ

ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور طلب بخشش کرتے ہیں ان کے لئے جو ایمان

اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ

لائیں (اے رب تیری رحمت و علم ہر شی پر وسیع ہے پس بخش دے

لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝٨

ان لوگوں کو جو توبہ کریں اور چلیں تیرے راستہ پر اور ان کو بچالے دوزخ کے عذاب سے

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَ

اے رب اور ان کو داخل کر جناتِ عدن میں جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور

حاملینِ عرش

اَلْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ حضرت رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ تم اللہ کی عظمت کے متعلق نہ سوچا کرو بلکہ اللہ کی مخلوق کی عظمت کے متعلق سوچو چنانچہ اس کی مخلوق میں سے ایک فرشتہ اسرافیل ہے جس کے کندھے پر عرش کا ایک پایہ ہے اور اُس کے قدم تحت الثریٰ تک ہیں اور وہ اللہ کی عظمت کے مقابلہ میں معمولی حقیقت رکھتا ہے۔ اور

زمخشری سے منقول ہے تمام ملائکہ کو حکم دیا گیا ہے کہ صبح و شام حاملین عرش کا سلام کریں اور عرشِ پروردگار کے ایک پائے سے دوسرے تک تیز پرواز پرندے کی اسی ہزار سال کی پرواز کی مسافت ہے اور عرش کے اردگرد ستر ہزار صفیں طواف کرنے والے فرشتوں کی ہیں اور ان کے اردگرد ستر ہزار اُن فرشتوں کی ہیں جو بحالتِ قیام ذکرِ پروردگار میں رطب اللسان ہیں اور پھر ان کے آس پاس پوری ایک لاکھ صف عبادت گذار فرشتوں کی ہے جن میں سے ہر ایک کی تسبیح دوسرے کی تسبیح

Presented by www.ziaraat.com

سے الگ ہے اور تمام فرشتے ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ اور روایات اہل بیت میں ہے کہ ان کی استغفار محمدؐ و آل محمدؐ کے موالیوں اور شیعوں کے لئے مختص ہے (مقتنیات)

رَبَّنَا۔ قرآن مجید میں ملائکہ یا انبیاء یا مومنین کی دعاؤں کا جہاں بھی تذکرہ ہے وہاں لفظ رب سے خطاب کیا گیا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کے وقت لفظ رب کا استعمال بہتر ہے۔

وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ۔ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی اے پروردگار ان کو برائیوں کے عذاب سے بچا اور اس سے پہلے بھی دعا میں جہنم کے عذاب سے بچنے کا ذکر ہے پس بظاہر تکرار معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ برائیوں کا عذاب جہنم کے عذاب سے عام ہے کیونکہ برائیوں کے عذاب میں موت کی تلخی قبر کا فشار اور حساب کی سختی وغیرہ سب شامل ہیں لہذا تکرار نہیں ہے۔

مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ
جو نیک ہوں اور ان کے باپ دادوں بیویوں اور اولادوں کو تحقیق

اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ
تو غالب حکمت والا ہے اور بچا ان کو برائیوں سے اور جن کو تو

تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
برائیوں سے بچالے اس دن تو تو نے ان پر رحم کیا اور یہی بڑی

الْعَظِيْمُ ⑩ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ
کامیابی ہے تحقیق جو لوگ کافر ہیں ان کو ندا دی جائے گی کہ اللہ کا غضب بہت بڑا

اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ
ہے تمہارے اپنے نفسوں پر غضب کرنے سے (یاد کرو) جب تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا

فَتَكْفُرُوْنَ ⑪ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ
پس تم انکار کرتے تھے کہیں گے اے رب تو نے ہم کو موت دی دو دفعہ اور زندہ کیا دو دفعہ

رکوع نمبر ۷

لَمَقْتُ اللّٰهِ۔ یعنی کافر لوگ جب اپنے اعمال بد کی بدولت جہنم میں جائیں گے تو اپنے نفسوں پر ناراض ہوں گے کہ ہدایت کو قبول نہ کیا تو ان کو خطاب پہنچے گا کہ تمہارا اپنے نفسوں پر ناراض ہونا کوئی مفید نہیں ہے کیونکہ اللہ کی ناراضگی تم پر اس سے بھی زیادہ ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی طرف پکارا اور تم نے اس کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔

قَالُوْا رَبَّنَا۔ دو موتوں اور دو زندگیوں کے متعلق تین اقوال ہیں (۱) پہلی موت یہی جو ہر ایک پر آتی ہے اور دوسری موت وہ جو قبر میں

Presented by www.ziaraat.com

سوال منکر و نکیر کے بعد آئے گی پس پہلی زندگی دنیاوی اور دوسری اخروی ہوگی۔

فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ ⑪

پس ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا ہے پس کیا (دوزخ سے) نکلنے کی کوئی سبیل ہے

ذَٰلِكُم بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِن يُشْرَكْ بِهِ

(ان کو جواب ملے گا) یہ (عذاب) اس لئے ہے کہ جب پکارا جاتا تھا اللہ اکیلے کو تو تم انکار کرتے تھے اور اگر

تُؤْمِنُوا ۚ فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ⑫ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ

اس کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم مان لیتے تھے اب حکم اللہ کا ہے جو بلند و بزرگ ہے وہ جو تمہیں دکھاتا ہے اپنی

آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا ۚ وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا

نشانیاں اور اتارتا ہے تمہارے لئے آسمان سے رزق اور نہیں نصیحت پکڑتا مگر جو

مَن يُنِيبُ ⑬ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

رجوع کرے (اللہ کی طرف) پس پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے اطاعت اس کے لئے

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ⑭ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ

اگرچہ ناپسند کریں کافر وہ بلند کرنے والا ہے (نیک لوگوں کے) درجات کو مالکِ عرش

يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

ہے۔ بھیجتا ہے روح کو اپنے امر سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے

لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ⑮ يَوْمَ هُم بَارِزُونَ ۖ لَا يَخْفَىٰ

تاکہ ملاقات کے دن سے ڈرائے جس دن وہ کھلے (میدان میں) ہوں گے کہ نہیں چھپی ہوگی

۲۔ پہلی نطفہ کی حالت میں اور دوسری موت زندگی کے بعد والی۔ (۳) پہلی موت دنیا والی اور دوسری قبر والی اور اس کے مقابلہ میں پہلی زندگی دنیاوی اور دوسری وہ جو سوال منکر و نکیر کے وقت ہوگی پس کافر کہیں گے اے پروردگار اب تو ہم نے دو موتیں اور دو زندگیاں دیکھ لی ہیں۔ اور ہم اپنی غلطی کو مانتے ہیں اور معافی مانگتے ہیں کہ کسی طریقہ سے ہمیں عذاب سے نجات ملے۔

اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ۔ ہر زمانہ کے مشرکوں کا یہی دستور ہے کہ صرف اللہ کو پکارا جائے تو بُرا مناتے ہیں اور جب اللہ کے ساتھ اُن کے من گھڑت بتوں کو یا اُن کے پیروں کو شریک مانا جائے تو خوشی سے جھومتے ہیں اور ہمارے معاشرہ میں بھی یہ مرض عام ہے کہ اللہ کو تنہا پکارنے سے اُن کا دل نہیں بھرتا جب تک کہ پکارنے میں محمد و آل محمدؐ کو شریک نہ مانا جائے حالانکہ عقیدۃً اللہ کو واحد و لاشریک بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ خدا تنبیہ کے طور پر فرماتا ہے کہ دنیا میں تو تم میرا شریک

Presented by www.ziaraat.com

مانننے پر خوش ہوتے تھے اور تمہیں کھلی چھٹی دی گئی تھی اب تنہا میرا حکم چلتا ہے اور تمہیں اپنے کئے کی سزا بھگتنی ہی پڑے گی۔

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ۔ یعنی اللہ وہ ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہیں آسمان سے رزق بھیجتا ہے پس سوچ سمجھ کر صرف اُسی ایک کی ذات کے سامنے جھکو اور اپنی دعاؤں اور مناجاتوں کا مرکز اُسی کی ذات کو قرار دو تاکہ قیامت کے دن تم

عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

اللہ پر ان کی کوئی چیز (ندا آئے گی) آج حکومت کس کی ہے؟ (خود ہی جواب دیگا) اس اللہ کی ہے جو واحد

۱۷ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ

غالب ہے آج بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو اُس کا جو اُس نے کمایا نہ ظلم ہوگا

الْيَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۱۸ وَاَنْذِرْهُمْ

آج تحقیق اللہ جلد ہی حساب لینے والا ہے اور اُن کو ڈراؤ قریب آنے

يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ مَا

والے دن سے جب کہ دل حنجروں تک پہنچ جائیں گے (غم و غصہ کو) ضبط کرنے والے ہوں گے

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۱۹ يَعْلَمُ

نہ ہوگا ظالموں کا کوئی قریبی اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے (اللہ) جانتا ہے خیانت

خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ۲۰ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ

کرنے والی آنکھ کو اور اس کو جس کو سینے پوشیدہ رکھتے ہیں اور اللہ حق کا فیصلہ

بِالْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ

کرے گا اور جو لوگ پکارتے ہیں اس کے غیر کو وہ نہیں کوئی فیصلہ کر سکتے

کو شرمساری نہ ہو۔ وہی درجات کو بلند کرنے والا ہے اور وہی سارے اقتدار کا مالک ہے۔

يُلْقِي الرُّوْحَ۔ روح کا معنی قرآن، وحی، جبریل اور نبوت کیا گیا ہے اور اس مقام پر سارے معانی مراد لئے جا سکتے ہیں۔

لِمَنِ الْمُلْكُ۔ ممکن ہے یہ صدا قیامت کے دن بلند کی جائے اور یہ ممکن ہے کہ قیامت صغریٰ کے وقت ہو جس کی تفصیل سورہ الزمر میں گذر چکی ہے۔ ص۱۳۵

الْاٰزِفَةَ۔ اَزِفَ کا معنی ہے قریب ہوا۔ اور قیامت چونکہ یقیناً آنے والی ہے اور ہر آنے والی شی قریب ہوتی ہے پس اس مناسبت سے قیامت کو آزفہ کہا گیا ہے۔

خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ۔ یہاں صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے یعنی اَلْاَعْيُنُ الْخَآئِنَةُ۔

وَاللّٰهُ يَقْضِيْ۔ جو لوگ خدا کے ساتھ شریک ماننے پہ خوش ہوتے ہیں ان کو تنبیہ ہے کہ قیامت کے دن صرف میرا

Presented by www.ziaraat.com

ہی فیصلہ ہوگا اور جن کو تم پکارتے ہو وہ کسی بات کا فیصلہ کرنے کے مجاز نہ ہوں گے لہذا سنبھل جاؤ اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ماننے کی غلطی نہ کرو ورنہ پچھتاؤ گے جب کہ اس پچھتاوٹ کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

رکوع نمبر ۸

حضرت موسیٰؑ کا ذکر

إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٢١﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي

تحقیق اللہ ہی سننے دیکھنے والا ہے کیا وہ چلتے نہیں

الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن

زمین میں تاکہ دیکھیں کہ کس طرح انجام ہوا ان لوگوں کا جو گزرے ان سے

قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ

پہلے وہ ان سے بھی سخت تھے قوت میں اور زمین کو آباد کرنے میں

فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ﴿٢٢﴾

پس (اللہ نے) ان کو ان کے گناہوں کے بدلہ میں پکڑ لیا اور ان کو اللہ سے کوئی بھی چھڑانیوالا

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا

نہ تھا یہ اس لئے کہ آتے تھے ان کے پاس رسول واضح دلیلوں کے ساتھ تو وہ کفر کرتے

فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ

تھے پس ان کو اللہ نے پکڑ لیا وہ طاقتور سخت عذاب والا ہے اور تحقیق ہم

أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٢٤﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَ

نے بھیجا موسیٰ کو اپنی آیات کے ساتھ اور واضح معجزہ کے ساتھ فرعون

هَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا جَاءَهُم

ہامان اور قارون کی طرف تو انہوں نے کہا یہ جادوگر اور جھوٹا ہے پس جب وہ ان کے پاس

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ ۔ اگرچہ حضرت موسیٰ پوری قوم پر مبعوث برسالت ہوئے تھے لیکن یہاں صرف فرعون ہامان اور قارون کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ پوری قوم میں سردار تھے ہامان وزیر اعظم اور قارون وزیر خزانہ تھا۔ قَالُوا اقْتُلُوا (صفحہ ۱۴۸)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کا دو دفعہ حکم دیا تھا پہلی دفعہ جب نجومیوں نے اس کو خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا۔ دوسری دفعہ جب حضرت موسیٰ عہدہ رسالت پر فائز ہو کر تبلیغ کے لئے تشریف لائے تو فرعون نے دوبارہ حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل کے پیدا ہونے والے لڑکوں کو قتل کر دو تاکہ ان کی تعداد

Presented by www.ziaraat.com

ہیں اضافہ نہ ہو ورنہ فوجی طاقت بڑھا کر سلطنت میں انقلاب کی کوشش کریں گے۔ اور خدمت گذاری کے لئے ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھو لیکن فرعون کے اس حکم کی تعمیل نہ ہو سکی کیونکہ خداوند کریم نے قوم فرعون پر خون بینڈک طوفان اور مکڑی کے یکے بعد دیگرے عذاب بھیج دیئے جن کا تذکرہ پہلے جلد ۶ صفحہ میں کیا جا چکا ہے۔ اور اسی کے متعلق فرماتا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کو یہ تجویز نہ بچا سکی اور آخر کار اللہ کا فیصلہ اُن پر مسلّط ہو کے رہا۔

بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

حق لایا ہماری جانب سے تو کہنے لگے قتل کرو ان لوگوں کے بچوں کو جو اس پر ایمان لائے اور

وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ ۚ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي

زندہ رکھو ان کی بچیوں کو اور نہیں تھی تجویز کافروں کی مگر ناکامی

ضَلَالٍ ﴿٢٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَ

میں اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑو کہ میں موسیٰ کو قتل کردوں وہ

لْيَدْعُ رَبَّهُ ۖ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ

بلائے اپنے رب کو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تمہارا دین نہ تبدیل کر دے یا زمین میں

فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ ﴿٢٦﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي

فساد برپا نہ ہو جائے اور موسیٰ نے کہا میں اپنے رب اور تمہارے رب کی

وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾

پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے متکبر سے جو یوم حساب پر یقین نہیں رکھتا

أَقْتُلْ مُوسَىٰ۔ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے فرعون کے دربار میں پہنچ کر دلائل توحید پیش کئے تو چونکہ فرعون کے پاس ان کا کوئی جواب نہ تھا۔ پس جس طرح دلیل کا جواب دینے سے عاجز آجانے والے ہر غلط کار کا آخری حربہ تشدد ہوا کرتا ہے۔ فرعون نے بھی اسی حربہ کو استعمال کرنا چاہا جس طرح حضرت ابراہیمؑ کی دلیلوں کے جواب سے عاجز آکر نمرود نے اُن کو سزائے موت سنادی تھی۔ اور زندہ آگ میں ڈال دیا تھا۔ فرعون نے بھی اپنے مشیروں سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی سزائے موت کے متعلق مشورہ چاہا کہ میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں اور ازراہِ تکبر کہا کہ وہ بے شک جس خدا کا ہمیں پیغام سناتا ہے اُس کو بلائے مجھے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ اس کو زندہ چھوڑنے سے پورے ملک کو خطرہ لاحق ہے کہ یا تو ان کے نظریات کا پرچار عام ہوگا اور لوگ ان کے دلائل کو سن کر اپنا آبائی مذہب چھوڑتے ہوئے ان کے ہمنوا ہوتے جائیں گے۔ اور ہمارا آبائی دین ختم ہو جائے گا اور اگر ان کی مذہبی تقریروں اور دینی سرگرمیوں

Presented by www.ziaraat.com

پر پابندی عائد کر دی جائے تو پھر دوسرا خطرہ یہ ہے کہ ان کی اپنی قوم اُن کے ہمنوا ہو کر ممکن ہے ہمارے خلاف اعلانِ جنگ کر دے اور یہ دونو صورتیں ہماری حکومت کے لئے باعثِ انقلاب ہو سکتی ہیں لیکن فرعون کے مشیروں نے موسٰے کے قتل کو جلد بازی قرار دے کر بادشاہ کی تجویز مسترد کر دی کہ ان کو قتل کرنے میں اُن کے پیش کردہ شبہات کو مزید تقویت پہنچے گی اور لوگوں کے دلوں میں اس کی بے گناہی کے قتل سے اس کی ہمدردیاں پیدا ہوں گی اور مذکورہ خطرات سے دوچار ہونے کا امکان رفع نہ ہوگا لہذا زیادہ مناسب یہ ہے کہ ان کو مہلت دی جائے اور اپنے ملک کے ماہر جادوگروں اور فن کاروں کو دعوت مقابلہ دی جائے تاکہ برسرِ عام ان کے جھوٹ اور جادو کا پول کھل جائے پس فرعون نے یہ تجویز منظور کر لی۔

تفسیر برہان میں ائمہ طاہرین علیہم السّلام سے منقول ہے کہ فرعون کے مشیروں میں سے حرامزادہ کوئی نہ تھا بلکہ سب حلال زادہ تھے۔ اگر ان میں کوئی حرامزادہ ہوتا تو ضرور فرعون کو موسٰے کے قتل کا مشورہ دیتا کیونکہ انبیاء اور اولادِ انبیاء کو صرف اولادِ زنا ہی قتل کیا کرتے ہیں۔ اور منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قتل کا مشورہ نمرود کے مشیروں نے دیا تھا اور وہ سب حرامزادے تھے۔ اور جناب پیغمبرؐ سے حدیث صحیح میں منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام سے بغض وہی رکھے گا جو حرامزادہ ہوگا۔ گویا انبیاء و اولیاء کے دشمن حلال زادے نہیں ہوتے بلکہ حرامزادے ہوتے ہیں۔

مومن آلِ فرعون

رکوع ۶ ع ۹۔ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ مومن آلِ فرعون۔ فرعون کا چچازاد تھا۔ اور حضرت موسٰے پر ایمان لایا تھا۔ اور یہی وہ شخص ہے جو شہر کے پرلے کنارے سے دوڑ کر آیا اور حضرت موسٰے کو اطلاع دی۔ اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ۔ یعنی سردارانِ قوم تجھے قتل کرنا چاہتے ہیں پس حضرت موسٰے مصر سے بھاگ کر مدین کی طرف آگئے تھے۔ اور بعض نے تو یہ بھی کہا ہے کہ یہ فرعون کا ولی عہد تھا اور اس کا نام حبیب یا حزقیل تھا۔ اور تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ فرعونی حکومت میں یہ شاہی خزانے کا انچارج تھا اور پورے چھ سو برس تک ایمان کو چھپاتا رہا۔ اور امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرعون کا ماموں زاد تھا۔ پس نسبت کے لحاظ

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗۤ

اور کہا مرد مومن نے آلِ فرعون میں سے جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ

کیا تم مارتے ہو ایسے مرد کو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ لایا ہے تمہارے پاس واضح دلیلیں

سے یہ آلِ فرعون سے تھا نہ کہ دین کے لحاظ سے اور ہم نے آل کی تحقیق جلد ۶ ص ۶۶ پر بیان کی ہے۔

حضرت رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ صدیق تین ہیں (۱) حبیب نجار مومن آلِ یٰسین (۲) مومن آلِ فرعون حزقیل (۳) حضرت علی بن ابی طالب اور یہ اُن سے افضل ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

اَنۡ يَّقُوۡلَ یہ تَقۡتُلُوۡنَ ۔ کا مفعول لہ ہے یعنی اس کے قتل کی تمہارے نزدیک وجہ جواز صرف یہ ہے کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اگر اَنۡ يَّقُوۡلَ کے بجائے قَائِلًا ہوتا تو یہ معنی نہ نکل سکتا۔

مِنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ وَاِنۡ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيۡهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنۡ يَّكُ

اپنے رب کی طرف سے اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اسی پر ہوگا اپنے جھوٹ کا وبال اور اگر وہ سچا ہوگا

صَادِقًا يُّصِبۡكُمۡ بَعۡضُ الَّذِىۡ يَعِدُكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

تو پہنچے گا تمہیں بعض وہ جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہے تحقیق اللہ نہیں ہدایت کرتا

يَهۡدِىۡ مَنۡ هُوَ مُسۡرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۹﴾ يٰقَوۡمِ لَـكُمُ

اس کو جو حد سے تجاوز کرنے والا جھوٹا ہو اے قوم آج زمین

الۡمُلۡكُ الۡيَوۡمَ ظٰهِرِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ فَمَنۡ يَّنۡصُرُنَا

میں غالب ہونے کی حیثیت سے تمہاری حکومت ہے تو کون ہماری مدد کرے گا

مِنۡۢ بَاۡسِ اللّٰهِ اِنۡ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرۡعَوۡنُ مَاۤ اُرِيۡكُمۡ اِلَّا

اللہ کے عذاب سے اگر ہم پر آیا فرعون نے کہا میں تم کو وہی کچھ سمجھاتا ہوں جو

مَاۤ اَرٰى وَمَاۤ اَهۡدِيۡكُمۡ اِلَّا سَبِيۡلَ الرَّشَادِ ﴿۳۰﴾

میں خود سمجھا ہوں اور میں نہیں رہبری کرتا تمہاری مگر درست راستے کی

وَقَالَ الَّذِىۡۤ اٰمَنَ يٰقَوۡمِ اِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ

اور اس نے کہا جو ایمان لا چکا تھا اے قوم میں ڈرتا ہوں تم پر

قَالَ الَّذِیۡ ۔ یعنی مومن آل فرعون نے پہلے ان کو نرم اور قابل قبول لہجہ میں توحید پروردگار میں غور و فکر کی دعوت دی اور یہ بھی سمجھایا کہ اگر وہ معاذاللہ جھوٹا ہے تو اس کو جھوٹ کی خود بخود سزا مل جائے گی اور اگر سچا ہے تو تم کو اس کی پیشین گوئی کے ماتحت عذاب نصیب ہوگا۔ اس جگہ اپنی قوم کو انبیاء کی مخالفت کرنے والی قوموں کے انجام بد سے نصیحت حاصل کرنے کی دعوت دے رہا ہے کہ مبادا تم پر بھی وہ عذاب آئے جو ان پر آیا تھا اور یوم الاحزاب میں یوم کا معنی دن نہیں بلکہ مجمع البیان میں ہے کہ یوم کا معنی نعمت اور محنت بھی ہوا کرتا ہے اور یہاں مراد محنت ہے یعنی ان جماعتوں پر جو عذاب آیا تھا مجھے تم پر بھی اسی قسم کے عذاب کا خطرہ ہے۔

مِثۡلَ دَاۡبِ ۔ یہ پہلے مثل سے بدل ہے یعنی قوم نوح اور قوم عاد و ثمود کا انجام دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ اور ان کے بعد دوسری وہ قومیں جو نبیوں کی تکذیب کرتی رہیں ان کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرو اور ان کا انجام بد

Presented by www.ziaraat.com

اللہ کی طرف سے ظلم نہیں تھا بلکہ اُن کے اپنے کردارِ بد کا بدلہ تھا۔

مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ (٣١) مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ

(سابقہ) قوموں کے عذاب کی طرح مثلاً قوم نوح قوم عاد اور قوم

وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ

ثمود (کے عذاب کی طرح) اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے اور اللہ بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا

(٣٢) وَيَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ (٣٣) يَوْمَ

اور اے قوم! میں ڈرتا ہوں تم پر شور و پکار (قیامت) کے دن سے جس دن

تُوَلُّونَ مُدْبِرِينَ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ

تم پشت دکھا کر پیچھے بھاگو گے (عذاب سے) کہ تمہیں کوئی نہ ہوگا اللہ سے بچانیوالا اور جس کو

يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (٣٤) وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ

اللہ گمراہی میں چھوڑ دے اُسے کون ہدایت کر سکتا ہے؟ اور تحقیق تمہارے پاس یوسف آیا

مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ

اس سے پہلے واضح دلیلوں کے ساتھ تو تم ہمیشہ شک میں رہے اس کے متعلق جو تمہارے

بِهِ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ

پاس لایا یہاں تک کہ جب وہ چل بسا تو تم کہنے لگے کہ اس کے بعد خدا کسی کو رسول بنا کر نہ

رَسُولًا كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُرْتَابٌ (٣٥)

بھیجے گا اسی طرح گمراہی میں چھوڑتا ہے اللہ ہر اس شخص کو جو راہِ حق سے تجاوز کرنیوالا شکی ہو

يَوْمَ التَّنَادِ۔ یعنی دنیاوی عذاب کے بعد مجھے تمہارے متعلق یوم قیامت کے عذاب کا بھی خطرہ ہے جس دن دوزخی لوگ ایک دوسرے کو ویل و شور سے خطاب کریں گے یا یہ کہ دوزخی بہشتیوں سے کہیں گے کہ ہمیں کچھ پانی وغیرہ دو اور بہشتی اُن سے کہیں گے بتاؤ کیسی گذر رہی ہے۔ دنیا میں تم لوگ ہم کو ذلیل سمجھتے تھے۔ تنادی باب تفاعل ہے جس کا معنی ایک دوسرے کو پکارنا ہے۔

تُوَلُّوْنَ۔ یعنی دوزخی لوگ ایک دفعہ تو دوزخ کو دیکھ کر پیچھے بھاگنے کی کوشش کریں گے لیکن ان کی کوشش سود مند نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ وہ دوبارہ آگ میں دھکیل دیئے جائیں گے۔

جَآءَکُمْ یُوْسُفُ ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے زمانہ کا فرعون اور موسٰےؑ کا فرعون ایک

Presented by www.ziaraat.com

تھا۔ اور ممکن ہے اولاد کی طرف ان کے بزرگوں کا قصہ منسوب ہو۔ جس طرح موجودہ بنی اسرائیل کی طرف گذشتہ بنی اسرائیل کے حالات منسوب کئے گئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ یوسف حضرت یوسف بن یعقوب کا پوتا تھا یعنی یوسف بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب (مقتنیات الدرر)

مومن آلِ فرعون نے ان کو اپنے بزرگوں کا حوالہ دیا کہ قوم قبط کی طرف اس سے پہلے حضرت یوسف رسول بنا کر بھیجے گئے تو تم نے یعنی تمہارے بزرگوں نے ان کی بھی تکذیب کی تھی۔

حضرت یوسفؑ کی پیشین گوئی

تفسیر برہان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت رسالت مآبؐ سے نقل فرمایا کہ حضرت یوسف نے بوقتِ وفات اپنے تمام خاندان کے افراد کو اکٹھا کر کے پروردگار کی حمد و ثنا بیان کی اور ان کو آنے والی سختیوں اور مصیبتوں سے مطلع فرمایا اور یہ بھی پیشنگوئی کی کہ تمہارے لڑکوں کو قتل کیا جائے گا۔ اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑا جائے گا یہاں تک کہ لاوی بن یعقوب کی اولاد سے اللہ ایک قائم کو ظاہر کرے گا جو لمبی قد اور گندمی رنگ کا ہو گا۔ اور اس کے بعد اس کے باقی اوصاف بھی بیان فرمائے پس ان لوگوں نے وہ وصیت نامہ اپنے پاس محفوظ کر لیا اور زمانۂ غیبت شروع ہو گیا یہاں تک کہ چار سو سال گذر گئے پھر جب اُن لوگوں کو ان کی ولادت کی خبر پہنچی تو اُن کے مصائب میں اور اضافہ ہو گیا۔ پس اُنہوں نے اس عالم و فقیہ کو تلاش کیا جو ان کو حضرت قائم کے حالات بیان کرتا تھا اور وہ اپنا غم غلط کرتے تھے اور بدلتے ہوئے حالات میں وہ بھی روپوش ہو گیا تھا۔ اُنہوں نے عرض کی ان مشکلات و مصائب میں آپ ہی کا دم ہماری زندگیوں کا سہارا تھا کہ آپ کی باتوں سے ہم اپنا دل بہلا لیا کرتے تھے

الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ
جو لوگ جھگڑا کرتے ہیں اللہ کی آیات میں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس ہو سخت
مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ
موجب غضب ہیں اللہ کے نزدیک اور ان کے نزدیک جو ایمان لائے اسی طرح اللہ ہر ظالم متکبر کے
عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۶﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰـ
دل پر مہر لگا دیتا ہے اور فرعون نے کہا اے
هَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۷﴾ اَسْبَابَ
ہامان تعمیر کر میرے لئے ایک محل تاکہ پہنچ جاؤں میں اسباب تک آسمانوں کے
السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ
اسباب تک پس جھانک کر دیکھوں موسیٰ کے خدا کو اور میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے

Presented by www.ziaraat.com

اگر آپ ہمیں اسطرح چھوڑ جائیں تو ہمارا ٹھکانہ کیا ہوگا ؟ پس وہ عالم ان کو ایک جنگل میں لایا اور آنے والے قائم کے صفات کو بیان کرنا شروع کیا وہ رات چاندنی تھی اچانک حضرت موسیٰ فرعون کے محل سرا سے نکل کر سیر و تفریح کی خاطر اپنے ہمراہ آنے والے سرکاری ملازمین سے علیحدہ ہو کر اُن کے پاس سے آگذرے جب کہ ایک خچر پر سوار تھے اور ایک پشمینہ زیب تن تھا۔ جونہی اس عالم کی آپ پر نظر پڑی تو شکل و اوصاف سے پہچان گیا۔ پس ازراہِ تعظیم کھڑا ہوا اور اُن کے قدموں کو بوسہ دیا اور آپ کی زیارت سے مشرّف ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ یہ دیکھتے ہی تمام بنی اسرائیل نے شرفِ قدم بوسی حاصل کیا۔ حضرت موسیٰ نے صرف اسی قدر فرمایا کہ میں اللہ سے پُرامید ہوں کہ مستقبل قریب میں وہ تمہارے مصائب کو دُور کرے گا۔ پس آپ چلے گئے اور غیبت کا زمانہ شروع ہو گیا کیونکہ (قبطی کے قتل کے بعد) آپ کو وہاں سے ہجرت کر کے مدین کی طرف آنا پڑا اور حضرت شعیب کے پاس کافی عرصہ تک رہے اور یہ غیبت پہلی غیبت سے بھی سخت تر تھی جو ۵۲ برس جاری رہی اور بنی اسرائیل کا وہ عالم و فقیہ بھی مصلحتِ وقت کے ماتحت گوشۂ عزلت و تنہائی میں گمنامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گیا چنانچہ حالات سے تنگ آکر بنی اسرائیل نے ان کی خدمت میں گذارش کی کہ کم از کم آپ تو ہمیں اپنی زیارت سے محروم نہ فرمائیں۔ پھر وہ اُن کو لے کر ایک جنگل میں آیا اور اُن کو تسلی دی کہ اب وہ وقت قریب آن پہنچا ہے اور مجھے اللہ نے وحی کی ہے کہ وہ چالیس برس کے بعد تمہاری مصیبت کو دُور کر دے گا۔ وہ لوگ جو مصائب مشکلات کی چکیوں میں پس پس کر تھک چکے تھے چالیس برس کے بعد مصائب سے نجات کی خبر سُن کر بھی اُن کی ڈھارس بندھی اور انہوں نے اپنے اچھے مستقبل کی خوش خبری سُن کر بیک زبان شکرِ پروردگار زبان پر جاری کیا تو خدا نے اس عالم پر وحی کی کہ ان کے شکر کے صدقہ میں مَیں نے ان کی انتظار کے دس برس کم کر دیئے ہیں۔ اب تیس برس انتظار کے باقی ہیں۔ جب اُس عالم نے اُن کو یہ دوسرا مژدہ سنایا تو انہوں نے اللہ کی نعمت کا مزید شکر ادا کیا۔ پس خدا نے وحی کی کہ میں نے دس اور کم کر دئے ہیں انہوں نے خوش خبری سُن کر کہا کہ ہمیں اللہ سے خیر کی ہی توقع ہے پس خدا نے وحی کی کہ میں نے دس برس اور کم کر دئیے ہیں اب صرف ۱۰ سال باقی ہیں تو انہوں نے اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ واقعی اللہ ہی مصائب و مشکلات کو ٹال سکتا ہے تو خدا نے وحی کی کہ میں نے ان کے انتظار کا وقفہ بالکل ختم کر دیا ہے لہذا تم کو مبارک ہو کہ تمہاری مشکل ختم ہو گئی۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک گدھے پر سوار حضرت موسیٰ پہنچ گئے۔ ابھی وہ فقیہ حضرت موسیٰ کے علائم بتانے والے ہی تھے کہ آپ اچانک ظاہر ہو گئے اور آتے ہی سلام کہا۔ اُس عالم نے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے ؟ آپ نے فرمایا میں موسیٰ ہوں۔ اُس عالم نے سوال کیا آپ کے والد ماجد کا کیا نام ہے ؟ تو آپ نے جواب دیا عمران بن فاہث بن لاوی بن یعقوب تو عالم نے پھر دریافت کیا کہ آپ کیا لائے ہیں ؟ تو انہوں نے جواب دیا اللہ کی طرف سے پیغامِ رسالت لایا ہوں۔ پس اُس عالم نے کھڑے ہو کر آپ کی قدمبوسی کی اور اس وقت سے فرعون کے غرق ہونے کے زمانہ تک چالیس برس کا فاصلہ تھا۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السّلام نے بوقتِ وفات تمام اولادِ یعقوب کو جمع کر کے پیشین گوئی کی تھی کہ تم پر قبطیوں کی طرف سے سخت مصائب آئیں گے۔ اور حضرت یعقوب کی اولاد سے موسیٰ بن عمران

کی بدولت ہی تمہاری مشکل کشائی ہوگی۔ اُس وقت اُن کی تعداد اسی ۸۰ تھی۔ اور لوگوں نے اپنی اولادوں کا نام عمران اور پھر موسیٰ رکھنا شروع کردیا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کی آمد سے پہلے پچاس چھوٹے موسیٰ بن عمران گذر چکے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مردِ آزاد کسی قیمت پر بھی اپنی آزادی کو فروخت نہیں کیا کرتا۔ اور شریف ہر حال میں شریف رہتا ہے۔ چنانچہ ہر مصیبت کا ہنس مکھی سے استقبال کرنا اور آنے والے حوادث کے سامنے نہ جھکنا اور اپنی خودداری پر قائم رہنا جوانمرد آزاد منش انسان کا دستور زندگی ہے۔ خواہ اُسے قید و بند کی صعوبتوں سے ہی کیوں نہ دوچار ہونا پڑ جائے۔ دیکھئے مظلومیت اور غلامی اور اسیری کے پے در پے مصائب کے باوجود بھی حضرت یوسف کی مستقل مزاجی میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ نیز کنوئیں کی ظلمت اور جنگل کی وحشت ان کے عزم صمیم کو متزلزل نہ کرسکی۔ یہاں تک کہ مصائب کے بادل چھٹ گئے اور آزمائش کی گھڑیاں کٹ گئیں اور آخر کار زندان کی کالی کوٹھڑی سے نکل کر شاہی تخت پر جلوہ افروز ہوگئے۔ اور جس نے غلام کرکے خریدا تھا وہ خود غلام نظر آیا اور آپ سلطانِ وقت کی حیثیت سے کرسئ اقتدار کے مالک ہوگئے۔ پس اسی طرح صبر کا انجام بخیر ہوا کرتا ہے پس تم لوگ صبر کرو اور اپنی طبیعتوں کو صبر کا عادی بناؤ۔ تاکہ اس کے اجر کے حق دار قرار دئے جاؤ۔

وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ

اور اسی طرح مزین ہوا فرعون کے لئے اُس کا برا عمل اور راہِ حق سے وہ منحرف

السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾

ہوا اور نہ تھی فرعون کی تجویز مگر ناکام

وَقَالَ فِرْعَوْنُ۔ جب مومن آلِ فرعون یعنی حضرت حزقیل نے قوم کو نصیحت کی اور سابقہ اُمتوں کے واقعات سے عبرت دلائی کہ قوم نوح و قوم عاد و ثمود اور بعد والی قوموں کے انجام بد کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرو۔ اور پھر حضرت یوسف کی وصیت اور پیشین گوئی کا بھی تذکرہ کیا تاکہ فرعون کا حضرت موسیٰ کے متعلق قتل کا ارادہ تبدیل ہوجائے۔ پس فرعون یہ سب کچھ سُننے اور اس کی حقیقت کو سمجھنے کے باوجود اپنی قوم کو دھوکے میں رکھنے کے لئے اور حزقیل کی بات کا اثر مٹانے کے لئے ہامان سے خطاب کرکے کہنے لگا کہ تم میرے لئے ایک پختہ عالی شان اور بلند محل تعمیر کرو تاکہ میں اُوپر جاکر موسیٰ کے خدا کی حقیقت معلوم کروں۔ اور اُن اسباب تک رسائی حاصل کرلوں جو آسمانوں تک پہنچنے کے ذرائع ہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ موسیٰ جھوٹا دعویٰ کرتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت فرعون جانتا تھا کہ نہ خدا دیکھنے کی چیز ہے اور نہ آسمانوں پر سیڑھیوں کے ذریعے سے چڑھا جاسکتا ہے اور کوئی چڑھ بھی جائے تو خدا آسمانوں پر موجود نہیں ہے یہ سب کچھ جاننے کے باوجود عوام الناس کو دھوکہ دینے اور اُن پر اپنی گرفت کو مضبوط کرنے کے لئے یہ ایک بہانا بنانا تھا کہ میں خود جاکر پتہ کرتا ہوں کہ میرے علاوہ کون ہے جس کو موسیٰ خدا کہتا ہے۔ پس شیطان نے فرعون کے لئے اُس کا کردار مزین کیا ہوا تھا اور اس قسم کے ناجائز ہتھکنڈوں سے عوام پر اپنا اقتدار قائم کئے ہوئے تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

رکوع ۱۱ ۔ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ ۔ فرعون کی بات کا جہال پر اچھا خاصہ اثر ہوا تو انہوں نے مومن آل فرعون کو بھی اپنے مسلک میں شامل ہونے کی دعوت دی اور حزقیل ظاہر طور پر قوم فرعون کے ہم خیال تھا اور باطن میں مومن تھا اور فرعون کی عدم موجودگی میں لوگوں کو نصیحت کرتا تھا

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ (۳۹)

کہا اُس نے جو ایمان لایا اے قوم! میری اتباع کرو تاکہ میں تمہیں ہدایت کروں نیکی کے راستے کی

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ

اے قوم یہ دنیاوی زندگی صرف (معمولی) منفعت ہے اور بے شک آخرت ہمیشہ رہنے کا

دَارُ الْقَرَارِ (۴۰) مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ

گھر ہے جو کرے برائی تو نہ جزا پائے گا مگر اس جیسی اور جو کرے

عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ

نیکی مرد ہو یا عورت اور ہو بھی مومن تو ایسے لوگ جنت میں داخل

الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (۴۱) وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ

ہوں گے اور بے حساب رزق دئے جائیں گے اور اے قوم تعجب ہے کہ میں تم کو نجات

اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ (۴۲) تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ

کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور

اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ

اس کے ساتھ شریک کروں ایسی چیز کو جس کا مجھے علم نہیں اور میں تم کو بلاتا ہوں طرف اللہ کے جو

الْغَفَّارِ (۴۳) لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ

غالب اور بخشنے والا ہے یقیناً جس کی طرف مجھے تم بلاتے ہو اس کو دعوت دینے کا کوئی حق نہیں نہ

پس جب لوگوں نے حزقیل سے فرعون کی چالاکی اور چالبازی کا ذکر کیا جس کو وہ حقیقت سمجھ رہے تھے، تو انہوں نے پھر اپنی نصیحت دہرائی کہ تم میری بات مانو کہ میں تم کو نجات کے راستے کی ہدایت کرتا ہوں اور تم باطل اور لغو باتوں کی طرف کان نہ دھرو پس اس چند روزہ زندگی کی منفعت پر آخرت کی دائمی زندگی کو ترجیح دو۔

لَا جَرَمَ ۔ مومن آل فرعون نے قبطیوں سے کہا کہ جس چیز کی عبادت کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو یعنی بت پرستی یا فرعون پرستی ان کو اپنی عبادت کی طرف دعوت دینے کا کوئی حق نہیں ہے یا یہ کہ ان کی دعوت عبادت نہ دنیا میں فائدہ مند ہے اور نہ آخرت میں پس گویا کہ ان کی دعوت دعوت نہیں ہے بلکہ دعوت کا حق صرف اس ذات کو ہے جس کی طرف ہماری بازگشت ہے اور وہ اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں

Presented by www.ziaraat.com

ہے۔ اور اب اگرچہ میری نصیحتوں کا تم اثر نہیں لیتے لیکن ایک وقت آئے گا جب تم میری باتوں کو یاد کرو گے۔

فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ

دنیا میں اور نہ آخرت میں (اسکی دعوت کوئی دعوت نہیں) اور بیشک ہماری بازگشت اللہ تک ہے

الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ﴿٤٣﴾ فَسَتَذْكُرُونَ مَا

اور تحقیق راہِ حق سے تجاوز کرنیوالے اصحاب نار ہیں پس تم بھی یاد کرو گے جو میں تم کو

أَقُولُ لَكُمْ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ

کہتا ہوں اور میں سونپتا ہوں اپنا معاملہ اللہ کو تحقیق اللہ بندوں پر

بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾ فَوَقَاهُ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا وَحَاقَ

آگاہ ہے پس اس کو بچا لیا اللہ نے ان تکلیفوں سے جو انہوں نے تجویز کی تھیں اور

بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا

گھیر لیا آلِ فرعون کو (عزقابی کے) برے عذاب نے آگ پر پیش کئے جاتے ہیں

غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ

صبح اور شام اور جب قائم ہو گی قیامت (تو کہا جائیگا) داخل کرو آل فرعون کو

فَوَقَاهُ اللَّهُ - جب حضرت حزقیل نے اپنی نصیحت کے آخر میں فرمایا افوض امری الی اللہ یعنی میں اپنے معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں تو اب تک جو اس نے تقیہ کیا ہوا تھا اس کا راز فاش ہو گیا اور فرعون کی رعایا کو پتہ چل گیا کہ یہ فرعون کے بجائے اللہ ہی کو اپنا رب تسلیم کرتا ہے اور اُسی کی توحید کا قائل ہے پس فوراً دربار فرعون میں پہنچے اور حزقیل کے ایمان کی رپورٹ کی تو حزقیل بھی اعلانیہ طور پر حضرت موسیٰؑ کی قوم میں شامل ہو گیا اور جب آپ نے قوم کو روانگی کا حکم دیا تو وہ بھی ساتھ تھا اور باقی قوم کے ہمراہ پانی سے پار ہو گیا۔ اور فرعون کا لشکر فرعون سمیت غرق ہو گیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ فرعون کی جانب سے مومن آلِ فرعون کے لئے سزائے موت کا حکم ہوا تو بھاگ کر پہاڑ کے دامن میں چلا گیا۔ فرعون نے اس کی گرفتاری کے لئے اپنے دو نمایندے سپاہی بھیجے جب وہ پہنچے تو دیکھا حزقیل نماز میں مشغول ہے اور تمام وحشی جانور اس کے گرد پہرہ داری کے فرائض انجام دے رہے ہیں پس ان کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہو سکی اور ناکام واپس پلٹے۔

اور تفسیر نور الثقلین میں بروایت احتجاج طبرسی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل روایت میں

Presented by www.ziaraat.com

منقول ہے کہ فرعون کے سامنے مومن آلِ فرعون حضرت حزقیل کے متعلق رپورٹ پہنچی تو فرعون نے جواب دیا وہ میرا چچا زاد اور میرے ملک پر میرا خلیفہ اور میرا ولی عہد ہے اگر اس کے متعلق یہ جرم ثابت ہو جائے جو تم کہتے ہو تو وہ بے شک سخت سزا کا مستحق ہوگا لیکن اگر تمہاری رپورٹ غلط ثابت ہوئی تو تم کو سخت ترین سزا دی جائے گی چنانچہ حضرت حزقیل کی دربار فرعون میں طلبی ہوئی تو آپ نے فرعون کو خطاب کرتے ہوئے پوچھا کہ بتائیے آپ نے کبھی مجھے جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟ فرعون نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا ان سے دریافت کیجئے کہ تمہارا رب کون ہے؟ کہنے لگے فرعون۔ تمہارا خالق کون ہے؟ انہوں نے کہا فرعون! تمہارا رازق کون ہے؟ کہا فرعون! تمہاری زندگی میں تمہارا کارساز اور مصیبتیں رفع کرنے والا کون ہے؟ انہوں نے کہا فرعون۔ پس حضرت حزقیل نے کہا اے بادشاہ میں تجھ کو اور تیری تمام رعایا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو ان کا حقیقی رب ہے وہی میرا ہے جو ان کا حقیقی خالق ہے وہی میرا ہے جو ان کا رازق وہی میرا ہے اور جو ان کا کارساز وہی میرا ہے پس میرا ان کے رب کے علاوہ کوئی رب ہے نہ ان کے خالق کے سوا کوئی خالق ہے اور نہ ان کے رازق کے سوا کوئی رازق ہے اور میں تجھے اور تمام حاضرین مجلس کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ان کے حقیقی رب اور خالق و رازق کے علاوہ کوئی کسی اور کو رب یا خالق یا رازق کہے میں اُس سے بیزار ہوں اور اس کی ربوبیت سے متنفر ہوں۔ اور اس کی اُلوہیت کا منکر ہوں۔ اور ان تمام مقامات پر حزقیل کے اعتقاد میں چونکہ ان کا حقیقی رب خالق و رازق صرف اللہ ہی تھا لہٰذا حزقیل نے خدائے حقیقی کی ربوبیت کا ہی اقرار کیا اور یہ نہیں کہا کہ جس کو وہ رب کہتے ہیں میرا وہی رب ہے۔ (بلکہ یہ کہا کہ جو ان کا رب ہے وہ میرا رب ہے) اور اس مطلب کو فرعون یا فرعون کے ہم پایہ لوگ یا رعایا نہیں سمجھتے تھے پس جونہی مومن آلِ فرعون کا بیان ختم ہوا تو فرعون نے رپورٹ کرنے والوں پر عتاب کی بارش کر دی کہ تم لوگ ملک میں فساد کا بیج بونے والے اور میرے اور میرے چچازاد کے درمیان پھوٹ ڈالنے والے ہو لہٰذا تم ہی سنگین ترین سزا کے حق دار ہو پس ان کے ہاتھوں پاؤں اور سینوں میں لوہے کے کیل ٹھونسے گئے اور اُن کا گوشت اُن کے زندہ بدنوں سے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا اور اسی کے متعلق ارشاد قدرت ہے کہ اللہ نے حزقیل کو اُن کے تجویز کردہ عذاب سے بچا لیا اور حزقیل پر چغلی کھانے والے فرعونیوں کو سخت عذاب نے گھیر لیا۔

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ [۱۵۱] یعنی فرعون اور قومِ فرعون کو عالمِ برزخ میں صبح و شام عذاب میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ اور اس سے قیامت کا عذاب مراد نہیں ہے۔ کیونکہ قیامت کے عذاب میں صبح اور شام نہیں بلکہ متواتر اور مسلسل وہاں عذاب ہوگا اور آیتِ مجیدہ میں اِسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب قیامت ہوگی تو حکم دیا جائے گا کہ فرعون کی قوم کو سخت ترین عذاب میں داخل کیا جائے۔

یَتَحَاجُّوْنَ [۱۵۸] یعنی کفار جہنم میں پہنچیں گے تو غریب طبقہ کے لوگ جو سردارانِ قوم کے ڈر سے اسلام کو قبول نہ کر سکے تھے اُن کا اور امیر طبقہ کا آپس میں جھگڑا ہوگا۔ غریب طبقہ کے لوگ اُن سے کہیں گے کہ ہم تمہاری وجہ سے شرک کرتے تھے اور تمہارے ڈر سے ہم اسلام کو قبول نہ کر سکے تھے لہٰذا تم ہم سے عذاب کا حصہ لو تاکہ ہم سے کچھ تخفیف ہو، تو امیر و سردار کہیں گے کہ ہم سب کے سب

Presented by www.ziaraat.com

اسی آگ میں جل رہے ہیں۔ اور اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے اگر ہم تم سے تخفیف کر سکتے تو اپنا عذاب کم نہ کر لیتے۔ جب ایک دوسرے کی مدد سے مایوس ہوں گے تو جہنّم کے دربانوں سے عرض کریں گے کہ خدا کی بارگاہ میں ہماری سفارش کرو کہ وہ کسی دن ہم سے عذاب کی تخفیف کر دے تو خازنین جہنّم ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نمایندگی کرنے والے رسول نہیں پہنچے تھے جو تم کو اس آگ کے عذاب سے ڈراتے؟ تو یہ جواب دیں گے کہ بے شک اللہ کے نمایندے رسول ہمیں دوزخ سے ڈرانے کے لئے آئے تھے لیکن ہم نے اپنے ضد و عناد کی وجہ سے اپنی ہٹ دھرمی نہیں چھوڑی تھی۔ اور سچی بات ہے کہ دنیا میں جنّت کے ٹھیکہ دار لوگ عوام النّاس کو کلمہ حق کے قبول کرنے سے روکتے ہیں اور ان کو مشرکانہ عقائد کی تعلیم دیکر اُن کے نعروں سے خوش

اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٧﴾ وَاِذْ يَتَحَاجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ

سخت عذاب میں — اور جب جھگڑا کریں گے آگ میں — پس کہیں گے

الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ

کمزور اُن کو جو متکبّر تھے — کہ تحقیق ہم تو تمہارے پیچھے لگے تھے — کیا تم

مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿٤٨﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا

اپنے ذمہ لے سکتے ہو آگ کا ایک حصہ ہم سے — تو کہیں گے وہ جو "تکبّر" کرنے والے تھے

اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٩﴾ وَقَالَ

ہم سب اسی میں ہیں — تحقیق اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے — اور کہیں گے

الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا

دوزخ میں جلنے والے جہنم کے دربانوں کو کہ پکارو اپنے رب کو کہ ہم سے ایک دن تو عذاب کی

يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٥٠﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ

تخفیف کر دے — وہ کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلیلیں لے کر

بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا

نہیں پہنچے تھے؟ تو وہ کہیں گے ہاں پہنچے تو تھے تو کہیں گے پس خود ہی پکار لو اور کافروں کا پکارنا بے نتیجہ

فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٥١﴾ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ہی ہوگا — یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائیں

ہوتے ہیں اور اپنی جیبوں کو گرم کر لیتے ہیں لیکن اس وقت اُن کو سمجھ آئے گی جب جہنّم میں اُن کا آپس میں جھگڑا ہوگا اور فرشتے کہیں گے اب بے شک واویلا کرتے رہو تمہیں ذرہ بھر فائدہ نہیں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

رکوع ۱۱ اِنَّا لَنَنْصُرُ - خدا فرماتا ہے کہ ہم رسولوں کی اور مومنوں کی دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور قیامت کے دن بھی مدد کریں گے۔ دنیا میں اُن کی مدد کے کئی طریقے ہیں مثلاً تائید غیبی - جرأتِ قلبی - ہلاکتِ دشمن - معجزہ وکرامت - بیانِ واضح اور دلیل وبرہان وغیرہ اور بعض اوقات دشمن پر ظاہری فتح و نصرت بھی اللہ کا عطیہ ہوتا ہے - اور قیامت کے دن جو اللہ کی نصرت ہوگی وہ یہ کہ اُن کو مقام قرب خداوندی نصیب ہوگا اور اُن کے دشمنوں کو عذاب جہنم میں دھکیلا جائے گا۔

فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْہَادُ ﴿۵۲﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ

زندگی دنیا میں اور جس دن گواہ قائم ہوں گے جس دن نہ نفع دے گی

الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُہُمْ وَلَہُمُ اللَّعْنَۃُ وَلَہُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۳﴾

ظالموں کو ان کی عذر خواہی اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور اُن کے لئے بُرا (دوزخ کا) گھر ہوگا

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْہُدٰی وَاَوْرَثْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ ﴿۵۴﴾

اور ہم نے دیا موسٰی کو ہدایت نامہ اور وارث کیا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (تورات) کا

ھُدًی وَّذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۵۵﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ

جو کہ ہدایت اور نصیحت ہے صاحبانِ عقل کے لئے پس صبر کرو تحقیق اللہ کا وعدہ حق

حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِکَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ

ہے اور بخشش مانگو اپنے گناہ کے لئے اور تسبیح کرو اپنے رب کی حمد کی شام کو اور سویرے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ ﴿۵۶﴾

تحقیق جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی آیات میں بغیر دلیل کے جو اُن کو

ھُدًی وَّذِکْرٰی - یہ دونوں اگرچہ مصدر ہیں لیکن ان میں اسم فاعل کا معنی ہے اور حال واقع ہیں۔

فَاصْبِرْ - اپنے پیغمبرؐ کو تسلی دی ہے کہ سابقہ انبیاء کے قصوں کو یاد کرو اور جس طرح وہ اُمتوں کے ستانے کے باوجود صبر کرتے رہے تم بھی اسی طرح صبر کرو - اور اللہ کا وعدہ سچا ہے انجام کار تمہاری کامیابی ہوگی اور تمہارا دشمن رسوا اور ذلیل ہوگا - اور خدا کی نصرت تمہارے شاملِ حال ہوگی۔ اور تفسیر برہان میں روایاتِ اہل بیتؑ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں رسولوں اور مومنوں کی نصرت کے وعدے سے رجعت کا زمانہ مراد ہے کیونکہ بہت سے رسول اور مومن ایسے گذرے ہیں جن کی دنیا میں ظاہری مدد نہیں کی گئی پس زمانِ رجعت میں یہ وعدہ پورا کیا جائے گا پس حضرت امام حسین علیہ السلام اور جملہ شہدائے کربلا کے خون کا انتقام آخرت سے پہلے دنیا میں ضرور لیا جائے گا اور وہ زمانِ رجعت ہی ہوگا۔

وَاسْتَغْفِرْ - چونکہ انبیا معصوم ہوتے ہیں اور حضرت سلطان الانبیا تمام نبیوں کے سردار اور تمام سے اشرف ہیں

Presented by www.ziaraat.com

پس ان کو گناہ سے معافی مانگنے کا حکم اُمت کی تعلیم کے لئے ہے یعنی خطاب حضورؐ کو ہے اور مُراد اُمت ہے کہ اپنے گناہوں کے لئے طلبِ مغفرت کیا کرے ورنہ حضورؐ اپنی دعاؤں میں بخششِ گناہ کی دعا مانگتے تھے تو صرف اس لئے کہ آپ کی اتباع میں اُمت دُعا کا طریقہ سیکھ لے۔

اَتٰهُمْ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ فَاسْتَعِذْ

(اللہ نے) دی ہو ان کے دلوں میں تکبر کے سوا کچھ نہیں حالانکہ وہ اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتے پس اللہ کی پناہ

بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (۵۷) لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

مانگو بے شک وہ سمیع بصیر ہے البتہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا

اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۵۸)

لوگوں کے پیدا کرنے سے بڑا مشکل ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

وَمَا يَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور نہیں برابر اندھے اور بینا اور مومن نیک عمل کرنے والے

وَلَا الْمُسِیْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ (۵۹) اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ

اور گنہگار تم تھوڑا ہی نصیحت حاصل کرتے ہو بے شک قیامت آنے والی ہے

لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۶۰) وَقَالَ

جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور تمہارے

رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ

رب نے کہا کہ مجھے پکارو میں تمہاری قبول کروں گا تحقیق جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے

اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ ۔ یعنی نبی اکرمؐ جب آیاتِ خداوندی کی کفار مکہ کے سامنے تلاوت کرتے تھے تو جاننے اور سمجھنے کے بعد بھی جو قریش مکہ آپ سے مسئلہ توحید میں الجھتے تھے وہ صرف اس لئے کہ ان کے دلوں میں تکبر تھا۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ ہم اکابر قریش اس یتیم کے آگے کیوں جھکیں حالانکہ وہ حضور نبی اکرمؐ کے مرتبے کی بلندی تک ہرگز ہرگز نہیں پہنچ سکتے اس کے بعد حضورؐ کو تعلیم دی گئی ہے کہ تم ان لوگوں کی پرواہ کئے بغیر اللہ کی پناہ مانگتے رہو۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ ۔ کفارِ قریش یہ مانتے تھے کہ آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ ہے اور باایں ہمہ قیامت کا انکار کرتے تھے تو ان پر اتمامِ حجت کے طور پر یہ دلیل قائم کی گئی ہے کہ لوگوں کو پیدا کرنا یا مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کرنا اس قدر مشکل نہیں جس قدر زمینوں کا بغیر مادہ کے پیدا کرنا اور اس میں قوائے نامیہ کا سپرد کرنا اور آسمانوں کا پیدا کر کے بغیر ستونوں کے کھڑا کرنا اور ان کی گردش کا نظام وغیرہ مشکل ہے تو جو اللہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کر سکتا ہے وہ

Presented by www.ziaraat.com

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیونکر نہیں کر سکتا؟

اُدْعُوْنِیْ - تفسیر مجمع البیان میں ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد ایک شخص زیادہ نمازیں پڑھے۔ اور دوسرا شخص زیادہ دعا مانگے ان میں سے افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو زیادہ دعا مانگے وہ افضل ہے اور دعا سے اعراض کرنے والے کو عبادت سے تکبر کرنے والا کہا گیا ہے گویا کہ دعا کو عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کونسی عبادت افضل ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کو دعا کرنے سے زیادہ کوئی شے محبوب تر نہیں ہے چنانچہ دعا نہ مانگنے والے کو اس نے عبادت سے تکبر کرنے والا قرار دیا ہے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا نافلہ کے بعد دعا مانگنے سے اس طرح افضل ہے جس طرح خود فریضہ نافلہ سے افضل ہے۔

الٰہ اور ربّ کا اطلاق

رکوع ۱۲ - ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ - جو لوگ عوام الناس کو دھوکے میں رکھنے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ محمد و آلِ محمد پر رب کا اطلاق جائز ہے یا یہ کہ ان کو خالق و رازق کہنا درست ہے۔ ان آیات میں ان کے عقائد فاسدہ کی تردید ہے کہ آرام کرنے کے لئے رات کو بنانے والا اللہ ہی ہے اور دن کو دیکھنے کے لئے اور جملہ کاروبار کے لئے روشن بنانے والا بھی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے اور ہر شئے کو پیدا کرنے والا بھی وہی تمہارا رب ہے جس کے علاوہ اور کوئی الٰہ نہیں ہے پس تم غلط بیان کرنے والوں سے کیوں دھوکا کھاتے ہو۔ آیت مجیدہ میں اس عقیدہ کی کھلی تردید ہے کہ محمد و آلِ محمد کو اللہ نے پیدا کیا اور باقی مخلوق کو انہوں نے پیدا کیا کیونکہ خدا فرماتا ہے ہر چیز کو اس رب نے ہی پیدا کیا ہے

سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ

عنقریب داخل ہوں گے جہنم میں ذلیل ہو کر — اللہ وہ ہے جس نے بنایا تمہارے

لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ

لئے رات کو تاکہ سکون حاصل کرو اس میں اور دن کو دیکھنے کے لئے — تحقیق اللہ صاحب فضل

فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦٢﴾

ہے لوگوں پر — لیکن اکثر لوگ شکر نہیں ادا کرتے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى

یہ اللہ تمہارا رب ہے ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں پس کہاں

تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٣﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ

دھوکہ دیئے جاتے ہو؟ اسی طرح دھوکہ دیئے گئے وہ لوگ جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے (اپنے بڑوں کے پیچھے لگ کر)

Presented by www.ziaraat.com

جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اس کے بعد فرمایا کہ وہی اللہ زمین کو رہائش گاہ بنانے والا آسمان کو چھت قرار دینے والا نہیں خوبصورت انسانی شکلیں دینے والا اور تم کو پاکیزہ رزق دینے والا ہے۔ اور وہی اللہ تمہارا رب ہے اور بابرکت ہے وہ اللہ جو عالمین کا رب بھی ہے پس

اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَکُمْ

اللہ وہ ہے جس نے بنایا زمین کو رہائش گاہ اور آسمان کو چھت اور تم کو شکل دی

فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ وَرَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ

پس بہترین شکل دی اور تم کو رزق دیا پاکیزہ چیزوں میں سے یہ اللہ تمہارا پروردگار

رَبُّکُمْ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۵﴾ ہُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰہَ

ہے پس بابرکت ہے اللہ جو عالمین کا پروردگار ہے وہ زندہ ہے کہ اس کے سوا کوئی

اِلَّا ہُوَ فَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ

الٰہ نہیں پس اس کو پکارو خالص کرتے ہوئے اس کے لئے اطاعت کو حمد اللہ کے لئے ہے جو

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۶﴾ قُلْ اِنِّیْ نُہِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ

عالمین کا پروردگار ہے کہہ دیجئے میں روکا گیا ہوں اس بات سے کہ عبادت کروں ان کی جن کو تم

مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ وَاُمِرْتُ

پکارتے ہو اللہ کے علاوہ جب کہ پہنچ چکیں میرے پاس واضح دلیلیں اپنے رب کی طرف سے اور میں

اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۷﴾ ہُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ

مامور ہوں کہ جھک جاؤں عالمین کے رب کے سامنے وہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا مٹی

تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَۃٍ ثُمَّ یُخْرِجُکُمْ طِفْلًا

سے پھر نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر تم کو نکالتا ہے بچے کی حالت میں

جس طرح محمدؐ و آل محمدؐ کو الٰہ خالق و رازق ماننا شرک ہے اسی طرح ان کو رب کہنا بھی شرک ہے چنانچہ اس کے بعد فرماتا ہے وہ اللہ جس کی دیگر صفات میں سے ایک صفت رب بھی ہے وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور زندہ رہے گا اور اس کے علاوہ اور کوئی الٰہ نہیں یعنی ازل سے ابد تک زندہ ہونا بھی اسی اللہ اور ربّ کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور اس میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے لہذا انسانوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مصائب و مشکلات میں صرف اسی ہی کی ذات کو پکارا کرو اور اسی سے ہی دعا مانگا کرو اور تمہاری عبادت خالص طور پر اسی کی ذات کے لئے ہی مخصوص ہونی چاہیے اور انسان پر جملہ مخلوق میں سے پروردگار کا خصوصی احسان ہے کہ ان کی شکل و صورت تمام

Presented by www.ziaraat.com

حیوانات سے ممتاز اور حسین ترین ہے اور ان کی خوراک تمام جاندار مخلوق سے صاف اور پاکیزہ تر ہے جس کا آیاتِ مذکرہ بالا میں ذکر فرمایا ہے۔

اِنِّیْ نُهِیْتُ حضورؐ کو اُمت کے سمجھانے کے لئے یہ طریقہ بتایا گیا ہے کہ میرے پاس جب میرے رب کی طرف سے واضح دلیلیں موجود ہیں کہ وہی ایک اکیلا ہی عبادت کا سزاوار ہے اور دعاؤں کا مستحق ہے تو اس وضاحت کے بعد میں اس امر کا پابند ہوں کہ صرف اُسی ذات کے لئے جھکوں جو عالمین کا رب ہے اور غیر اللہ کی طرف جھکنا اور ان کی پوجا کرنا یا ان سے دُعائیں مانگنا بالکل بے فائدہ ہے لہذا ان سے بچ کر رہنا ہی لازم ہے اور حضورؐ کے بعد ائمہ طاہرین علیہم السّلام نے بھی پرچم توحید کو اسی طرح ہی بلند رکھا اور اس تعلیم کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ فرشتوں یا سابق نبیوں یا کعبہ میں نصب شدہ پتھروں کو شریک خدا ماننا ناجائز ہے اور جو برگزیدہ ہستیاں توحید پروردگار کا درس دینے کے لئے آئی ہیں۔ خود انہی کو خدائی میں خدا کا شریک کر لینا جائز ہے درحقیقت بڑے ظالم ہیں وہ لوگ جو محمد و آلِ محمد علیہم السّلام کو صفاتِ خداوندی میں شریک

ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى

پھر تم کو زندہ رکھتا ہے تاکہ پہنچو اپنی جوانیوں کو پھر تاکہ ہو جاؤ بوڑھے اور بعض تم میں سے وفات پاجاتے

مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٨﴾ هُوَ

ہیں اس سے پہلے اور تاکہ پہنچ جاؤ اپنی مقررہ مدت تک اور تاکہ تم سوچ سکو وہ وہ ہے

الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ

جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے پس جب کرے فیصلہ کسی شی کا تو صرف اس کے متعلق فرماتا ہے ہو جا

فَيَكُوْنُ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى

تو وہ ہو جاتی ہے کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو جھگڑتے ہیں اللہ کی آیات میں کس طرح وہ منحرف

يُصْرَفُوْنَ ﴿٧٠﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ڕ

کئے جاتے ہیں جن لوگوں نے جھٹلایا کتاب کو اور اس کو جس کے ساتھ ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧١﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ

پس عنقریب جان لیں گے جب کہ طوق اور زنجیر ان کی گردنوں میں ہوں گے اور ان کو گھسیٹا

مانتے ہیں اور اُن کو وسیلہ کے درجہ سے بڑھا کر اُلوہیت اور ربوبیت کا درجہ دیتے ہیں۔ ایسے لوگ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے شیعہ ہرگز نہیں بلکہ اُن کے مشنِ توحید کے دشمن ہیں خدا ان کو راہِ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رکوع ۱۳ع۶ ۔ اِذِ الْاَغْلٰلُ ۔ یہ غل کی جمع ہے اور اس کا معنی طوق ہے اور سلاسل جمع ہے سلسلۃ کی اور اس کا معنی زنجیر ہے

یعنی جہنمیوں کی گردنوں میں طوق وزنجیر ڈال کر دوزخ کے کھولتے ہوئے پانی میں داخل کیا جائے گا اور اس کے بعد جہنم کی آگ میں دھکیل دیا جائے گا۔

یُسْجَرُوْنَ ۔ اصل سجر کا معنی ہے جلتی ہوئی آگ پر ایندھن ڈالنا اور یہاں مقصد یہ ہے دوزخ کی جلتی ہوئی آگ پر یہ لوگ بطور ایندھن کے ڈالے جائیں گے اور پھر اُن سے دریافت کیا جائے گا کہ جن لوگوں کو تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا تھا اور دنیا کی ہر مصیبت میں خدا کو چھوڑ کر ان کو بلایا کرتے تھے اب بھی تو اُن کو بلاؤ اب وہ کہاں گئے ہیں؟ تو اس کے جواب میں دوزخی کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے ہیں پھر پہلے کلام سے اعراض کرتے ہوئے کہیں گے ہم تو دنیا میں کسی کو نہیں پکارتے تھے

تَفْرَحُوْنَ ۔ فرح بطر اشر اور مرح تقریباً ایک ہی معنی پر اطلاق کئے جاتے ہیں۔ اور بعضوں نے فرح اور مرح کو عام وخاص مطلق قرار دیا ہے کہ فرح عام خوشی کو کہتے ہیں، اور مرح سے مُراد وہ خوشی ہے جو انبیاء اولیاء اور مومنین کی تکلیف کو دیکھ کر اُن کو لاحق ہوتی تھی۔ اور بطر واشر بھی تقریباً اسی قسم کی خوشی پر ہی بولے جاتے ہیں پس فرح کا اطلاق جائز خوشی پر بھی ہوتا ہے اور مرح کا اطلاق صرف اُس خوشی پر ہوتا ہے جو ناجائز اور باطل ہو یعنی یا تو اپنے اعمال فاسدہ پر خوش ہوں یا مومنوں کی تکلیفوں پر خوشی کریں اور کافروں کو گمراہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ خدا اُن کو ہدایت کے بدلے میں گمراہی کی تعلیم دیتا ہے بلکہ خدا تو ہر ایک کو ہدایت فرماتا ہے پس اس جگہ مقصد یہ ہے کہ خدا اُن کو گمراہی میں ڈھیل دیتا ہے اور اُن کو ہدایت

يُسْحَبُونَ ﴿٧٢﴾ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿٧٣﴾

جائے گا کھولتے ہوئے (جہنم کے) پانی میں پھر آگ میں ڈالے جائیں گے

ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٧٤﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ

پھر اُن کو کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جن کو تم شریک مانتے تھے اللہ کے علاوہ

قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُو مِنْ قَبْلُ شَيْئًا كَذَٰلِكَ

کہیں گے کہ وہ ہم سے گم ہو گئے ہیں بلکہ ہم تو کسی کو بھی نہیں پکارتے تھے پہلے اسی طرح

يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿٧٥﴾ ذَٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ فِي

اللہ گمراہی میں چھوڑتا ہے کافروں کو یہ سزا بوجہ اس کے ہے جو تم اتراتے تھے زمین میں

الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿٧٦﴾ ادْخُلُوا

بغیر حق کے اور تم اکڑتے تھے داخل ہو جاؤ

أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٧﴾

جہنم کے دروازوں سے ہمیشہ رہنے والے پس برا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کا

Presented by www.ziaraat.com

پر مجبور نہیں کرنا یا یہ مطلب ہوگا کہ خدا کافروں کو گمراہی کا بدلہ دے گا۔

فَاصْبِرْ۔ صبر اور شکر کے دونو مقامات الگ الگ ہیں۔ اور دونو مقام امتحان ہیں پس اللہ کوئی ایسی چیز عطا فرمائے جو طبیعت کے موافق ہو تو اُس پر شکر کرنا امتحان سے کامیابی ہے۔ اور کوئی ایسی چیز راہِ خدا میں پیش آئے جو تکلیف و مصیبت کی موجب ہو تو اُس پر صبر کرنا اور اللہ کی حمد و ثنا میں کمی نہ کرنا امتحان میں کامیابی ہے اور نعمت کے مقام پر شکر کرنا اور تکلیف کے مقام پر صبر کرنا خاصانِ خدا کا شیوہ ہے۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ

پس صبر کرو تحقیق اللہ کا وعدہ حق ہے پس یا تو ہم تجھے دکھائیں گے بعض وہ جو اُن سے وعدہ کرتے ہیں

أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٧٨﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ

یا تمہیں لے لیں گے پھر وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے اور تحقیق ہم نے بھیجا رسولوں کو تجھ سے

قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ

پہلے بعض اُن میں سے وہ ہیں جن کا قصہ ہم نے تجھے سُنا دیا اور اُن میں سے بعض کا قصہ تمہیں

عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ

نہیں سنایا اور کسی رسول کو حق نہیں پہنچتا کہ کوئی معجزہ لے آئے بغیر اذن پروردگار کے

فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٧٩﴾

پس جب آئے گا اللہ کا امر تو حق کا فیصلہ ہوگا اور خسارہ میں ہونگے اس مقام پر باطل کو اختیار کرنیوالے

فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ۔ مقصد یہ ہے کہ اے میرے حبیب ہم نے تیرے ساتھ تیرے دشمنوں کے عذاب کا جو وعدہ کیا ہے یا تو دنیا میں ہم تجھے دکھائیں گے یعنی تیرے دشمن تیری زندگی میں گرفتار عذاب ہوں گے اور اگر ایسا نہ ہوا تو بروز قیامت تو انہوں نے میرے پیش ہونا ہی ہے پس ہم وہاں اُن کو آپ کی مخالفت کا مزہ چکھائیں گے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا۔ یعنی ہم نے جس قدر رسول بھیجے ہیں اُن میں سے بعض کا قصہ ہم نے سُنایا ہے اور بعض کا ذکر نہیں کیا اور روایات میں زیادہ مشہور یہ ہے کہ کل انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور بعض روایات میں ہے کہ کل آٹھ ہزار نبی مبعوث ہوئے ان میں سے چار ہزار صرف بنی اسرائیل سے تھے اور چار ہزار غیر بنی اسرائیل تھے۔

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ۔ معجزہ ہر نبی و رسول کو اللہ نے عطا فرمایا اور اتمام حجت کے لئے انبیاء کے پاس اس کا ہونا لازمی ہے لیکن اس کا اظہار اس حد تک ہوتا ہے جہاں تک اتمام حجت کا تعلق ہو اگر دشمنانِ حق اتمام حجت ہو چکنے کے بعد بھی معجزہ طلب کرنے پر مصر ہوں تو نبی کے لئے ضروری نہیں کہ ان کو معجزات دکھاتے رہیں حضرت رسالت مآب سے کفار مکہ نے

متعدد معجزات کا سوال کیا تھا چنانچہ انہوں نے خواہش کی تھی کہ ہمارے سامنے درخت آپ کی نبوت کی گواہی دے تو ہم مان لیں گے جب درخت نے گواہی دی تو کہنے لگے کوئی آسمانی معجزہ دکھائیں چنانچہ چاند دو ٹکڑے ہوا لیکن کفار مکہ نے عناد و حسد کے پیش نظر اپنی ہٹ دھرمی نہ چھوڑی اور ہر معجزہ کو جادو قرار دے کر دوسرے معجزات کے طالب رہے اس مقام پر خدا ان کے مطالبہ کو ان لفظوں میں رد فرما رہا ہے کہ کسی نبی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ بغیر اذن پروردگار اپنی مرضی سے جب چاہے معجزہ دکھاتا رہے بلکہ یہ اللہ کے اختیار میں ہے جہاں تک اتمام حجت کا تعلق ہے وہ اپنی مشیت سے انبیاء کو معجزہ دکھانے پر مامور فرماتا ہے اور جو لوگ انکار پر مصر رہیں تو ان کے متعلق اس کے عذاب کا فیصلہ ہوتا ہے اور پھر اس کو کوئی طاقت ٹال نہیں سکتی پس باطل پرستوں کو دائمی خسارہ کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

رکوع ۱۴ — اَللّٰهُ الَّذِیْ

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۸۰﴾

اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہارے چوپاؤں کو تاکہ اُن میں سے بعض پر سواری کرو اور بعض کو کھاؤ

وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا

اور تمہارے لئے ان میں فائدے ہیں اور تاکہ تم پہنچو ان پر سوار ہو کر اپنی حاجتوں کو جو تمہارے سینوں میں ہیں

وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ

اور اُن پر اور کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو اور دکھاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں پس اللہ کی کونسی نشانیوں کا

تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ

تم انکار کرو گے؟ کیا یہ سیر نہیں کرتے زمین میں تاکہ دیکھیں کیسا انجام تھا ان

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ

کا جو ان سے پہلے گذرے؟ وہ ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں

قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۳﴾

مضبوط تھے اور زمین میں اپنے آثار کے لحاظ سے بھی زیادہ تھے تو نہ بچا سکا ان کو وہ جو انہوں نے کیا

ان آیات میں خداوند کریم نے پھر اپنی نعمتوں کو دہرایا ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین میں چوپائے پیدا فرمائے کہ اُن میں سے بعض ایسے ہیں جو سواری اور کھانے کے کام آتے ہیں اور اُن میں سے دیگر منافع بھی تم حاصل کرتے ہو مثلاً اُون اور ریشم کپڑوں کے لئے چمڑا جوتوں کے لئے یا دیگر ضروری منافع کے لئے اُن کا دودھ پینے کے لئے اور ان کا گوشت کھانے کے لئے تم استعمال کرتے ہو اور چونکہ تمہاری ضروریات زندگی اور تمدنی امور سفروں کے بغیر انجام نہیں پا سکتے پس دُور دراز کے سفروں کے لئے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے

Presented by www.ziaraat.com

لئے تم کو سہولت کے پیش نظر سواریوں کی ضرورت تھی تو خدا نے اپنے فضل و کرم سے خشکی کی مسافت کو طے کرنے لئے اونٹ گھوڑے پیدا کر دیئے اور بحری مسافت طے کرنے کے لئے کشتیوں کا انتظام فرما دیا اور پانی کو وہ قوت بخشی کہ تم کو اپنی پشت پر اٹھائے رکھے پس اللہ کی ان نعمتوں کو دیکھو اور اپنے ضمیر سے سوال کرو کہ تم کو اللہ کی کس نعمت کے انکار کی اجازت دیتا ہے؟ اور پھر تم اللہ کی زمین میں چل پھر کر دیکھو اور صفحات تاریخ کا مطالعہ کرو کہ تم سے پہلے جو لوگ زمین پر گزار کر چلے گئے کیا اُن کو اپنی قوت طاقت اور کثرت موت سے بچا سکی اور جن لوگوں نے اللہ کی نعمات کی بے قدری یا بے شکری کی یا اس کے شریک بنا لئے تو ان کا انجام کیا ہوا۔ اُن کے آثار اب تک زمین میں باقی ہیں اور اُن کے تعمیر کردہ عالیشان محلات اور قلعے اب تک ان کی فن کاری اور کاریگری نیز ثروت و طاقت کے چشم دید گواہ موجود ہیں لیکن خدا کی گرفت سے اُن کو کوئی شی نہ بچا سکی تو تم بھی اُن کے واقعات سے عبرت حاصل کرو۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ

پس جب ان کے پاس ان کے رسول آئے واضح دلیلیں لے کر تو خوش ہوئے اس پر جو ان کے پاس علم تھا

مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾

(جس کو علم سمجھتے تھے) اور گھیر لیا ان کو اس عذاب نے جس پر استہزاء کرتے تھے

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا

پس جس وقت انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے ہم اللہ پر ایمان لائے جو اکیلا ہے اور ہم انکار کرتے ہیں انکا

بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا

جن کو ہم شریک بناتے تھے پس نہ نفع دیا ان کو اُن کے ایمان نے جب انہوں نے دیکھا ہمارا عذاب

بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں جاری رہا ہے اور نقصان اٹھاتے ہیں اُسوقت کافر لوگ

فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ۔ یعنی جب گذشتہ اُمتوں کے پاس اللہ کی جانب سے رسول ہدایت لے کر پہنچے تو کفار نے کہا ہم خود ان باتوں کو جانتے ہیں پس وہ اپنے علم پر اتراتے رہے اور انبیاء سے کچھ حاصل نہ کر سکے بلکہ اُلٹا ان پر مسخری و مذاق کرتے رہے۔ چنانچہ تفسیر مقتنیات الدرر میں ہے کہ سقراط کو ایک نبی کی بعثت کے متعلق جب خبر دی گئی اور اس کو کہا گیا کہ چل کر اس کی زیارت کر لیجئے تو سقراط نے جواب دیا کہ میں خود ہدایت یافتہ ہوں مجھے کسی دوسرے ہادی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ممکن ہے کہ فَرِحُوْا کا فاعل ضمیر مرفوع انبیاء کی طرف راجع ہو اور معنی یہ ہو کہ جب انبیاء نے لوگوں کی جہالت کو ملاحظہ فرمایا تو خوش ہوئے کہ خدا نے ہمیں علم و ہدایت کی دولت سے نوازا ہے۔ پس انبیاء اپنے صبر و حوصلہ کی بدولت اپنے مشن میں کامیاب رہے اور کافروں کو آخر کار عذاب خداوندی میں گرفتار ہونا نصیب ہوا۔ کیونکہ وہ ہدایت حاصل کرنا تو درکنار اُلٹا انبیاء سے مذاق و مسخری کرتے تھے لیکن جب انہوں نے عذاب کو دیکھا تو عذاب کے ڈر سے کلمہ توحید

Presented by www.ziaraat.com

کے ہمنوا ہوئے اور شرک سے بیزار ہوئے لیکن اُس وقت اُن کو ایمان فائدہ نہ دے سکا۔ اور سابقہ اُمتوں میں اللہ کا یہی دستور رہا ہے۔ پس ان کفار کو بھی ان کے واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے ورنہ جب عذاب آجائے گا تو اُس وقت کی پشیمانی کوئی فائدہ نہ دے گی اور کافروں کو خسارہ سے دوچار ہونا ہی پڑے گا۔ والحمد للہ رب العلمین

سُورَۃ حٰمٓ السَّجدہ

یہ سورہ مکیہ ہے اور سورہ مومن کے بعد نازل ہوا ہے۔

اس کی آیات کی تعداد چپن ہے اس کا دوسرا نام سورہ فصّلت ہے۔

جناب رسالت مآبؐ سے مروی ہے جو شخص سورہ حمٓ سجدہ کی تلاوت کریگا اس کو ایک ایک حرف کے بدلہ میں دس دس نیکیاں ملیں گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص سورہ حمٓ سجدہ کو پڑھے گا اُس کے سامنے قیامت کے روز حدِّ نگاہ تک نور ہوگا۔ اور اُس کو خوشی نصیب ہوگی نیز اس کی دنیاوی زندگی لائق تعریف اور قابلِ رشک ہوگی۔

خواص القرآن سے منقول ہے جو شخص اس کو برتن میں لکھ کر دھوئے اور اس سے آٹا خمیر کر کے خشک کرے اور پھر اس کا سفوف بنا کر رکھے پس اس کی ایک پھکی لینے سے دردِ دل ختم ہو جائے گا (نبویؐ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورہ کو برتن میں لکھے اور بارش کے پانی سے دھو کر اس پانی میں سُرمے کو کھرل کر کے خشک کرلے اور اپنے پاس محفوظ رکھے پس جس شخص کی آنکھ کو سفیدی یا درد کی کوئی تکلیف ہوگی اس سُرمہ کے لگانے سے وہ تکلیف جاتی رہے گی اور آشوبِ چشم اس کو کبھی نہ ہوگا اور اگر سُرمہ لگانا ممکن نہ ہو تو اسی پانی سے آنکھ کو دھو دینے سے آشوبِ چشم جاتا رہے گا۔

(برہان)

Presented by www.ziaraat.com

رکوع ۱۵۔ تَنْزِيْلٌ۔ اس کی دو ترکیبیں کی گئی ہیں (۱) حٰم سورہ کا نام ہے اور مبتدا ہے اور تنزیل اس کی خبر ہے اور کتاب تنزیل سے بدل ہے۔

(۲) تنزیلٌ نکرہ موصوفہ ہے لہٰذا مبتدا ہے اور کتاب اس کی خبر ہے اور تنزیل یعنی منزل ہے اور بعضوں نے کہا ہے حٰم مخفف ہے حمید مجید کا۔ اس کے بعد قرآناً عربیاً حال ہے۔

فُصِّلَتْ۔ بعض لوگوں نے اس سورہ مجیدہ کا نام بھی اسی لفظ کی مناسبت سے سورہ فصّلت قرار دیا ہے یعنی اس کتاب کی آیتیں مفصل ہیں۔ بایں طور کہ مختلف موضوعات پر اس میں بحث کی گئی ہے اور الگ الگ بحثیں ہیں کیونکہ تفصیل کا معنی تفریق ہوتا ہے کہیں توحید کہیں نبوت کہیں دیگر عقائد کہیں اعمال کہیں حلال و حرام کہیں تخلیق کائنات کہیں نباتات و حیوانات و دیگر مخلوقات غرضیکہ ہر قسم کے مسائل کا اس میں حل موجود ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

حٰمٓ ﴿۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ كِتٰبٌ

حٰم نازل شدہ رحمان و رحیم کی جانب سے ایسی کتاب ہے

فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ بَشِيْرًا وَّ

جس کی آیات مفصل ہیں قرآن عربی ہے اس قوم کے لئے جو علم حاصل کریں خوشخبری دینے والا اور

نَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۵﴾ وَقَالُوْا

ڈرانیوالا ہے پس منہ پھیر لیا اُن کے اکثر نے پس وہ سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ

قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ

ہمارے دل پردوں میں ہیں اس چیز کے قبول کرنے سے جس کی طرف تم ہم کو بلاتا ہے اور ہمارے کانوں پر بوجھ ہے

بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶﴾ قُلْ

اور ہمارے اور تمہارے درمیان حجاب ہے پس تو اپنی مرضی کر ہم تو اپنی مرضی کرنیوالے ہیں کہہ دیجئے

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں تم جیسا بشر ہوں میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تمہارا الٰہ صرف ایک الٰہ ہے پس

فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷﴾ الَّذِيْنَ

اس کی طرف سیدھے ہو جاؤ اور اسی سے معافی مانگو اور ویل ہے شرک کرنیوالوں کے لئے جو

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا۔ قرآن اس کلام جامع کا نام ہے جو اُن تمام معانی مقصودہ پر مشتمل ہے۔ جن کی تبلیغ کے لیے حضرت نبی اکرمؐ کو بھیجا گیا اور انہی حروف و الفاظ کا مرکب ہے جس کو پروردگار نے لوح محفوظ پر ثبت فرمایا اور فرشتہ وہاں سے نقل کر کے لایا۔

Presented by www.ziaraat.com

تفسیر برہان میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب سورہ شعراء کی آیت وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ اُتری تو حضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ ایک بکرا ایک صاع یعنی تین یا سوا تین سیر گندم یا جو کا آٹا اور ایک بالٹی دودھ کا انتظام کرو اور تمام اکابر قریش کو مدعو کرو چنانچہ چالیس سے زیادہ سرداران قوم کو مدعو کر لیا گیا جن میں حضرت ابو طالب، حضرت عباس اور حضرت حمزہ بھی شریک تھے پس جب سب جمع ہوئے تو حضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ جو کچھ تیار ہے لے آؤ۔ پس میں نے تعمیل حکم کرتے ہوئے دسترخوان پر کھانا رکھ دیا وہ لوگ اس کم مقدار کے کھانے کو دیکھ کر بطور تمسخر کے ہنس پڑے لیکن حضورؐ کی طبع اقدس پر ذرہ بھر ملال نہ آیا۔ آپ نے اپنی انگشت مبارک ثرید کے برتن میں چاروں طرف داخل کی اور پھر فرمایا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر کھانا تناول کرو تو ابوجہل کہنے لگا۔ اے محمدؐ۔ ہم کیا کھائیں؟ ہم میں سے تو ایک ایک آدمی سالم بکرے کے ہمراہ بارہ بارہ سیر کی مقدار روٹی کھانے والا ہے۔ حضورؐ نے نہایت پرسکون لہجے میں ارشاد فرمایا کہ تم کھاؤ تو سہی اور میں دیکھتا ہوں کہ کتنا کھا سکتے ہو۔ چنانچہ وہ کھانے میں مشغول ہوئے حتیٰ کہ سیر ہو گئے۔ اور خدا کی قسم ابھی تک برتن میں اُن کے کھانے کے بعد کچھ بھی کم نہ ہوا۔ اور نہ اُن کے کھانے کا کچھ اثر معلوم ہوا پس حضورؐ نے بنفس نفیس ارشاد فرمایا اے اکابر قریش اور کھاؤ اور پیٹ بھر کر کھاؤ اور جس قدر جی چاہے کھاؤ لیکن کسی میں اس سے مزید کھانے کی گنجائش ہی نہ تھی۔ پس آپ نے مجھے برتن اٹھا لینے کا حکم دیا اور قریشیوں سے خطاب کر کے کہا اے قوم: میرا اور تمہارا رب ایک اللہ ہے بس یہ سننا تھا کہ ابولہب بول اٹھا اور قوم سے خطاب کر کے کہنے لگا کھڑے ہو جاؤ اور ان کی مزید کوئی بات نہ سنو کیونکہ انہوں نے تم پر جادو کر لیا ہے چنانچہ وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور گھروں کو چل دئے۔ حضرت علی نے ان کا تعاقب کرنا چاہا لیکن حضورؐ نے فرمایا اے علی واپس آجاؤ ہمیں اللہ نے تبلیغ کرنے کا حکم دیا ہے ابھی لڑنے کا حکم نہیں دیا۔ اب کل کی طرح دوبارہ ان کی دعوت کا انتظام کرو اور پھر ان کو مدعو کرو۔ چنانچہ دوسرے روز پھر کھانے کا انتظام کیا گیا اور انہی لوگوں کو کھانے پر مدعو کیا گیا۔ جب سب کھا چکے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تاریخ عرب میں آج تک کوئی جوان ایسا نہیں گذرا جو اپنی قوم کے لئے مجھ سے بہترین تحفہ لایا ہو کیونکہ میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت دونوں کی بہتری لایا ہوں۔ آپ کا فرمان سُن کر ابوجہل کہنے لگا۔ محمد کی باتوں سے ہمیں نہایت تعجب آتا ہے اگر ہمارے پاس کوئی ایسا آدمی ہوتا جو جادو اور کہانت کا فن جانتا ہوتا تو ہمیں ان کے فن سے مرعوب نہ ہونا پڑتا۔ عتبہ بن ربیعہ نے ابوجہل کی بات کاٹ کر کہا کہ مجھے پتہ ہے جو کچھ تو کہنا چاہتا ہے ابوجہل نے کہا پھر خاموش کیوں بیٹھا ہے کھل کر بات کرو۔ عتبہ کہنے لگا جو کچھ تیرا خیال ہے وہ غلط ہے۔ پھر اس نے حضورؐ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے محمد تو بہتر ہے یا ہاشم؟ تو بہتر ہے یا عبدالمطلب؟ تو بہتر ہے یا عبداللہ؟ تو بہتر ہے یا ابو طالب؟ یہ بتائیے کہ آپ ہمارے بزرگوں کو گمراہ کیوں کہتے ہیں اور ہمارے خداؤں کو برا کیوں جانتے ہیں؟ دیکھئے۔ اگر آپ کو حکومت وسلطنت کی خواہش ہے تو ہم سب مل کر آپ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کو تیار ہیں بے شک آپ بادشاہ ہوں اور ہم آپ کے رعایا ہوں گے اور اگر آپ شادی کے خواہش مند ہیں تو ایک چھوڑ ہم اکابر قریش کے گھروں میں آپ کی دس شادیاں کر سکتے ہیں۔ اور اگر تنگدستی کو رفع کرنے کے لئے مال و دولت کی آپ کو ضرورت ہے تو ہم باہمی چندہ کر کے آپ کو اس قدر دے سکتے ہیں جو زندگی بھر آپ کو کافی ہو بلکہ آپ

Presented by www.ziaraat.com

کی نسلوں تک کافی ہو۔ اس کے علاوہ اگر کوئی فرمائش ہو تو ہم تعمیل ارشاد کے لئے تیار ہیں پس عتبہ خاموش ہوا تو آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورہ حٰم سجدہ کو شروع کیا ۔ حٰمٓ ۔ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ كِتَابٌ فُصِّلَتْ اٰيَاتُهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا الخ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی فَاِنْ اَعْرَضُوا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُودَ ۔ آیت ۱۳۔ یعنی اگر وہ اعراض کریں تو کہہ دیجئے کہ میں نے تم کو ڈرایا ہے ۔ عاد اور ثمود کے عذاب کی طرح آنے والے عذاب سے ۔ جب آپ یہاں تک پہنچے تو عتبہ نے اپنے منہ پر ہاتھ دیا اور خدا کا واسطہ دے کر عرض کرنے لگا کہ حضور آپ خاموش ہو جائیے یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور مجمع سے نکل کر گھر کی طرف روانہ ہو گیا چنانچہ باقی لوگ بھی اس کے پیچھے روانہ ہوئے لیکن اُس کو مل نہ سکے پس وہ اپنے گھر میں داخل ہوا اور اندر بیٹھ گیا ۔ پھر دوسرے دن سب قریشیوں کو ابوجہل نے جمع کیا اور اکٹھے ہو کر عتبہ کے گھر میں اُس کے پاس پہنچے تو ابوجہل نے پوچھا اے عتبہ کیا محمد کا جادو تجھ پر تو نہیں چل گیا یہ سنتے ہی عتبہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا اور اپنے مقام سے فوراً اٹھ کر کہنے لگا ۔ او بے حیا خاموش رہ اگر آج تو میرے گھر میں نہ ہوتا تو میں تجھے نہایت بُرے طریقے سے قتل کے گھاٹ اتار دیتا ۔ تو کہتا ہے کہ محمد جادوگر ہے کاہن ہے اور شاعر ہے حالانکہ ہم سب اُن کے پاس گئے اور اُن کی باتوں کو سُنا وہ تو آسمان کے پروردگار کا کلام ہمیں سناتا ہے اور جب میں نے اُن کو اس کی قسم دی تو وہ فوراً خاموش بھی ہو گئے تھے ۔ اور تم سب اُن کو صادق و امین کا خطاب دے چکے ہو اور کیا تم نے اُن کو اس سے پہلے بھی کبھی جھوٹ بولتے دیکھا ہے ؟ اور اب جو کچھ وہ پڑھ رہا تھا میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ تلاوت کو پورا کرتا تو ضرور تم پر عذاب نازل ہو جاتا ۔

لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُونَ ۞ ۸ اِنَّ

زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں تحقیق

الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۞ ۹

جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کے لئے نہ منقطع ہونے والا اجر ہو گا

تفسیر برہان میں حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی تبلیغ کو آیات کا مصداق ٹھہرایا گیا ہے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسی مضمون کی ایک روایت منقول ہے اور ممکن ہے کہ سیاق بیان آیات کا ظاہر ہو اور ولایت علی تفسیر باطنی ہو اور ان میں کوئی منافات نہیں ہے ۔ پس جو لوگ پیغمبر کے پیغام توحید کو سننا گوارا نہ کرتے تھے اور اس بارے میں اُن کے دلوں کانوں اور زبانوں پر مہریں تھیں وہ ان آیات کے ظاہری مصداق تھے اور جن لوگوں نے ولایت علی کے پیغام کو نہ سنا یا نہ سمجھا یا نہ مانا اُن کے بھی دلوں کانوں اور زبانوں پر مہریں ہیں ۔ اور وہ ان آیات کے باطنی مصداق ہیں اور قرآن کے ظاہر اور باطن دونو پر ایمان لانا ضروری ہے ۔

وَقَالُوا ۔ یعنی کفار مکہ نے حضرت رسالت مآبؐ کو دو ٹوک جواب دے دیا تھا کہ آپ کی دعوت کو قبول کرنے سے ہمارے دل پردوں کے اندر ہیں یعنی آپ کی نصیحت ہمارے دلوں کی گہرائی تک اُتر ہی نہیں سکتی اور نہ ہم تیری بات سُننے کے لئے تیار ہیں اور تیرے اور

Presented by www.ziaraat.com

ہمارے درمیان اختلافِ عقائد کی سبت بڑی دیوار حائل ہے پس آپ ہماری ہلاکت کی کوشش کریں اور ہم آپ کی ہلاکت کی کوشش کریں گے نیز آپ ہمارے دین کو باطل کرنے پر زور صرف کریں اور ہم آپ کے مشن کو ناکام بنانے کی سعی کرتے رہیں گے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ ۔ اس کی تشریح و توضیح پہلے گذر چکی ہے۔

رکوع ۱۶ ۔ بروایت عکرمہ حضرت رسالت مآبؐ سے مروی ہے کہ خداوند کریم نے زمین کو اتوار و سوموار کے دنوں میں خلق فرمایا اور پہاڑوں کو منگل وار کے دن اور درخت پانی اور آبادیاں و ویرانے بدھوار کے روز اور یہ کل چار دن ہیں یعنی زمین اور زمین کی اقوات و خوراک کی تکمیل چار دنوں میں ہوئی یعنی صرف زمین کی پیدائش دو دنوں میں اور زمین اور پہاڑوں، درختوں، دریاؤں اور آبادیوں ویرانوں کی مکمل تخلیق چار دنوں میں ہوئی

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِىْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِىْ يَوْمَيْنِ وَ

کہدیجئے تحقیق تم کفر کرتے ہو اس کا جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اور

تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَجَعَلَ فِيْهَا

بناتے ہو اس کے لئے شریک وہ عالمین کا پروردگار ہے اور اس نے پیدا کئے

رَوَاسِىَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِىْۤ

اس زمین میں پہاڑ، اس کے اوپر اور اس میں برکت رکھی اور اس میں مقرر کیا اس کے رہنے والوں کا

اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۱۱﴾ ثُمَّ

رزق چار دنوں میں درست و برابر سائلین یعنی محتاج مخلوق کے لئے پھر

جن میں پہلے دو دن بھی شامل ہیں۔ اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ دو دنوں سے مراد دو وقت ہیں پہلا وقت ابتدائے خلقت اور دوسرا وقت انتہائے زندگی ہے یعنی زمین کی ایجاد سے فنا تک کی تمام تخلیق کا کارنامہ اسی ذاتِ واحد کی صناعی و حکمت کا مرہونِ منت ہے پس وہی لائق عبادت و پرستش ہے اور وہی رب العالمین ہے اور چار ایام میں زمینی آبادیوں کی تکمیل سے مراد چار موسم ہیں کہ زمین پر بسنے والی تمام مخلوق کا آب و دانہ اور خوراک و رہائش اور جملہ ضروریاتِ زندگی کا دارومدار انہی چار موسموں پر ہے یعنی گرما و سرما اور خزاں و بہار پس مقصد یہ ہے کہ ابتداء پیدائش سے انتہائے عالم تک زمین کے اندر بسنے والی تمام مخلوق کا پیدا کرنا اور ان کی رہائش و جملہ ضروریات زندگی کا چار موسموں کے ردوبدل سے منظم و مکمل ہونا اُسی ذات علیم و حکیم کے احسان و فیض کے صدقہ میں ہے اور جو لوگ ان امور میں خدا کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں وہ خدا کے دشمن ہیں۔

بٰرَكَ فِيْهَا ۔ یعنی اللہ نے زمین میں انسانی زندگی کے لئے ہر قسم کی برکت پوشیدہ کر رکھی ہے۔

قَدَّرَ فِيْهَا ۔ یعنی اللہ نے زمین میں انسانی تمدنی بقا کے لئے متبادل موسموں کے ذریعے ان کے خورد و نوش کا تدریجی نظام قائم فرمایا ہے

Presented by www.ziaraat.com

سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ۔ سائل وہی ہوتا ہے جو محتاج ہو اور اللہ کے ماسوا سب اس کے محتاج ہیں اور سَوَآءً کا معنی ہے درست اور برابر یعنی یہ نظامِ قدرت تمام ماسوا اللہ کے لئے صحیح اور مناسب ہے پس اللہ کے انعام و احسان کا انکار کرنا کفر اور کسی اور کی طرف منسوب کرنا شرک ہے ۔ و بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے ۔ خدا نے جملہ خیر بروز اتوار خلق فرمائی اور زمینوں کو سوموار کے دن پیدا کیا اور اہل زمین کے خورد و نوش کی اشیاء و اسباب کو منگل وار کے دن خلق کیا اس کے بعد آسمانوں کی تخلیق بدھوار اور خمیس کو ہوئی اور اُن کی غذاؤں کے اسباب یوم جمعہ پیدا فرمائے اور اس فرمان کا یہی مطلب ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۔ یعنی اس نے آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیان کی جملہ اشیاء کو چھ دنوں میں خلق فرمایا (برہان) اور سابق تاویل نہایت مناسب اور موزوں ہے۔

اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ

متوجہ ہوا آسمان کی طرف درحالیکہ وہ دھواں تھا پس حکم دیا اس کو اور زمین کو کہ آؤ اطاعت گزار ہو

ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ﴿۱۲﴾ فَقَضٰهُنَّ

کر یا مجبور ہو کر تو انہوں نے کہا ہم حاضر ہیں اطاعت کرتے ہوئے پس پورا بنایا

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا

اُن کو سات آسمان دو دنوں میں اور وحی کی ہر آسمان کی طرف ان کے کام کی اور ہم نے زینت

وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ

بخشی آسمان دنیا کو چراغوں کے ساتھ اور حفاظت کے لئے یہ تقدیر ہے

الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۱۳﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ

غالب جاننے والے کی پس اگر اعراض کریں تو کہدو کہ میں نے تم کو ڈرایا ہے

اِسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ ۔ اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ یہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی تخلیق کے بعد آسمان کو پیدا کیا گیا ۔ حالانکہ دوسرے مقام پر فرماتا ہے وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ۔ یعنی آسمان کو پیدا کرنے کے بعد زمین کو بچھایا تو اس کا جواب دو طریقوں سے دیا گیا ہے (۱) ممکن ہے کہ زمین کی پیدائش آسمان کی خلقت سے مقدم ہو لیکن دحو الارض یعنی زمین کا پھیلانا اور بچھانا آسمان کی پیدائش کے بعد ہو ۔ (۲) یا یہ کہ "ثم" ترتیب پیدائش کو بیان کرنے کے لئے نہیں بلکہ ترتیب بیان کے لئے ہے کہ کفار کو پہلے زمین اور زمین میں ہونے والی مخلوق کی پیدائش کا ذکر سنایا اور فرمایا پھر آسمان کے متعلق بھی سن لو کہ اس کا اور اس میں ہونے والے تمام اجرام کا خالق بھی وہی اللہ ہے جو زمین کا خالق ہے لہٰذا وہی لائق عبادت ہے اور وہی سزاوار ہے کہ ہر حال میں ہر دعا و پکار کے لئے اُس کو مقصود و معبود قرار دیا جائے۔

Presented by www.ziaraat.com

صـ۱۷۳

وَهِيَ دُخَانٌ - حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جہاں تخلیق آسمان کا ذکر فرمایا ہے وہاں اسی طرح ارشاد فرمایا کہ خدا نے پہلے پانیوں کو پیدا کیا اور ہواؤں کے ذریعے سے پانیوں کی سطح میں حرکت پیدا کی۔ اُس کی جھاگ سے سطح زمین کو خلعتِ وجود بخشی اور اُس سے اُٹھنے والے دھوئیں کو اُوپر اٹھایا اور اُس سے آسمان کو وجود بخشا۔

فَقَالَ لَهَا - یہ بیان بھی ترتیب خلقت کے لئے نہیں بلکہ بیان کی ترتیب کے لئے ہے کیونکہ تخلیق آسمان و زمین کے ذکر کے بعد سوال پیدا ہوتا تھا کہ خدا نے آسمان و زمین کو کس طرح پیدا فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی ایجاد میں آلات واسباب کی ضرورت نہیں ہوتی وہ تو امرکن سے چیز کو کتم عدم سے نکال کر خلعتِ وجود عطا فرمایا کرتا ہے۔ چنانچہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا بھی جب ارادہ فرمایا کہ کتم عدم سے نکل کر منصۂ وجود میں آجائے خواہ طوعًا خواہ کرھًا یعنی میرا تم کو پیدا کرنا امر تکوینی ہے نہ کہ امر تشریعی جس میں مخاطب کو اختیار دیا جاتا ہے پس امر تکوینی میں مخلوق کی مجال نہیں انکار کر سکے پس جب اس کا ارادہ ہوا تو آسمان و زمین فوراً بن گئے اور اُن کا فوراً بن جانا اُن کی زبانِ حال سے جواب تھا کہ اے پروردگار ہم اطاعت کرتے ہوئے حاضر ہیں ہمیں تیرے حکم ایجاد میں انکار کی مجال ہی کیا ہے؟ اور ایجاد کے امر تکوینی میں خطاب صرف زمین و آسمان کو نہیں بلکہ اس میں ہونے والی جمیع ذوی العقول اور غیر ذوی العقول مخلوق بھی شامل ہے اس لئے ذوی العقول کو غلبہ دیتے ہوئے صیغے ذوی العقول کے اختیار کئے گئے ہیں چنانچہ طائعین کے بجائے طائعین اور فقضاھا کے بجائے قَضَاهُنَّ کو لایا گیا ہے۔ اور سابق عکرمہ کی روایت میں ہے۔ زمین کی تخلیق چار دن میں اتوار سے بدھ تک مکمل ہوئی اور جمعرات کے روز اللہ نے آسمان کو پیدا کیا اور جمعہ کے دن آسمان میں چاند سورج اور ستاروں کو پیدا فرمایا پس گویا کہ چھ دنوں میں زمین و آسمان کا تخلیقی کارنامہ مکمل ہوا۔ اور ہر آسمان پر بسنے والوں کو اُن کا مناسب حکم اللہ نے وحی کر دیا اور اہلِ ہیئت کے نزدیک اگرچہ ستارے آٹھویں آسمان یعنی فلک البروج میں ہیں لیکن چونکہ پہلے آسمان پر نظر آتے ہیں اس لئے ان کو پہلے آسمان کی زینت قرار دیا گیا۔

صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ⑬ اِذْ جَآءَتْهُمُ
عذاب سے مثل قوم عاد و ثمود کے عذاب سے جب اُن کے
الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ
پاس رسول آئے ان کے سامنے اور ان کے بعد (اس تبلیغ کے لئے) کہ
اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا
نہ عبادت کرو مگر اللہ کی تو وہ کہنے لگے اگر ہمارا رب چاہتا

مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ - اس کا ایک معنے تو یہ ہے کہ قوم عاد و ثمود کے پاس رسول اُن سے پہلے بھی آئے۔ اور اُن کے بعد بھی سلسلہ جاری رہا۔ یا یہ مقصد ہے کہ اُن کے آباء کی طرف بھی آئے اور اُن کی طرف بھی آئے۔ اور وہ

Presented by www.ziaraat.com

یہی پیغام لائے کہ غیر اللہ کی عبادت چھوڑو لیکن انہوں نے جواب دیا کہ اگر خدا کو رسول بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو فرشتوں کو بھیج دیتا لہٰذا ہم تمہاری بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

ھُوَ اَشَدُّ ۔ قوم عاد چونکہ بہت قدآور اور طاقت ور قوم تھی اس لئے انہوں نے اپنی طاقت و قوت پر ناز کیا اور انہیں یہ خیال نہ آیا کہ جس خالق نے ہمیں پیدا کیا ہے وہ ہم سے بھی طاقت ور ہے۔ پس انہوں نے انبیا کی تعلیم کو ٹھکرایا۔ اور آیات خداوندی کا انکار کیا تو خداوند کریم نے تیز آندھی کا عذاب ان پر بھیج دیا کہ سب لقمۂ اجل ہوگئے۔

صَرْصَرًا ۔ یہ صِرٌّ سے ہے جس کا معنی سخت آواز پیدا کرنے والی تیز و تند ہوا۔ اور بعضوں نے سخت سرد ہوا اس کا معنی کیا ہے اور مزید مبالغہ پیدا کرنے کے لئے صَرَّ سے صَرْصَرَ بنا دیا جاتا ہے جس طرح کَفَّ سے کفکف بنایا جاتا ہے۔

نَحِسَاتٍ ۔ یعنی جن دنوں میں ان پر عذاب بھیجا گیا تھا وہ ان لوگوں کے لئے منحوس دن تھے اور

لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَمَّا

تو اتارتا فرشتے پس ہم اس چیز کا جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو انکار کرتے ہیں لیکن عاد

عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ

تو انہوں نے تکبر کیا زمین میں ناحق پس کہنے لگے کہ ہم سے طاقت میں

مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ

کون مضبوط تر ہے کیا انہیں معلوم نہیں کہ تحقیق وہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے

اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

طاقت میں مضبوط تر ہے؟ اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ

پس ہم نے بھیجی ان پر تیز و تند ہوا منحوس دنوں میں

لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْىِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ

تاکہ ان کو چکھائیں رسوائی کا عذاب زندگی دنیا میں

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ

اور آخرت کا عذاب زیادہ رسواکن ہوگا اور وہ نہ مدد کئے جائیں گے لیکن ثمود

قوم عاد پر مبعوث ہونے والا پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام تھا۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ ۔ قوم ثمود کی طرف حضرت ھود علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ اور انہوں نے قوم کو ہدایت کی لیکن ان لوگوں

Presented by www.ziaraat.com

فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ

تو ان کو ہم نے ہدایت کی تو انہوں نے پسند کیا گمراہی کو ہدایت پر پس ان کو پکڑ لیا

صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۸﴾

ذلت آمیز عذاب کی بجلی نے بوجہ اس کے جو کماتے تھے

وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور ہم نے نجات دی ان کو جو ایمان لائے اور (اللہ سے) ڈرتے تھے

نے اپنے نبی کی نصیحت پر کان نہ دھرے اور راہِ ہدایت کو اختیار کرنے کے بجائے انہوں نے گمراہی کا راستہ ہی اپنائے رکھا اور انجام کار ان کو عذابِ خداوندی نے تہس نہس کر دیا۔

اسرار و رموز

(۱) حدیث نبویؐ میں ہے کہ ہوائیں آٹھ قسم کی ہوتی ہیں۔ جن میں سے چار باعثِ عذاب اور چار باعثِ رحمت ہیں وہ چار جو باعثِ عذاب ہیں یہ ہیں۔

عاصف، صرصر، عقیم اور سموم

اور وہ چار جو باعث رحمت ہیں وہ یہ ہیں

ناشرات، مبشرات، مرسلات اور ذاریات

۲۔ دنوں میں سعد و نحس کے متعلق علماء میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں بالذات بعض دن منحوس اور بعض دن سعد ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ آیت ان کے لئے دلیل ہے جس میں ایام کی صفت نحسات آئی ہے۔ لیکن علمائے متکلمین کے نزدیک یہ چیز باطل ہے ان کے نزدیک تمام دن ایک جیسے ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے پر کسی کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ اور اگر کسی پر سعادت یا نحوست کا اطلاق ہے تو کسی عارضہ کی وجہ سے۔ مثلاً جو دن کسی بزرگ کی ولادت کی طرف منسوب ہوا اس کو سعد کہہ دیا گیا اور جس دن کسی بزرگ کی موت واقع ہوگئی اس کو نحس کہدیا گیا۔ اسی طرح جس دن کسی شخص پر مصیبت واقع ہوئی وہ دن اس کے لئے منحوس بن گیا جس طرح آیت مجیدہ میں ان دنوں پر نحوست کا اطلاق کیا گیا جن دنوں میں قوم عاد پر عذاب خداوندی نازل ہوا اور ان دنوں کو سعد قرار دیا گیا جن میں مصیبت دُور ہوئی یا نعمتِ خداوندی کا نزول ہوا۔ اور اسی طرح دشمن کی خوشی کے دن کو نحس اور ان کی موت یا غمی کے دن کو اس کے مقابلہ میں سعد قرار دیا جاتا ہے۔

لیکن آئمہ طاہرین علیہم السلام سے بطریق روایات احاد ایام کی سعادت و نحوست منقول ہے۔ ایام ہفتہ میں سے بعض سعد بعض نحس اور بعض کو میانہ کہا گیا ہے۔ اور ہر ماہ کی تاریخوں میں سعادت و نحوست نقل کی گئی ہے اور چونکہ سورج کی گردش

Presented by www.ziaraat.com

اور چاند کا سفر آسمانی برج کے راستہ سے ہوتا ہے اور بروج کے درجات کی تاثیرات میں بھی ماہرین علم نجوم فرق بیان کرتے ہیں۔ اور ان کا زمینی گردش کے ساتھ بھی مخصوص تعلق قابلِ انکار نہیں چنانچہ سورج جب برج عقرب میں ہو تو اس سالم مہینے میں اہلِ ارض پر نحوست چھائی رہتی ہے کیونکہ خزاں کا زمانہ ہوتا ہے اور ملیریائی بخار و امراض اسی زمانہ کی پیداوار ہیں اور چاند جب ہر ماہ میں کم و بیش اڑھائی دن برج عقرب میں آجائے تو اُس کے اثرات اہلِ زمین پر اچھے نہیں رہتے۔ اور اسی بنا پر معصومین علیہم السلام کی طرف سے ان دنوں میں نکاح اور سفر سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے اور قمری تاریخوں میں بالعموم ۳ - ۵ - ۱۳ - ۱۶ - ۲۱ - ۲۴ - ۲۵ ہر ماہ کی تاریخیں نحس بیان کی گئی اور ان کے مقابلہ میں بعض تاریخوں کو ہر ماہ میں سعد قرار دیا گیا ہے۔ بہرکیف ان تفصیلات کے بعد اس قدر اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ اگرچہ تمام ایام شمس کی گردش سے یکساں طور پر بنتے ہیں لیکن جس طرح پروردگار نے اور کسی مخلوق میں یکسانیت و مساوات کو جگہ نہیں دی انسانوں کے خواص انسانوں کے خواص الگ الگ ہیں۔ کوئی اچھا اور کوئی بُرا ہے۔ جنوں میں اچھے و بُرے ہیں زمین کے بعض حصّے لائق اور نالائق ہیں۔ پانی بعض میٹھے بعض تلخ اور بعض مفید و بعض مضر ہیں۔ ہوائیں مضر و مفید اور سرد و گرم ہیں و علیٰ ہذا القیاس اللہ کی تمام ارضی و سماوی مخلوق خواہ جواہر ہوں خواہ اعراض سب سعد و نحس اور نیک و بد میں منقسم ہیں تو بعید نہیں کہ زمانیات کی طرح خود زمانہ بھی افراد کے لحاظ سے سعد و نحس میں یکسانیت نہ رکھتا ہو لہذا بعض ایام کا ذاتی طور پر سعد اور اچھے اثرات کا حامل ہونا اور بعض ایام کا نحس اور بُرے اثرات کا حامل ہونا اگرچہ متیقن نہیں تو بعید از عقل بھی نہیں ہے لیکن جب اللہ کی جانب سے ہدایت خلق پر مامور اس کے نمایندے اس امر کی تصریح کردیں کہ زمانہ میں نحس و سعد کا فرق ہے تو پھر طبیعت میں یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ اللہ کی جاری کردہ سنت جو باقی مخلوق میں ہے وہ زمانہ کے افراد میں بھی ہے۔ پس بعض اوقات جس طرح زمانہ کی ذاتی سعادت کو عارضی نحوست نحس بنا دیتی ہے۔ اسی طرح زمانہ کی ذاتی نحوست کو بعض اوقات عارضی سعادت سعد بھی بنا دیتی ہے۔ جس طرح ۳ شعبان اور ۱۳ رجب ولادت معصوم کی وجہ سے سعد بن گئے اور دس محرم شہادت عظمیٰ حسینیہ کی وجہ سے نحس بن گئی۔

فَهَدَيْنٰهُمْ ۔ ہدایت کے معنی میں معتزلہ اور اشاعرہ کے دونوں فرقوں میں اختلاف ہے۔ اس کا معنی راہ دکھانا ہے یا منزلِ مقصود تک پہنچانا ہے چنانچہ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ ۔ میں ہدایت کا معنی راستہ دکھانا ہے اور اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ میں ہدایت کا معنی منزلِ مقصود تک پہنچانا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جہاں ہدایت کی نسبت اہلِ ایمان کی طرف ہو وہاں اس کا معنی ثابت قدمی اور منزلِ مقصود تک رسائی ہوتا ہے اور جہاں اس کی نسبت کفار کی طرف ہو وہاں راہ دکھانا ہی اس کا معنی ہوتا ہے لیکن ہدایت کا سلب جہاں بھی ہوگا وہاں یقیناً اس سے مراد اس کا جبری واکراہی ذریعہ کہ خدا کسی کو ہدایت کی طرف مجبور نہیں کرتا یا حضورؐ نبی اکرمؐ بھی کسی کو مجبور کرکے راہِ راست پر نہیں لاتے۔

Presented by www.ziaraat.com

فہرست سعادت و نحوستِ ایام

	محرم	صفر
۱	جملہ امور کے لئے سعد و مبارک	نحس
۲	״	جملہ امور کے لئے مبارک
۳	نحس اکبر	نحس اکبر
۴	سفر کے علاوہ ہر امر کے لئے مبارک	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۵	نحس اکبر	نحس اکبر
۶	ہر کام کے لئے مبارک خصوصاً سفر باعث زیادتیٔ مال	ہر کام کے لئے مبارک۔ سفر موجب زیادتی مال
۷	ہر کام کے لئے مبارک	ہر کام کے لئے مبارک
۸	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۹	ہر کام کے لئے خوب سفر باعثِ فراوانیٔ مال	ہر کام کے لئے خوب سفر باعث فراوانیٔ مال
۱۰	״	نحس
۱۱	نحس	دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کو نیک
۱۲	مبارک ہر کام کے لئے	ہر کام کے لئے خوب
۱۳	نحس اکبر	نحس اکبر
۱۴	نحس	ہر کام کے لئے مبارک
۱۵	قرض لینے دینے کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	قرض کی لین دین کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۶	نحس	نحس
۱۷	درمیانہ لیکن قرض کے لئے بد	درمیانہ۔ لیکن قرض کی لین دین کے لئے بد
۱۸	ہر کام کے لئے خوب	ہر کام کے لئے خوب
۱۹	״	״
۲۰	درمیانہ	نحس۔ چہلم شہدائے کربلا
۲۱	نحس اکبر	نحس اکبر
۲۲	نحس	ہر کام کے لئے مبارک
۲۳	ہر کام کے لئے خوب	״
۲۴	نحس اکبر	نحس اکبر
۲۵	״	״
۲۶	نکاح و شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	نکاح و شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۲۷	ہر کام کے لئے خوب	ہر کام کے لئے مبارک
۲۸	״	״ نحس بوجہ وفات رسول خداؐ
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب سفر باعثِ زیادتی مال	وصیت کے علاوہ ہر کام کو خوب اور سفر موجب زیادتی مال
۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

ایام عزا کی وجہ سے اس ماہ میں خوشی و شادی کے کاموں سے بچنا چاہیئے

اس ماہ میں بھی سوگوار رہنا چاہیئے اور خوشی کے کاموں سے بچنا چاہیئے

Presented by www.ziaraat.com

ربیع الاول

۱ ہر کام کے لئے مبارک
۲ "
۳ نحس اکبر
۴ نحس
۵ نحس اکبر
۶ ہر کام کے لئے مبارک ۔ سفر موجب زیادتی مال
۷ ہر کام کے لئے مبارک
۸ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک (شہادت امام عسکریؑ)
۹ ہر کام کو مبارک سفر موجب زیادتی مال
۱۰ نحس
۱۱ ہر کام کے لئے مبارک
۱۲ "
۱۳ نحس اکبر
۱۴ ہر کام کے لئے مبارک
۱۵ قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۱۶ نحس اکبر
۱۷ درمیانہ اور قرض کے لئے بد
۱۸ ہر امر کے لئے خوب
۱۹ "
۲۰ نحس
۲۱ نحس اکبر
۲۲ ہر کام کے لئے مبارک و خوب
۲۳ "
۲۴ نحس اکبر
۲۵ "
۲۶ نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۲۷ ہر کام کے لئے مبارک
۲۸ "
۲۹ وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۳۰ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک

ربیع الثانی

۱ نحس
۲ ہر کام کے لئے مبارک
۳ نحس اکبر
۴ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۵ نحس اکبر
۶ ہر کام کے لئے مبارک سفر موجب زیادتی مال
۷ ہر کام کے لئے خوب و مبارک
۸ نحس
۹ ہر کام کے لئے مبارک ۔ سفر موجب زیادتی مال
۱۰ دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب و مبارک
۱۱ نحس
۱۲ ہر کام کے لئے مبارک
۱۳ نحس اکبر
۱۴ ہر کام کے لئے مبارک
۱۵ قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۱۶ نحس اکبر
۱۷ درمیانہ قرض کے لئے بد
۱۸ ہر کام کے لئے مبارک
۱۹ "
۲۰ درمیانہ ۔ سفر کے لئے خوب درخت لگانا اور مکان بنانا خوب
۲۱ نحس اکبر
۲۲ ہر کام کے لئے خوب مبارک
۲۳ ہر کام کے لئے خوب مبارک ۔ سفر موجب زیادتی مال
۲۴ نحس اکبر
۲۵ "
۲۶ شادی نکاح کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۲۷ ہر کام کے لئے مبارک
۲۸ "
۲۹ وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

Presented by www.ziaraat.com

جمادی الاولیٰ

۱ ہر کام کے لئے مبارک
۲ ”
۳ نحس اکبر
۴ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۵ نحس اکبر
۶ ہر کام کے لئے مبارک ۔ سفر موجب زیادتیٔ مال
۷ ہر کام کے لئے مبارک
۸ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۹ ہر کام کے لئے مبارک سفر موجب زیادتیٔ مال
۱۰ نحس
۱۱ ”
۱۲ ہر کام کے لئے مبارک
۱۳ نحس اکبر
۱۴ ہر کام کے لئے مبارک
۱۵ قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۱۶ نحس اکبر
۱۷ درمیانہ ۔ قرض کے لئے بد
۱۸ ہر کام کے لئے خوب و مبارک
۱۹ ”
۲۰ درمیانہ لیکن سفر درخت لگانے اور مکان بنانے کے لئے خوب
۲۱ نحس اکبر
۲۲ نحس
۲۳ ہر کام کے لئے خوب اور سفر موجب زیادتیٔ مال
۲۴ نحس اکبر
۲۵ ”
۲۶ نکاح و شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۲۷ ہر کام کے لئے مبارک
۲۸ ”
۲۹ وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک

ایام وفات خاتون
بروایت ۷۵ دن

جمادی الثانی

۱ نحس
۲ ہر کام کو مبارک
۳ نحس اکبر ایام وفات خاتون بروایت ۹۵ ماہ
۴ سفر کے علاوہ ہر کام کو مبارک
۵ نحس اکبر
۶ ہر کام کو مبارک ۔ سفر موجب زیادتیٔ مال
۷ ہر کام کو مبارک
۸ سفر کے علاوہ ہر کام کو مبارک
۹ ہر کام کو مبارک ۔ سفر موجب زیادتیٔ مال
۱۰ دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کو مبارک
۱۱ نحس
۱۲ نحس
۱۳ نحس اکبر
۱۴ ہر کام کے لئے خوب
۱۵ قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۱۶ نحس اکبر
۱۷ درمیانہ ۔ قرض کے لئے بد
۱۸ ہر کام کے لئے خوب
۱۹ ”
۲۰ درمیانہ لیکن سفر درخت لگانا مکان بنانا خوب
۲۱ نحس اکبر
۲۲ ہر کام کو خوب
۲۳ ”
۲۴ نحس اکبر
۲۵ ”
۲۶ نکاح و شادی کے علاوہ ہر کام کو مبارک
۲۷ ہر کام کو مبارک
۲۸ ”
۲۹ وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

Presented by www.ziaraat.com

رجب

۱ ہر کام کے لئے خوب
۲ 〃
۳ نحس اکبر
۴ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۵ نحس اکبر
۶ ہر کام کے لئے مبارک۔ سفر موجب زیادتیٔ مال
۷ ہر کام کے لئے خوب
۸ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۹ ہر کام کے لئے خوب۔ سفر موجب فراوانیٔ مال
۱۰ دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۱ نحس
۱۲ 〃
۱۳ 〃 مگر بوجہ ولادت امیر المومنینؑ سعد ہو گئی
۱۴ ہر کام کے لئے خوب
۱۵ قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۶ نحس اکبر
۱۷ درمیانہ۔ قرض کے لئے بد
۱۸ ہر کام کے لئے خوب
۱۹ 〃
۲۰ درمیانہ۔ مگر سفر۔ درخت لگانا مکان بنانا خوب
۲۱ نحس اکبر
۲۲ ہر کام کو مبارک
۲۳ نحس اکبر
۲۴ نحس اکبر
۲۵ 〃
۲۶ نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کو مبارک
۲۷ ہر کام کے لئے خوب
۲۸ 〃
۲۹ وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۳۰ سفر کے علاوہ 〃 〃

شعبان

۱ ہر کام کے لئے خوب
۲ 〃
۳ نحس اکبر (ولادت امام حسینؑ کی وجہ سے سعد)
۴ نحس
۵ نحس اکبر
۶ ہر کام کے خوب۔ سفر موجب زیادتی مال
۷ ہر کام کے لئے خوب
۸ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۹ ہر کام کے لئے خوب۔ سفر موجب فراوانیٔ مال
۱۰ دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کو مبارک
۱۱ ہر کام کے لئے خوب
۱۲ 〃
۱۳ نحس اکبر
۱۴ ہر کام کے لئے خوب
۱۵ قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب (ولادت قائمؑ)
۱۶ نحس اکبر
۱۷ درمیانہ۔ قرض کے لئے بد
۱۸ ہر کام کے لئے خوب
۱۹ 〃
۲۰ نحس
۲۱ نحس اکبر
۲۲ ہر کام کے لئے خوب
۲۳ 〃
۲۴ نحس اکبر
۲۵ 〃
۲۶ نحس
۲۷ ہر کام کے لئے مبارک
۲۸ 〃
۲۹ وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰ سفر کے علاوہ 〃

Presented by www.ziaraat.com

رمضان مبارک

۱ ہر کام کے لئے خوب
۲ 〃
۳ نحس اکبر
۴ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۵ نحس اکبر
۶ ہر کام کے لئے خوب ۔ سفر موجب زیادتیٔ مال
۷ ہر کام کے لئے خوب
۸ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۹ ہر کام کے لئے خوب سفر موجب زیادتیٔ مال
۱۰ دخول علے السلطان کے علاوہ ہر کام کو خوب
۱۱ ہر کام کے لئے خوب
۱۲ 〃
۱۳ نحس اکبر
۱۴ ہر کام کے لئے خوب
۱۵ قرض کے علاوہ ہر کام کو خوب
۱۶ نحس اکبر
۱۷ درمیانہ قرض کے لئے بد
۱۸ ہر کام کے لئے خوب
۱۹ 〃 شہادتِ امیر علیہ السلام
۲۰ نحس
۲۱ نحس اکبر
۲۲ ہر کام کے لئے خوب
۲۳ 〃
۲۴ نحس اکبر
۲۵ 〃
۲۶ نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کو خوب
۲۷ ہر کام کے لئے خوب
۲۸ 〃
۲۹ وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

شوال

۱ ہر کام کے لئے خوب
۲ نحس
۳ نحس اکبر
۴ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۵ نحس اکبر
۶ نحس
۷ ہر کام کے لئے خوب
۸ نحس
۹ ہر کام کے لئے خوب سفر موجب زیادتیٔ مال
۱۰ دخول علے السلطان کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۱ ہر کام کے لئے خوب
۱۲ 〃
۱۳ نحس اکبر
۱۴ ہر کام کے لئے خوب
۱۵ قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۶ نحس اکبر
۱۷ درمیانہ ۔ قرض کے لئے بد
۱۸ ہر کام کے لئے مبارک
۱۹ 〃
۲۰ درمیانہ مگر سفر درخت، لگانا مکان بنانا خوب
۲۱ نحس اکبر
۲۲ ہر کام کے لئے خوب
۲۳ 〃
۲۴ نحس اکبر
۲۵ 〃
۲۶ نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۲۷ ہر کام کے لئے خوب
۲۸ 〃
۲۹ وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰ سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

Presented by www.ziaraat.com

ذوالقعدہ

۱	ہر کام کے لئے مبارک
۲	"
۳	نحس اکبر
۴	سفر کے علاوہ
۵	نحس اکبر
۶	نحس
۷	ہر کام کے لئے خوب
۸	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے مبارک
۹	ہر کام کے لئے خوب۔ سفر موجب زیادتی مال
۱۰	نحس
۱۱	ہر کام کو مبارک
۱۲	"
۱۳	نحس اکبر
۱۴	ہر کام کے لئے مبارک
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۶	نحس اکبر
۱۷	درمیانہ۔ قرض کے لئے بد
۱۸	ہر کام کے لئے خوب
۱۹	"
۲۰	درمیانہ مگر سفر درخت لگانا مکان بنانا خوب
۲۱	نحس اکبر
۲۲	ہر کام کے لئے خوب
۲۳	"
۲۴	نحس اکبر
۲۵	"
۲۶	نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۲۷	ہر کام کے لئے خوب
۲۸	نحس
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

ذوالحجہ

۱	ہر کام کے لئے خوب
۲	"
۳	نحس اکبر
۴	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۵	نحس اکبر
۶	ہر کام کے لئے خوب۔ سفر موجب زیادتی مال
۷	ہر کام کے لئے خوب
۸	نحس
۹	ہر کام کے لئے خوب۔ سفر موجب زیادتی مال
۱۰	دخول علی السلطان کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۱	ہر کام کے لئے خوب
۱۲	"
۱۳	نحس اکبر
۱۴	ہر کام کے لئے خوب
۱۵	قرض کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۱۶	نحس اکبر
۱۷	درمیانہ۔ قرض کے لئے بد
۱۸	ہر کام کے لئے خوب
۱۹	"
۲۰	نحس
۲۱	نحس اکبر
۲۲	ہر کام کے لئے خوب
۲۳	"
۲۴	نحس اکبر
۲۵	"
۲۶	نکاح شادی کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۲۷	ہر کام کے لئے خوب
۲۸	"
۲۹	وصیت کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب
۳۰	سفر کے علاوہ ہر کام کے لئے خوب

Presented by www.ziaraat.com

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا

اور جس دن اکٹھے کئے جائینگے اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف پس وہ روکے جائیں گے یہانتک کہ جب وہاں پہنچیں گے

شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱﴾

تو اُن پر ان کے کان آنکھیں اور چمڑے گواہی دینگے جو وہ عمل کرتے تھے

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ

اور اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی ہے تو کہیں گے ہمیں اللہ نے بولنے کی طاقت دی ہے ۔ جس

اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَمَا كُنْتُمْ

نے ہر شئی کو گویائی دی ہے اور اسی نے ہی تمہیں پیدا کیا پہلی مرتبہ اور اسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے اور تم نہیں چھپ سکتے

تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا

تھے اس بات سے کہ گواہی دیں گے تمہارے خلاف تمہارے کان اور نہ (چھپ سکتے تھے) اپنی آنکھوں اور

جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

اپنے چمڑوں سے لیکن تمہارا خیال تھا کہ تحقیق اللہ نہیں جانتا تمہارے اکثر اعمال کو

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ

اور یہ تمہارا خیال جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا ہوا تھا اُسی نے تمہیں ہلاک کیا ہے

رکوع نمبر ۱۷ یُوْزَعُوْنَ یعنی ان کو روک دیا جائے گا تاکہ سب جمع ہولیں ۔ جَآءُوْهَا یعنی جب جہنم میں پہنچیں گے تو اس سے پہلے اُنکے خلاف اُنکے اعضا کی گواہی ہو چکی ہو گی۔ اور تمام اعضا میں سے کان اور آنکھ کو مخصوص کر لیا گیا ہے کیونکہ ان دو کے ذریعے سے انسان حق کی آواز سنتا ہے اور حق کے دلائل اس تک پہنچتے ہیں اور آنکھ کے ذریعے سے انسان حق کے مناظر اور معجزات و کرامات کا معائنہ کرتا ہے پس جب یہ عذر پیش کریگا کہ میں نے حق کی آواز اور حق کے اثبات کی دلیلیں نہیں سنی تھیں تو کان گواہی دیں گے کہ ہم نے حق کی آواز اور اس کے دلائل سنے تھے اور اگر عذر پیش کرے گا کہ میں نے حق کے نشانات و معجزات نہیں دیکھے تھے تو آنکھ اس کے خلاف گواہ ہو گی کہ بے شک ہم نے سب کچھ دیکھا تھا اور باقی بدن کے تمام اعضاء اپنے متعلقہ اعمال کی گواہی دیں گے اور جُلُوْدُهُمْ سے مراد جسم کے باقی اعضاء ہیں مثلاً ہاتھ پیر اور زبان وغیرہ ہر اُس عمل کی گواہی دیں گے جو اُن سے متعلق ہو گا اور کان اور آنکھیں اتمام حجت کے علاوہ اپنے متعلقہ اعمال کے متعلق بھی گواہ ہوں گے ——

—— پس عالم بے چارگی میں کافر لوگ ازراہ حیرت اپنے اعضا سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں کر گواہی دی حالانکہ تم میں تو بولنے کی طاقت نہیں تھی پس وہ جواب دیں گے کہ ہم کو اللہ نے طاقت گویائی دے دی ہے ۔ اور بعض لوگ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ جس طرح انسان کی آوازیں فضا میں محفوظ رہتی ہیں چنانچہ آلات سائنس کے ذریعے سے

ان کو ضبط بھی کر لیا جاتا ہے جس طرح آج کل کی ریڈیائی آوازیں یا ٹیلی ویژن کے مناظر یا ٹیپ شدہ تقاریر وغیرہ اس کی شاہد ہیں۔ اسی طرح انسان کے جملہ حرکات و سکنات فضائے بسیط میں محفوظ ہوتے ہیں گویا انسان کی پوری زندگی کے حرکات و سکنات کی ریلیں فضائے بسیط میں محفوظ ہیں جو کراماً کاتبین کی نگرانی میں ہیں اور بروز محشر جب انسان اپنے کردار فاسد کا انکار کرے گا تو وہی ریلیں اس کو دکھا دی جائیں گی۔ اور یہی اس کی وہ کھلی ہوئی کتاب ہے جس کو وہ خود پڑھ لے گا۔ اور یہی وہ اعمال نامہ ہے جو بروزِ محشر منظرِ عام پر پیش ہوگا اور یہی اس کے اعضا کی گواہی ہے جس کو وہ کسی طرح جھٹلا نہ سکے گا۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کہ تم اپنے اعمال فاسدہ

مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ وَاِنْ

پس تم خسارہ پانیوالے ہو گئے ۔ پس اگر صبر کریں تو آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے ۔ اور اگر وہ

يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاۗءَ فَزَيَّنُوْا

معافی مانگیں تو ان کو معافی نہیں دی جائے گی ۔ اور بدلے میں دیے ہم نے ان کو ایسے ساتھی کرپس

لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ

انہوں نے مزین کیا ان کے لئے وہ جو انکے سامنے ہے اور وہ جو ان کے پیچھے ہے اور ثابت ہوا ان پر قول عذاب ان

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۶﴾

گروہوں میں جو ان سے پہلے گذر گئے جنوں اور انسانوں میں سے تحقیق وہ خسارے میں تھے

کو دوسروں سے تو چھپا سکتے ہو لیکن تم اپنے کانوں آنکھوں اور دوسرے اعضا سے کس طرح چھپاؤ گے اور انکی گواہی سے کیسے بچو گے اور تمہارا تو یہ گمان تھا کہ اللہ ہماری باتوں کو نہیں جانتا یعنی اللہ کے پاس ہمارے اعمال کی لسٹ محفوظ نہ ہوگی حالانکہ تمہاری پوری زندگی کے حرکات و سکنات محفوظ ہوتے ہیں اور تمہارے اسی گمان نے ہی تم کو ہلاکت کے راستہ پر ڈال دیا تھا۔ نیز ایسے ساتھی اور دوست بھی ان کو مل جاتے ہیں جو ان کے اعمال کو ان کے سامنے مزین کرتے ہیں یعنی آگے آنے والی قیامت کے متعلق بھی ان کے حوصلے وہ بلند کرتے ہیں کہ تم جو چاہو کرتے رہو تمہیں کون پوچھتا ہے؟ اور گذشتہ کے متعلق بھی ان کو مطمئن کرتے ہیں پس وہ توبہ کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے پس ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ دائمی خسارہ پانیوالے ہیں

اللہ پر حسن ظن

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضور نے فرمایا بروز قیامت ایک آدمی کو دوزخ کی طرف بھیجا جائے گا تو وہ پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھے گا پس اللہ کا حکم ہوگا کہ اس کو ٹھہرالو۔ چنانچہ ارشادِ باری ہوگا کہ تو نے پیچھے مڑ کر کیوں دیکھا ہے تو وہ عرض کرے گا اے پروردگار میرا تیرے متعلق یہ گمان ہرگز نہ تھا۔ پس اللہ فرمائے گا کہ تیرا میرے متعلق کیا گمان تھا تو وہ کہے گا کہ میرا تیرے متعلق بخشش کا گمان تھا اور یہ کہ تو مجھے اپنے فضل و کرم سے جنت میں بھیجے گا پس خدا فرشتوں سے فرمائے گا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اس نے کبھی میرے متعلق یہ گمان نہیں کیا تھا ورنہ اگر اس کا میرے متعلق یہ گمان ہوتا تو میں اس کو آتش جہنم سے خوف زدہ نہ کرتا تاہم اب اس کو چھوڑ دو اور جنت میں جانے دو۔ اس کے لئے

حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص بھی اللہ پر حُسنِ ظن رکھے اللہ اس کو حسنِ ظن کا بدلہ دیتا ہے۔

رکوع نمبر ۱۸

وَقَالَ الَّذِیْنَ۔ یعنی کفار نے جب دیکھا کہ جو لوگ قرآن سُنتے ہیں وہ فوج در فوج کھچ کھچ کر اسلام کے حلقہ میں داخل ہوجاتے ہیں پس اُنہوں نے تجویز سوچی کہ جب حضورؐ قرآن کی تلاوت کریں اُس وقت شور مچایا جائے یا سیٹیاں اور تالیاں بجائی جائیں یا کوئی دوسرا لغو مشغلہ اختیار کیا جائے تاکہ لوگوں کے کانوں تک قرآن نہ پہنچ سکے اور اس طریقہ سے اسلامی تعلیم لوگوں تک نہ پہنچ سکے گی اور ہم کامیاب ہوں گے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ

اور کافروں نے کہا کان نہ دھرو اس قرآن کے لئے اور لغو باتیں کرو اس میں

لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِیْدًا

تاکہ تم کو غلبہ حاصل ہو پس ہم البتہ ضرور چکھائیں گے کافروں کو سخت عذاب

وَّلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ

ان کو نہایت برا بدلہ دیں گے اس کا جو وہ کرتے ہیں یہ اللہ کے دشمنوں کی جزا ہے

اللّٰهِ النَّارُ لَهُمْ فِیْهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۲۹﴾

دوزخ کہ اس میں ان کا ہمیشہ کا ٹھکانا ہوگا یہ اس کا بدلہ ہے کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَیْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

اور کہیں گے کافر اے رب ہمیں دکھا وہ دو جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا جنوں اور انسانوں میں سے

وَلَنُذِیْقَنَّ۔ یعنی دنیا میں ان کو سخت عذاب میں مبتلا کریں گے اور آخرت میں ان کو اپنے شرک اور اعمالِ فاسدہ کی بدترین جزا دیں گے پس دنیاوی عذاب جنگِ بدر میں قتل ہونا اور قید ہونا تھا۔ اور اخروی سزا ہمیشہ کا جہنم اُن کے لئے ہے اور تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ولایت علی بن ابی طالب کو ترک کرنے والے کافروں کو دنیاوی زندگی میں بھی سخت ترین عذاب دیا جائے گا اور آخرت میں بھی ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا دوزخ ہے کیونکہ وہ آیاتِ پروردگار کا انکار کرتے ہیں۔ اور آیاتِ پروردگار ائمہ طاہرینؑ ہیں مقصد یہ کہ آیات کی تنزیل اگرچہ کفارِ مکہ کے لئے تھی لیکن ان کی تاویل دشمنانِ اہل بیت کے لئے "تاقیامت جاری رہے گی۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ۔ ایک روایت میں ہے کہ جنوں میں سے پہلا گمراہ کن ابلیس ہے۔ اور آدمیوں میں سے قابیل ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ جنوں اور انسانوں میں سے ہر گمراہ کرنے والا اس جگہ مراد ہے پس ان کے پیچھے چل کر جو لوگ دوزخ میں جائیں گے وہ اللہ سے درخواست کریں گے کہ ہم ان کو روندنا چاہتے ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کرکے جہنم کا راستہ

Presented by www.ziaraat.com

دکھایا تھا۔ اور تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے راوی حدیث سورہ بن کلیب سے فرمایا۔ خدا کی قسم اس آیت میں وہی دو آدمی مراد ہیں اور تین دفعہ آپ نے قسم کھا کر اس فقرہ کو دہرایا اور آخر میں فرمایا کہ ہم آسمان و زمین میں اللہ کے خزانہ دار ہیں۔ ایک دوسری حدیث طویل میں آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو آگ کے تازیانوں سے پیٹا جائے گا کہ اگر تازیانہ سمندر پر پڑے تو اس کا تمام پانی کھول جائے۔ اور ایک پہاڑ پر پڑے تو وہ خاکستر ہو جائے۔ پس ان کی اتباع کرنے والے کہیں گے کہ ہم اب ان کو اپنے پاؤں کے نیچے روندنا چاہتے ہیں تاکہ ان کا عذاب سخت تر ہو جو تَتَنَزَّلُ۔ احادیث میں ہے کہ یہ آیت شیعانِ آلِ محمدؐ کے حق میں ہے کہ مرتے وقت ان کو فرشتے جنت کی خوشخبری سناتے ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب کوئی مومن موالی مرتا ہے تو جناب رسولِ خدا حضرت امیر المومنینؑ اور حسنین شریفین

نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿٣٠﴾ إِنَّ

تاکہ ہم ان کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھیں تاکہ وہ ذلیل ہوں بے شک

الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ

جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر ثابت قدم رہے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں (یہ کہتے ہوئے)

أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ

کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کرو اور تم کو جنت کی بشارت ہے جس کا تم سے وعدہ

تُوعَدُونَ ﴿٣١﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي

کیا گیا تھا ہم تمہارے دوست ہیں دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں بھی

الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣٢﴾

اور تمہارے لئے اس میں وہ کچھ ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم مانگو

اس کے پاس پہنچ کر خوشخبری سناتے ہیں۔ الحدیث۔ اور تفسیر امام حسن عسکری سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ جب ملک الموت مومن کے پاس پہنچتا ہے اور اس کو حالت اضطراب میں دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ ایسے شخص کو گھبرانے کی کیا ضرورت ہے جس سے ایک کھوٹا روپیہ چلا جائے اور لاکھوں کھرے روپے مل جائیں۔ ذرا اوپر کی طرف نگاہ تو اٹھاؤ پس مومن منازل جنت کو دیکھے گا تو ملک الموت کہے گا کہ دنیاوی منازل کے بدلہ میں یہ جنت کے مکانات اور نعمات تیرے لئے اور تیری نیک اولاد کے لئے ہیں کیا تجھے یہ پسند نہیں تو مومن کہے گا بے شک مجھے یہ پسند ہیں اور میں راضی ہوں پھر دوبارہ ملک الموت کہے گا کہ نگاہ اٹھاؤ تو مومن اپنے سامنے حضرت رسالت مآبؐ حضرت امیر المومنین اور آلِ اطہار علیہم السّلام کو دیکھے گا پس فرشتہ کہے گا کہ یہ تیرے سردار موجود ہیں تو کیا دنیا کے بدلہ میں تجھے ان کی رفاقت منظور نہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

تو مومن کہے گا خدا کی قسم مجھے ان کی رفاقت پسند ہے پس فرشتہ اس کو خوشخبری جنت کی دے گا - اور اُس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے گی (ملخص از برہان)

نُزُلاً - یا تو مفعول مطلق ہے یا فاعل کے معنی میں حال ہے اور مروی ہے کہ جنّتی جب کسی شے کی خواہش کرے گا تو اس کے اظہار کرنے سے پہلے وہ چیز اس کو مہیا کر دی جائے گی۔

نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا

درحالیکہ یہ میزبانی ہے غفور رحیم کی جانب سے اور اُس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہے جو اللہ کی

اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا

طرف دعوت دے اور نیک عمل بجالائے اور کہے کہ میں پیروی کرنے والوں میں سے ہوں اچھی اور

تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا

بری بات ایک جیسی نہیں ہوا کرتی تم دفاع کرو اچھے طریقے سے تو وہ شخص کہ

الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ

تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہے مثل قریبی دوست کے ہو جائے گا اور نہیں عطا ہوتا

اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا

یہ طریقہ مگر حوصلہ مند لوگوں کو اور نہیں عطا ہوتا مگر بڑے صاحب بخت کو اور اگر

يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾

وسوسہ محسوس ہو تجھے شیطان کی طرف سے کوئی سا وسوسہ تو اللہ سے پناہ مانگو تحقیق وہ سننے جاننے والا ہے

رکوع ۱۹ وَمَنْ اَحْسَنُ آیت مجیدہ میں خداوند کریم نے تبلیغ دین کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تمام نیکیوں میں سے بہت بڑی نیکی دین خداوندی کی تبلیغ ہے بشرطیکہ تبلیغ کرنے والا خود بھی عمل صالح کرنے والا ہو اور اللہ کی طرف دعوت دیتے ہوئے خود بھی اس کی طرف پوری طرح جھکنے والا ہو - اور تفسیر صافی میں بروایت عیاشی مذکور ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے حق میں اتری ہے۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ - دشمن کی بدخلقی اور بدکلامی کا جواب خوش خلقی اور نرمی سے دیا جائے تو زیادہ موثر ہوا کرتا ہے پس آیت مجیدہ میں ارشاد ہے کہ مخالف کی بات کا دفاع احسن طریقہ سے کرو یعنی ان کے باطل کو حق سے اُن کی جہالت کو حوصلے سے۔ اور ان کی برائی کو اچھائی سے دور کرو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا اعلانیہ دشمن بھی ایک دن تمہارے سامنے جھک جائے گا اور دشمن کے بجائے تمہارا دوست اور اجنبی کے بجائے تمہارا قریبی ہو جائے گا لیکن تبلیغ اور دفاع کا یہ طریقہ وہی لوگ اختیار کر سکتے ہیں جو حوصلہ مند ہوں کہ دشمن کی سخت کلامی سے طیش میں نہ

Presented by www.ziaraat.com

آجائیں بلکہ صبر و ضبط اور سکون و اطمینان کے ماتحت خندہ پیشانی سے نرم لہجہ کے ساتھ بات کریں اور یہ طرز عمل ایسے لوگوں کا ہوتا ہے جو حلم و حوصلہ کے ساتھ فہم و فراست اور عقل و دانش سے بہرہ ور ہوں اور اسی کو حظِ عظیم کہا گیا ہے ۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ ۔ جو لوگ سورج اور چاند ستاروں کی پرستش کرتے تھے اور اپنے اس فعل بد کی توجیہ میں کہتے تھے کہ ہم ان کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ قرار دیتے ہوئے ان کی پرستش و پوجا کرتے ہیں ۔ درحقیقت مقصودِ عبادت اللہ ہی ہے پس خداوند کریم نے اس آیت میں ان کے اس نظریہ کی تردید فرمائی ہے کہ چاند و سورج میری قدرت اور توحید کی نشانیوں میں سے ہیں اور میری مخلوق ہیں تم لوگوں کا فرض ہے کہ میری اس قسم کی نشانیوں کو دیکھ کر میری عظمت و جلالت کے سامنے سربسجود ہو جاؤ ۔ اور مجھے لائق عبادت قرار دے کر میری کسی مخلوق کو میرا شریک عبادت نہ بناؤ پس اگر تمہارا یہ دعوٰے صحیح ہے کہ مقصودِ عبادت اللہ ہے تو سورج و چاند کی پرستش کا طریقہ ترک کرکے مجھے معبود واحد قرار دیتے ہوئے میری عبادت کرو اور میری ذات کے لئے ہی سجدہ کرو ۔ اور یہ آیت آیت سجدہ ہے کیونکہ اس کے اختتام پر سجدہ کرنا ضروری ہے تَعْبُدُوْنَ ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس امر میں اختلاف ہے کہ تلاوت کرتے ہوئے کس جگہ سجدہ کرنا چاہیئے چنانچہ ائمہ طاہرین علیہم السلام سے مقام سجدہ یہی جگہ منقول ہے ۔ اور بعض لوگوں کے نزدیک مقام سجدہ اگلی آیت کا اختتام یعنی لَا یَسْئَمُوْنَ

مقام سجدہ واجبہ

وَمِنْ اٰیٰتِہِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ

اس کی نشانیوں میں سے ہیں رات دن اور سورج و چاند نہ سجدہ کرو سورج کا

وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ

اور نہ چاند کا اور سجدہ کرو اس اللہ کا جس نے ان کو پیدا کیا اگر تم اس کی عبادت کرتے

تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۸﴾ سجدہ واجبہ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ

ہو پس اگر تکبر کریں تو جو لوگ تیرے رب کے قرب میں ہیں وہ دن رات اس کی

لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ

تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے بھی نہیں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم

ہے اور اس جگہ سجدہ کرنا واجب ہے اور کتاب من لا یحضرہ الفقیہ سے منقول ہے کہ سجدہ میں یہ دعا پڑھنی چاہیئے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَقًّا حَقًّا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِیْمَانًا وَّتَصْدِیْقًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عُبُوْدِیَّةً وَّرِقًّا سَجَدْتُ لَكَ یَا رَبِّ تَعَبُّدًا وَّرِقًّا لَا مُسْتَنْكِفًا وَّلَا مُسْتَكْبِرًا بَلْ اَنَا عَبْدٌ ذَلِیْلٌ خَائِفٌ مُّسْتَجِیْرٌ ۔ پس سر اٹھا کر اللہ اکبر کہے ۔ قرآنی سجدہ کے باقی احکام سورہ اعراف کی تفسیر کے اختتام پر ملاحظہ فرمائیں ج ۶ ص ۱۵۱

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا ۔ یعنی اگر چاند و سورج پرست لوگ اللہ کی عبادت میں چاند و سورج کو شریک کرنے سے باز نہ آئیں تو اللہ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ اس کے پاس سجدہ کرنے والوں اور توحید پرستوں کی بھی کوئی کمی نہیں ہے جو شب و روز

Presented by www.ziaraat.com

اس کی عبادت میں مشغول ہیں (فرشتے)

خَاشِعَۃً ۔ بارش کی تاخیر کی وجہ سے زمین پر جو خشکی اور یبوست سی ظاہر ہوتی ہے اس کو خشوع سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ ۔ آیاتِ خداوندی میں الحاد کرنے کی کئی صورتیں ہیں (۱) جب حضور تلاوت کرتے تھے تو وہ لوگ سیٹیاں بجانا شروع کر دیتے تھے تاکہ ان کی طرف کوئی توجہ نہ دے سکے (۲) آیات کے معانی میں خاص ردوبدل کر کے اور غلط تعبیریں کر کے لوگوں کو منحرف کرتے تھے (۳) یا یہ کہ توحید پروردگار کی دلیلیں سُننے سمجھنے کے باوجود ازراہِ عناد اس سے انحراف کرتے تھے پس ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ خدا ان کی سب حرکتوں کو جانتا ہے اور اپنی مصلحت سے اُن کی فوری گرفت نہیں کرتا اور لوگوں کے لئے ہر قسم کے آدمیوں کے بارے میں دعوتِ فکر کا انتظام ہے تاکہ جہنم میں جانے والوں اور پرامن محشور ہونے والوں کے انجام میں غور کر کے اپنے لئے صحیح راستہ کی تعیین کرلیں، اسی لئے فرمایا کہ کسی کو کوئی مجبوری نہیں جو چاہو عمل کرو خدا سب کے اعمال سے واقف و خبردار ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔ اس جگہ اِنَّ کی خبر یا تو محذوف ہے یعنی جو لوگ قرآن کا انکار کرتے ہیں اُن کو اپنے انکار کی سزا دی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعد میں اُولٰٓئِکَ یُنَادَوْنَ کو اس کی خبر قرار دیا جائے

تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ

زمین کو خشک دیکھتے ہو پس جب ہم اس پر بارش نازل کرتے ہیں تو جھومتی اور پھولتی ہے

وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(وسبزہ) اُگاتی ہے تحقیق وہ جس نے اس کو زندہ کیا مردوں کو زندہ کرتا ہے بے شک وہ ہر شے پر قادر ہے

(۴۰) اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ

تحقیق وہ لوگ جو کج روی اختیار کرتے ہیں ہماری آیات میں ہم پر وہ پوشیدہ نہیں ہیں تو کیا جس کو آگ

يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا

میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا جو بروز قیامت پُرامن حاضر ہو؟ کرو جو

مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۴۱) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

چاہو تحقیق وہ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے تحقیق جن لوگوں نے انکار کیا

بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ (۴۲) لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ

قرآن کا جب وہ اُن کے پاس آیا حالانکہ وہ کتاب عزیز ہے کہ نہیں حملہ کر سکتا اس پر باطل

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ ۔ اس کی کئی تاویلیں بیان کی گئی ہیں (۱) باطل سے مراد شیطان ہے یعنی شیطان اس سے حق کو کم کرنے اور اس میں باطل کے اضافہ کرنے پر قادر نہیں ہے (۲) اس کو باطل کرنے والی کوئی کتاب نہیں خواہ اس سے پہلے کی ہو یا بعد کی ہو

Presented by www.ziaraat.com

یعنی کوئی کتاب اس کے مضامین ومعانی کو باطل ثابت نہیں کر سکتی (۳) گزشتہ یا آیندہ کی خبروں میں سے کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن مجید میں ہو اور اُس کو غلط ثابت کیا جا سکے۔ (۴) پہلے اُترنے والی آیتوں اور بعد میں آنے والی آیتوں میں کہیں بھی غلطی و بطلان کی کوئی گنجائش نہیں ہے (۵) قرآن مجید کی آیات میں کسی جہت سے کوئی کمزوری و نقص نہیں ہے مثلاً بیانِ حقائق الفاظ ومعانی قصص تاریخ فصاحت وبلاغت اور اوامر ونواہی وغیرہ میں کہیں بھی انگشت نمائی کی جگہ نہیں ہے اور یہ کتاب ہر لحاظ سے

مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ

آگے سے نہ پیچھے سے نازل کردہ ہے اس حکمت والے کی جانب سے

﴿۴۳﴾ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ

جو حمید ہے تجھے نہیں کہا جاتا مگر وہ کچھ جو رسولوں کو کہا جاتا رہا ہے تجھ سے پہلے تحقیق

رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۴﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ

تیرا رب بخشنے والا ہے (مومنوں کو) اور دردناک عذاب دینے والا ہے (منکروں کو) اور اگر کرتے ہم اس کو

قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّ

قرآن عجمی تو کہتے کافر کیوں نہیں بیان کیا گیا اس کی آیات کو (عربی میں) یہ کیسے کہ کتاب عجمی اور

عَرَبِيٌّ ۭ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا

رسول عربی؟ کہدو کہ یہ ان کے لئے جو ایمان لائیں ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہ لائیں ان

يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ

کے کانوں میں پردے ہیں اور یہ ان پر اندھیرا ہے ایسے لوگ بلائے جاتے ہیں

مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۴۵﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ

دُور کے مکان سے اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب تو اس میں اختلاف کیا گیا

شک وریب سے بالا ہے اور یہ کتاب تا قیامت ہر دور کے انسانوں کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے جس کا کوئی صحیح الفطرت باضمیر انسان انکار نہیں کر سکتا قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا - یعنی اگر قرآن مجید عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں ہوتا تو عرب لوگوں کے پاس انکار کرنے کا بہانہ دستیاب ہو جاتا کہ کتاب اعجمی ہے اور رسول عربی یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ پس خدا نے انہی کے خاندانوں میں سے ایک اعلیٰ خاندان کے اعلیٰ فرد کو انہی کی زبان عربی میں قرآن دے کر بھیجا تاکہ ان کے لئے انکار کا کوئی بہانہ نہ بن سکے۔

هُدًى وَّشِفَاۗءٌ - یعنی خالی الذہن انسان کے لئے قرآن ہدایت ہے اور کفر ونفاق وشرک کی بیماریوں میں مبتلا انسانوں

Presented by www.ziaraat.com

کے لئے قرآن مجید شفا و تندرستی کا پیغام ہے۔

وَالَّذِیْنَ ۔ یعنی جو لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے گویا قرآنی ہدایت کے سننے سے ان کے کان بہرے ہیں اور قرآنی حقائق اُن کے سامنے تاریکی میں ہیں اور ہدایت کی آواز ان کو یوں معلوم ہوتی ہے جس طرح کوئی دور سے بلا رہا ہو اور اس کی آواز سمجھی نہ جا سکتی ہو۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي

اور اگر بات نہ ہو چکی ہوتی تیرے رب کی طرف سے تو ان کا فیصلہ کر دیا جاتا اور تحقیق یہ لوگ

شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴿٤٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَ

اس کے متعلق گہرے شک میں ہیں جو نیک عمل کرے گا تو اپنے لئے اور

مَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾

جو برا کرے گا تو اپنے لئے اور نہیں ہے تیرا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا

فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ۔ یعنی آپ سے پہلے حضرت موسٰی کو کتاب دی گئی تو بعض مان گئے اور بعض لوگ انکار پر ڈٹ گئے اور اس قسم کا نظریاتی اختلاف ہمیشہ ہوتا رہا ہے لہٰذا گھبرانے کی بات نہیں آپ بے فکر ہو کر تبلیغ میں مشغول رہیں کوئی مانے تو اس کو فائدہ ہو گا جو نہ مانے گا جہنم میں جائے گا۔ اگر ایک وقت تک عذاب کے موخر کرنے کا فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو ان پر بھی عذاب بھیج دیا جاتا تاہم آپ ان کے ضد و انکار کی پرواہ کئے بغیر امور تبلیغ کو انجام دیتے رہیں۔

پارہ ۲۵

Presented by www.ziaraat.com

رکوع ۱ ۔ وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ ۔ یعنی بروز محشر کفار و مشرکین سے ازراہ سرزنش سوال ہوگا کہ کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے تھے تو مشرکین اس کے جواب میں اپنے شرک کا انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اللہ کے ساتھ کسی کے شریک ہونے کی شہادت دے اور دنیا میں جو اپنے بنائے ہوئے شریکوں کے متعلق گمان رکھتے تھے کہ قیامت کے دن وہ ہمیں چھڑائیں گے اس وقت وہ بات اُن کے ذہن سے اُتر جائے گی اور یقین ہوگا کہ اب چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہے ۔

اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَکْمَامِهَا

اُسی کی طرف رد کیا جاتا ہے اور کوئی پھل اپنے غنچوں سے نہیں نکلتا

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ اَیْنَ

اور مونث حاملہ ہوتی ہے اور نہ اس کا وضع حمل ہوتا ہے مگر یہ کہ اس کے علم میں ہے اور جس دن ان کو پکاریگا

شُرَکَآءِیْ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِیْدٍ ﴿۴۸﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ

کہ میرے شریک کہاں ہیں ؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم نے تجھے بتا دیا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے

مَّا کَانُوْا یَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ ﴿۴۹﴾

اور ختم ہو جائیگا ان کا وہ دعویٰ جو کرتے تھے پہلے اور ان کو یقین ہوگا کہ ان کا چھٹکارا نہیں ہے

لَا یَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ

نہیں تھکتا انسان خیر کے مانگنے سے اور اگر مس کرے اس کو تکلیف تو مایوس و

فَیَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۵۰﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ

نا امید ہوتا ہے اور اگر اس کو ہم اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں اس تکلیف کے بعد

ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَیَقُوْلَنَّ هٰذَا لِیْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً

جو اس کو پہنچی تھی تو کہتا ہے کہ یہ تو میرا حق ہے اور میں نہیں یقین کرتا کہ قیامت قائم ہوگی

لَا یَسْـَٔمُ ۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس جگہ انسان سے کافر لوگ مراد ہیں کہ وہ دنیا میں اس قدر لالچی ہوتے ہیں کہ اپنے لیئے رزق اور جان و مال کی صحت و فراوانی کی دعا سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور کسی درجہ پر پہنچ کر ان کو قناعت و حوصلہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ ہر موجودہ صورت سے آگے بڑھنے کی فکر میں رہتے ہیں لیکن جب ان کو کوئی تکلیف پہنچے تو فوراً مایوسی و نا اُمیدی کا شکار ہو جاتے ہیں پس خیر و شر کی دونو حالتوں میں ان کو کبھی سکون قلب نصیب نہیں ہوتا اور پھر جب تکلیف و مصیبت کے بعد خداوند کریم اپنے رحم و کرم سے اُن کی مشکل کو آسان کر دے تو وہ بجائے اس کے کہ خدا کا شکر ادا کرتے الٹا بے شکری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارا فرض ہے اور ہماری ذاتی کوششوں کی وجہ سے ہی ہماری مصیبت ختم ہوئی ہے

Presented by www.ziaraat.com

وَ مَآ اَظُنُّ۔ اس جگہ ظن سے مراد یقین ہے یعنی ان کو قیامت کے آنے کا قطعاً کوئی یقین نہیں ہوتا۔ اور کہتے ہیں کہ اگر بالفرض قیامت آبھی جائے تو جس طرح دنیا میں ہم پر نعمات کی بارش رہی ہے اسی طرح قیامت کے دن بھی ہم کو نعمات ملیں گی۔ اور اللہ ان کے اس خیال کی تردید میں فرماتا ہے وہ غلط سمجھے بیٹھے ہیں بلکہ ان کو ان کے اعمالِ فاسدہ کی ضرور سزا ملے گی۔

وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّىٓ اِنَّ لِىْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى فَلَنُنَبِّئَنَّ

اور بالفرض اگر میں اپنے رب کی طرف پلٹایا بھی گیا تو اس کے پاس میرے لئے اچھائی ہو گی پس

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ

ضرور ہم کافروں کو خبردار کریں گے اپنے اعمال سے اور ان کو چکھائیں گے سخت قسم کا عذاب

(۵۱) وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ

اور جب ہم نعمت بھیجیں انسان پر تو اعراض کرتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے (شکر سے)

وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ (۵۲) قُلْ اَرَءَيْتُمْ

اور جب اس کو چھوئے تکلیف تو لمبی چوڑی دعائیں مانگنے والا ہوتا ہے کہدو کہ تمہاری کیا رائے ہے

اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ

کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہو اور پھر تم اس کا انکار کرو تو کون زیادہ گمراہ ہے ایسے شخص سے

هُوَ فِىْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ (۵۳) سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَ

جو گہری بدبختی میں ہو عنقریب ہم ان کو دکھائیں گے اپنی نشانیاں گرد و نواح میں اور

اَعْرَضَ۔ یعنی جب کسی کافر بندے پر خدا کا احسان ہو تو شکر خداوندی سے منہ پھیرتا ہے اور پہلو بچا کر کے متکبرانہ رویہ اختیار کرتا ہے لیکن جب اسی کو خدا کسی تکلیف میں مبتلا کردے تو پھر بڑی بڑی دعائیں مانگتا ہے اور اللہ کے سامنے پورے خشوع و خضوع کا اظہار کرتا ہے۔

اِنْ كَانَ۔ یعنی ان کفار کو دعوتِ فکر دیجئے کہ اگر بالفرض یہ قرآن یا یہ دین اللہ کی جانب سے ہی ہو تو ایسی صورت میں تمہارے انکار کا نتیجہ کیا ہو گا یعنی اس کا یہی نتیجہ ہو گا کہ تم نہایت بدبخت انسان ثابت ہو گے۔ شقاق مضاعف ثلاثی ہے اور اس کا معنی دشمنی کیا جاتا ہے۔ یعنی تمہارا یہ اختلاف اللہ سے دشمنی متصور ہو گا جس کی سنگین سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی۔

فِى الْاٰفَاقِ۔ خداوند کریم کی قدرت و حکمت کی نشانیاں جس طرح آفاق میں موجود ہیں اسی طرح ہر انسان کے اپنے وجود کے اندر بھی وہ سب کچھ موجود ہے جس میں غور و فکر کرنے والا انسان عقیدہ توحید تک بآسانی پہنچ سکتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

أَتَزْعَمُ أَنَّكَ جِرْمٌ صَغِيرٌ وَفِيكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْأَكْبَرُ وَأَنْتَ الْكِتَابُ الْمُبِينُ الَّذِي بِأَحْرُفِهِ يَظْهَرُ الْمُضْمَرُ ۔ ترجمہ۔ کیا تو اپنے آپ کو چھوٹا سا جسم سمجھتا ہے حالانکہ تجھ میں عالم اکبر کی تفصیلات کا خلاصہ موجود ہے۔ اور تو وہ کتاب مبین ہے جس کے تمام حروف رموز قدرت و رازہائے فطرت کو عیاں کرتے ہیں۔

اور اس کی مزید توضیح و تشریح ہم نے تفسیر کے مقدمہ میں ذکر کی ہے۔ پس خدا فرماتا ہے کہ آفاق اور انفس میں غور کرنے کے بعد انسان صحیح طور پر یہ نتیجہ حاصل کرسکتا ہے کہ عقیدہ توحید پروردگار بالکل ناقابل انکار ہے۔ اور اللہ ہر شئی پر شہید و گواہ ہے اور ہر شے پر علم و قدرت کے لحاظ سے محیط و حاوی ہے۔

آفاق و انفس میں خدا کی نشانیاں دکھانے کی چند تاویلیں کی گئی ہیں۔

فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ

ان کے اپنے نفسوں میں یہاں تک کہ واضح ہو جائے ان کے لئے کہ یہ حق ہے کیا نہیں کافی

يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٥٤﴾ أَلَآ إِنَّهُمْ فِي

تیرے رب کے لئے کہ وہ ہر شئے پر شہید ہے آگاہ ہو تحقیق وہ شک

مِرْيَةٍ مِّن لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَآ إِنَّهُۥ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ﴿٥٥﴾

میں ہیں اپنے رب کی ملاقات کے بارے میں آگاہ ہو تحقیق وہ ہر شئے پر احاطہ کرنیوالا ہے

(۱) ہم ان لوگوں کو اپنی توحید پہ ناقابل تردید براہین دکھائیں گے جو آفاقِ عالم اور اقطارِ ارض میں پھیلی ہوئی ہیں مثلاً سورج و چاند کی گردش ستاروں کی چمک اور ان کی حرکات متناسبہ اسی طرح نباتات و اشجار اور دریا و پہاڑ وغیرہ کے متعلق مختلف پہلوؤں پر غور و خوض اور خود نفسِ انسانی میں حکمت و مصلحت کی صنعت کاریوں میں تدبر اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ وہ اللہ ایک ہے جو ان تمام کا خالق اور مدبّر و متقن ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

۲۔ حضرت رسالت مآبؐ کی نبوت کی صداقت کے شواہد اطرافِ مملکت کی فتوحات میں بھی ہم ان کو دکھائیں گے۔ اور آپ کی صداقت کا لوہا خود ان کے نفسوں سے بھی منوائیں گے جو فتح مکہ کے دن ظاہر ہوا۔

۳۔ آفاقی آیات سے مراد امم ماضیہ اور قرونِ گذشتہ کے واقعات سے عبرت دلانا مقصود ہے اور انفسی آیات سے جنگ بدر کے نتیجے سے عبرت حاصل کرنا مقصود ہے۔

۴۔ آفاقی آیات سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضورؐ نے ان کو حوادثِ گذشتہ کے متعلق یاد دلائے تھے اور انفسی آیات سے مراد وہ معجزات ہیں جو انہوں نے خود حضور سے طلب کئے تھے مثلاً شق القمر کا معجزہ۔

۵۔ آفاقی آیات سے مراد یہ ہے کہ گذشتہ امتوں نے تکذیب رسل کے نتیجہ میں جو عذاب برداشت کیا جن کے نشانات اب تک صفحہ ارض پر باقی ہیں، اور انفس میں غور و فکر کی دعوت دے کر ان کو عقیدہ توحید کی طرف لے جانے کا الگ انتظام

Presented by www.ziaraat.com

لیا گیا ہے کہ جب انسان اپنی خلقت میں غور کرتا ہے کہ پہلے نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ اس کے بعد ہڈیاں گوشت پوست اور پھر اس ساری انسانی تاریک عمارت میں فانوسِ عقل کے ذریعے روشنی کا انتظام یہ سب ایسے امور ہیں جو ہر صاحبِ ضمیر اور منصف مزاج انسان کو توحید خالق کی دعوت دیتے ہیں اور اعضاء انسانی میں سے ہر ایک کا اپنے موزوں و مناسب مقام پر ہونا تدبیر خالق کی بولتی ہوئی زبان ہے ورنہ اگر یہ تخلیق اتفاقی ہوتی اور اس کو کوئی پیدا کرنے والا نہ ہوتا یا یہ کہ پیدا کرنے والے متعدد ہوتے تو اس قسم کی یکسانیت ناممکن تھی بلکہ ایک عضو کی جگہ غلطی سے دوسرا عضو لگ جاتا کان کی جگہ آنکھ اور آنکھ کی جگہ کان وعلیٰ ہذا القیاس ۔ اور ایسا کبھی بھی نہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ پیدا کرنے والے نے اپنی حکمت کاملہ اور تدبیر اتم کے پیش نظر اپنے حسن اختیار سے یہ تخلیقی کارنامہ انجام دیا اور یہ اس کا محض فضل وکرم ہے ۔ نیز یہ بھی ظاہر ہوا کہ اس میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں پس انفس وآفاق میں غور وفکر کی دعوت سے بڑھ کر اور کوئی دلیل نہیں ہو سکتی اور ان میں غور وفکر کرنے کے بعد بھی جو توحید پروردگار کے عقیدہ تک رسائی نہ حاصل کر سکے اس جیسا کوئی کم ہمت بلکہ بدبخت نہیں ہے۔

بِرَبِّکَ ۔ فاعل ہے اور باء جارہ زائدہ ہے اِنَّہٗ الی آخرہ بِرَبِّکَ سے بدل ہے یعنی کیا تیرے رب کا ہر شئے پر شاہد ہونا کافی نہیں؟

سُوْرَۂ حٰمٓعٓسٓقٓ

یہ سورہ مکیہ ہے اور اس کا دوسرا نام شوریٰ بھی ہے اور اس کی صرف چار آیتیں مدنی ہیں۔

قُلْ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا سے لے کر لهم عذاب شدید تک

اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر چوّن ہے ۔

جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ سورہ حمعسق کی تلاوت کرنے والا ان لوگوں میں سے ہوتا ہے جن پر فرشتے درود پڑھتے ہیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص حم عسق کی تلاوت کرے تو بروز محشر اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا جب دربارِ خداوندی میں پیش ہوگا تو ارشاد پروردگار ہوگا کہ تو نے حم عسق کی تلاوت کی اور تجھے یہ پتہ نہ تھا کہ اس کا اجر کیا ملے گا ورنہ تجھے اس سورہ کی تلاوت سے کبھی تھکاوٹ محسوس نہ ہوتی ۔ اب میں تجھے اس کا بدلہ دیتا ہوں۔ چنانچہ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو جنت میں داخل کرو۔ پس اس کو یاقوتِ سرخ کا

Presented by www.ziaraat.com

ایک محل عطا ہوگا جس کے دروازے سیڑھیاں اور روشن دان بھی یاقوت سرخ کے ہوں گے۔ اور اس قدر شفاف ہوگا کہ اُس کی دیواروں سے نظر آر پار ہوسکے گی۔ اور اس کو اس میں دو کشادہ و سیاہ چشم حوریں عطا ہوں گی نیز ایک ہزار کنیزیں اور ایک ہزار غلام بھی خدمت گذاری کے لئے عطا ہوں گے (مجمع)

تفسیر برہان میں خواص القرآن سے منقول ہے جو شخص اس سورہ مبارکہ کو لکھ کر بارش کے پانی سے دھوئے پھر اُسی پانی میں سرمہ کو کھرل کر کے خشک کرے تو وہ سرمہ آنکھ کی ہر بیماری کے لئے باعث شفا ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو امن میں رہے گا اور جو شخص اس کو دھو کر پی لے تو سفر میں باامن رہے گا۔

رکوع نمبر ۲ حٰمٓ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ کے ناموں سے مخفف ہے یعنی الحکیم المثبت العالم السمیع القادر القوی بہرکیف یہ حروف مقطعات ہیں اور ان کا صحیح علم راسخون فی العلم کے پاس محفوظ ہے جس قدر سورے حٰم سے شروع ہوئے ہیں اُن میں حٰم کے بعد قرآن مجید کا ذکر ہے لیکن اس سورہ میں حٰم کے بعد عسق مذکور ہے اس قیاس کے پیش نظر بعضوں نے کہا ہے کہ عسق قرآن مجید کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①
اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)
حٰمٓ ② عٓسٓقٓ ③ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ
حٰمٓ عسٓق اسی طرح وحی کرتا ہے تیری طرف اور اُن کی طرف جو تجھ سے پہلے
قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
تھے وہ اللہ جو غالب حکمت والا ہے اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین کے اندر
الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ⑤ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ
ہے اور وہ بلند و بزرگ ہے۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں

كَذٰلِكَ۔ یعنی جس طرح تیرے اوپر گذشتہ ایام میں ہم نے وحی بھیجی اسی طرح ہر زمانہ میں ہمارا وحی کا قاعدہ یہی رہا ہے خواہ تیری طرف ہو یا گذشتہ انبیاء کی طرف ہو۔ یا یہ مقصد ہے کہ اس سورہ مجیدہ کے مضامین سابق انبیاء کی طرف بھی وحی کئے گئے تھے۔ جس طرح تیری طرف وحی کئے گئے ہیں یا یہ کہ جس طرح حضورؐ کی جانب ناقابل تردید براہین و دلائل کے ذریعے سے محکم و متقن احکام دینیہ اُمت تک پہنچائے گئے۔ اسی طرح سابق انبیاء کو بھی شرائع محکم و متقنہ کی تبلیغ پر مامور کیا گیا تھا۔ اور عزیز و حکیم کی فصل اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ خدا ایسا کرنے پر قادر و غالب ہے۔ اور وہ جو

Presented by www.ziaraat.com

پھر کرتا ہے حکمت کے ماتحت کرتا ہے۔ اور آسمان و زمین کی تمام تر مخلوق اس کی قدرت تامہ اور حکمت شاملہ کا ہی کرشمہ ہے۔

تَکَادُ السَّمٰوٰتُ ۔ یعنی کفار نے جو اللہ کے لئے بیٹیوں کی تجویز کی تھی اس قدر سخت اور ناروا بات تھی جس سے قریب تھا کہ آسمان شگافتہ ہو جائیں۔ یا یہ معنی مراد لیا جائے کہ اللہ کی عظمت و جلالت کے پیش نظر آسمان بھی پھٹ جائیں تو بعید نہیں مِنْ فَوْقِهِنَّ کا معنی یہ ہو گا کہ وہ ذات جو اُن سے فوق ہے اور اُس کی حکومت ان پر حاوی ہے اُس کی عظمت کی بدولت آسمان کا پھٹ جانا بعید نہیں ہے۔

یَسْتَغْفِرُوْنَ ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرشتوں کی دُعاء مغفرت صرف مومنوں کے لئے ہے اور تفسیر قمی سے منقول ہے کہ اس کا مضمون صرف توبہ کرنے والے شیعہ مومنین کے لئے مخصوص ہے اگرچہ لفظ کے لحاظ سے عام ہے (نور الثقلین)

مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ

اوپر (بسنے والوں) سے اور فرشتے تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور دعائے مغفرت کرتے ہیں

لِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۶﴾ وَالَّذِيْنَ

زمین والوں کے لئے آگاہ ہو تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جن لوگوں نے

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ

بنا لئے ہیں کے علاوہ اولیاء تو اللہ محفوظ رکھنے والا ہے اُن کے اعمال کو اور تو نہیں ہے

بِوَكِيْلٍ ﴿۷﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

اُن پر چوکیدار اور اسی طرح ہم نے وحی کی تجھ پر

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ

قرآن عربی کی تاکہ ڈرائے اہل مکہ کو اور اس کے گردو نواح والوں کو اور ڈرائے

اَوْلِيَآءَ ۔ اس جگہ اولیاء سے مراد وہ معبود ہیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور ان کو اپنے تمام معاملات میں کارساز حاجت روا اور شکل کشا جانتے تھے۔

حَفِيْظٌ ۔ یعنی غیر اللہ کی پرستش کرنے والوں کے جمیع اعمال و کردار اللہ کے پاس محفوظ ہیں اور نوٹ شدہ ہیں جن کا وہ انکار نہ کرسکیں گے اور اللہ پر ان میں سے کوئی شے مخفی نہیں ہے بلکہ ذرہ ذرہ کا حساب ہو گا۔

اُمَّ الْقُرٰى ۔ اس سے مراد مکہ ہے چونکہ سب سے پہلے مکہ کی زمین کو پانی کی سطح پر بچھایا گیا تھا اس لئے اس کو اُمّ القُریٰ کہا گیا ہے یعنی تمام شہروں کی ماں اور اس جگہ مراد اہل مکہ ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اہل مکہ اور گردو نواح والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ۔ اور یوم حشر کا ان کو خوف دلاؤ کہ جہاں اولین و آخرین کو جمع کیا جائے گا اور تمہارا دفتر اعمال کھلے گا اُس وقت کی شرمساری اور ذلت

Presented by www.ziaraat.com

سے بچ جانے کی کوشش کرو کیونکہ لازماً اس دن انسانوں کی ایک جماعت جنّت میں اور دوسری جہنّم میں جائے گی۔
وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ۔ یعنی اگر اللہ مشیئت تکوینی سے ہر ایک کو دینِ حق پر مجبور کرتا تو سب ایک دین پر ہوتے لیکن جزا و سزا کا قصہ باطل ہو جاتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ اپنے اختیار سے کوئی چاہے تو جنّت میں جائے اور چاہے تو دوزخ میں جائے اسی لئے دوسری جگہ مَنْ یَّشَآءُ میں مشیئت سے مراد تشریعی ہے یعنی اس نے خیر و شر کا راستہ دکھایا ہے اور دنیا میں کسی کو مجبور نہیں کیا گیا لیکن قیامت کے روز نیک لوگوں کی جزا جنت اور بدکاروں کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور اس میں ان کو کوئی اختیار نہ ہوگا پس نہ ان کا کوئی والی ہوگا اور نہ اُن کا کوئی ناصر ہوگا

رکوع ۳

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ۔ یعنی دین یا دنیا کی جس بات میں تم جھگڑا کرتے ہو اس میں حق اور باطل کا صحیح فیصلہ کرنے کا حق صرف اللہ کو ہی حاصل ہے لہٰذا اس کی ہدایت کی طرف رجوع کرنا ہر انسان پر فرض ہے پس جس کو وہ حق قرار دے اُس کو مان لینا چاہیے یعنی دینی یا دنیاوی اُمور میں آئین سازی کا اور حکومت کا حق صرف اللہ کی ذات کے سزاوار ہے۔

يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي

قیامت کی پیشی سے جس میں کوئی شک نہیں ہے ایک ٹولہ جنت میں اور ایک ٹولہ دوزخ

السَّعِيرِ ⑧ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ

میں ہوگا اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک اُمّت بنا دیتا (زبردستی) لیکن وہ

يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِي رَحْمَتِهٖ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا

داخل کرتا ہے جسے چاہے اپنی رحمت میں اور ظلم کرنے والوں کا کوئی کارساز و مددگار

نَصِيْرٍ ⑨ أَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءَ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ

نہ ہوگا بلکہ انہوں نے بنا لئے ہیں اس کے علاوہ اولیاء پس اللہ ہی ولی ہے

يُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑩

اور وہی زندہ کرتا ہے مُردوں کو اور وہی ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ إِلَى اللّٰهِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

اور ہر وہ شے جس میں تم کو اختلاف ہو تو اس کے فیصلہ کا حق اللہ کو ہے وہی اللہ میرا رب

رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ ⑪ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ

ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میری بازگشت ہے ایجاد کرنے والا ہے آسمانوں

يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ۔ یعنی انسان ہوں یا چوپائے ہوں ہم نے سب کی نسل کی بقا اور ترقی کو نر و مادہ کی باہمی زندگی کا مرہون منت قرار دیا ہے اور اسی کو طریقہ افزائش و پیدائش قرار دیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

وَالْاَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ
اور زمین کا اس نے تمہارے لئے تمہارے نفسوں میں سے جوڑے بنائے اور چوپاؤں میں سے بھی جوڑے
اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ
بنائے تمہیں پیدا کرتا ہے اس طریقہ سے اس جیسی کوئی شی نہیں اور وہ سننے دیکھنے والا ہے
(۱۱) لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
اسی کی ملکیت میں ہیں آسمانوں اور زمین کی چابیاں وسعت دیتا ہے رزق میں جس کے لئے چاہے
وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۱۲) شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا
اور تنگی دیتا ہے (جسے چاہے) وہی ہر بات کو جاننے والا ہے تمہارے لئے اس نے وہی دین بنایا جس
وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ
کے متعلق نوح کو حکم دیا اور جس کی تمہیں وحی کی اور جس کا حکم ابراہیم
وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى
اور موسٰی و عیسٰی کو دیا کہ قائم رکھو دین کو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو گراں ہے مشرکوں
الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ
پر وہ بات جس کی تو ان کو دعوت دیتا ہے اللہ برگزیدہ کرتا ہے اپنی طرف سے جسے چاہتا ہے
وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (۱۳) وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ
اور ہدایت کرتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرے اور ان لوگوں نے تفرقہ نہیں ڈالا مگر علم آجانے
الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى
کے بعد سرکشی کرتے ہوئے اپنے اندر اور اگر بات نہ ہو چکی ہوتی تیرے رب کی طرف سے ایک مدت معینہ تک تو

لَهٗ مَقَالِيْدُ - یعنی آسمانوں اور زمین میں رزق کی چابیاں اللہ کے اختیار میں ہیں پس آسمان سے بارش برسا کر اور زمین میں قوت نامیہ تفویض کر کے اس نے اپنی مخلوق کے رزق کا بندوبست کیا ہے اور اسی طرح رزق کی وسعت یا تنگی بھی اسی کے ہی حیطۂ اختیار میں ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ - یعنی تمہارا دین کوئی نیا نہیں بلکہ دین ایک ہے جس کا حضرت نوح اور اس کے بعد تمام انبیاء کو یکے بعد دیگرے مبلغ بنا کر بھیجا گیا تاکہ اس کے احکام پر عمل کیا جائے اور اس میں تفرقہ نہ ڈالا جائے اور یہی دین جس میں توحید خالص بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ مشرکین پر بہت شاق ہے۔

لیکن گھبرانے کی ضرورت نہیں اور نہ کفار کے اعتراضات سے تنگ دل ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ رسالت اور نبوت کے عہدہ کے لئے جسے چاہے چن لیا کرتا ہے اور یہ چناؤ اس نے بندوں کے سپرد نہیں فرمایا پس خدا نے تمہیں اس طرح چن لیا ہے جس طرح تجھ سے پہلے انبیاء کو چنا تھا اور یہ اسی کا اپنا ہی کام ہے

Presented by www.ziaraat.com

اور شرع کا معنی بیان کرنا اور ظاہر کرنا ہوتا ہے شَرَعَ الدِّیْنَ کا معنی ہے اُس نے دین کو بیان کیا اور اُسے ظاہر فرمایا۔
بَغْیًا بَیْنَھُمْ۔ یعنی جان بوجھ کر ازراہِ سرکشی و عناد انہوں نے دین میں اختلاف و انتشار پھیلایا اور اگر اللہ کی جانب سے ایک وقت معین تک کے لئے ان کو مہلت دینے کا فیصلہ نہ کیا گیا ہوتا تو اُن کو فوراً گرفتارِ عذاب کر لیا جاتا۔
وَاِنَّ الَّذِیْنَ۔ یعنی حضرت نوح و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے بعد جو لوگ ان کی کتابوں کے وارث ہوئے وہ حضور نبی اکرمؐ کی نبوت اور قرآن کے متعلق شکوک و شبہات میں پڑے ہوئے ہیں۔

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِي

فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان اور تحقیق وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کے متعلق

شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ﴿۱۵﴾ فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ ۖ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ

گہرے شک میں ہیں پس اس کے لئے دعوت دو اور ڈٹ جاؤ جس طرح تجھے حکم ہوا ہے

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ

اور نہ پیچھے چلو ان کی خواہشات کے اور کہہ دو میں ایمان لایا اُس پر جو اللہ نے نازل فرمائی کتاب

وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں اللہ ہمارا اور تمہارا رب ہے ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے

أَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۖ وَإِلَيْهِ

لئے تمہارے عمل ہیں ہمارا اور تمہارا ذاتی کوئی جھگڑا نہیں اللہ ہم کو جمع فرمائیگا اور اسی کی طرف

الْمَصِيرُ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ

بازگشت ہے اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں بعد اس کے کہ ان کی بات قبول کر لی گئی

فَلِذٰلِكَ۔ اس کا ایک معنی تو وہی ہے جو تحت اللفظ موجود ہے لیکن اگر لام کو تعلیل کے لئے قرار دیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ چونکہ لوگ شکوک میں پڑے ہوئے ہیں لہذا ان کو دینِ اسلام کی ڈٹ کر تبلیغ کرو اور قطعاً ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور واضح طور پر کہہ دو کہ میں ان کی تمام کتابوں پر ایمان لایا ہوں جو اللہ نے نازل فرمائی ہیں اور میں عدل و انصاف کی حکومت قائم کرنے پر مامور ہوں۔ اور تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ نجات دینے والی تین چیزیں یہ ہیں (۱) رضا و غضب کی ہر دو حالتوں میں عدل کو قائم رکھنا (۲) غنا اور فقر کی ہر دو حالتوں میں اپنی میانہ روی کی حیثیت کو برقرار رکھنا (۳) پوشیدہ اور ظاہر کی ہر دو حالتوں میں خوفِ خدا رکھنا اور تین ہلاک کرنے والی چیزیں یہ ہیں (۱) بخل کے پیچھے چلنا (۲) خواہش نفس کی اتباع کرنا (۳) خود پسندی۔
مِنْۢ بَعْدِ مَا۔ چونکہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں سے ہر وقت دین اسلام کے موضوع پر جھگڑا کرتے تھے تو اُن کے متعلق فرماتا

Presented by www.ziaraat.com

ہے کہ جو لوگ دین اسلام کی صداقت کو شک کی نگاہوں سے دیکھ کر خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں جب کہ حضور رسالت مآبؐ کی تبلیغ موثر ہو چکی ہے اور لوگ ان کی دعوتِ اسلام کو قبول کر چکے ہیں اب ان کا جھگڑنا فضول ہے اور بے بنیاد ہے کیونکہ دینِ موسیٰ اور دینِ عیسیٰ کی صداقت ثابت ہو جائے تو اس کا اسلام کی صداقت کے ساتھ کوئی تضاد نہیں کیونکہ وہ دین اپنے اپنے وقت میں درست تھے لیکن اب منسوخ ہو چکے ہیں پس اُن کی حجت اب ساقط اور ناقابل قبول ہے اور اسلام کی مخالفت کرنے ہیں اب وہ مستحق غضب اور سزاوارِ عذاب ہو چکے ہیں۔

حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ

تو ان کا جھگڑنا فضول ہے ان کے پروردگار کے نزدیک اور اُن پر غضب ہے اور ان کے لئے

شَدِيْدٌ ﴿١٧﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ

سخت عذاب ہے اللہ وہ ہے جس نے کتاب کو نازل کیا حق کے ساتھ اور میزان کو (نازل کیا) اور تجھے

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿١٨﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا

کیا پتہ شاید قیامت قریب ہو؟ اس کی جلدی تو وہی لوگ چاہتے

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَ

ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور

يَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ

جانتے ہیں کہ وہ حق ہے آگاہ ہو جو لوگ شک کرتے ہیں قیامت میں

لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿١٩﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ

البتہ وہ گہری گمراہی میں ہیں اللہ لطف کرنے والا (مہربان) ہے اپنے بندوں پر جسے چاہے رزق دیتا ہے

میزان علی ہے

وَالْمِيْزَانَ - یعنی اللہ نے برحق کتاب بھیجی اور میزان بھیجا۔ اور تفسیر برہان میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام میزان کے مصداق ہیں جہاں دوسری جگہ آتا ہے وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ - وہاں بھی میزان سے مراد امام ہے فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ - کے ذیل میں تفسیر برہان میں بروایت ابن شہر آشوب مروی ہے کہ ایک دفعہ اہل یمن کی ایک جماعت بارگاہِ رسالت میں پہنچی اور انہوں نے عرض کی ہم حضرت نوح علیہ السلام کی اُمت کے بقایا افراد کی اولاد میں سے ہیں اور ہمارے نبی کا وصی سام بن نوح تھا اور ہم نے اپنے نبی کی کتاب میں پڑھا ہے کہ ہر نبی صاحب معجزہ ہوا کرتا ہے اور اس کا وصی اُس کا صحیح قائم ہوتا ہے لہذا آپ فرمائیں کہ آپ کا وصی کون ہے؟ پس آپ نے علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ میرا وصی ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ اگر ہم درخواست کریں تو یہ ہمارے لئے سام بن نوح کو زندہ کر کے دکھا دے گا؟ آپ نے فرمایا اللہ کے اذن سے بے شک ایسا ہی ہوگا۔ پس علی کو حکم دیا کہ مسجد میں جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھ کر محراب کے پاس جا کر پاؤں سے ٹھوکر مارو چنانچہ حضرت علی داخل مسجد ہوئے اور محراب کے قریب دو رکعت نماز پڑھنے

Presented by www.ziaraat.com

کے بعد پاؤں کی ٹھوکر ماری تو زمین شگافتہ ہوئی اور ایک لحد اور تابوت ظاہر ہوا۔ اور تابوت سے ایک بزرگ کھڑا ہوا جس کا چہرہ چودہویں کی رات کے چاند کی طرح درخشندہ تھا اُس کی ڈاڑھی لمبی تھی اور وہ اپنے سر اور بالوں سے مٹی کو جھاڑ رہا تھا پس اُس نے علی کا سلام کیا اور توحید و نبوت کی شہادت کا کلمہ پڑھنے کے بعد علی کے وصی ہونے کا اقرار کیا اور کہا کہ میں سام بن نوح ہوں پس ان لوگوں نے اپنے پاس موجودہ صحیفے کھولے اور سام بن نوح کا حلیہ پڑھا تو مان گئے پھر یمنیوں نے خواہش کی کہ ہمیں اپنے صحیفہ میں سے کچھ سنائے تو جناب سام نے ایک سورہ تلاوت کی پھر حضرت علی پر سلام کہہ کر سو گیا اور زمین اُوپر سے مل کر ہموار ہو گئی۔

بعض لوگوں نے میزان سے مراد انصاف لیا ہے یعنی اللہ نے عدل و انصاف کا حکم نازل فرمایا اور بعض مفسّرین نے اس سے ترازو مراد لیا ہے کہ اللہ نے لوگوں کو صحیح وزن کرنے کے لئے پہلے پہل آسمان سے ترازو نازل کیا پھر لوگوں نے اس کی نقل زمین میں بنالی۔ اور بعض مفسّرین نے اس سے مراد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی مراد لی ہے اور یہی قول زیادہ قرینِ عقل ہے کیونکہ کتاب کے ساتھ میزان کے بھیجنے کا ذکر اسی قول سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے ورنہ کتاب میں عدل و انصاف کے جملہ احکام و قوانین جب موجود ہیں تو الگ میزان یعنی حکم انصاف بھیجنے کی کیا ضرورت ہے اور ترازو والا قول اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ پس قرآن کے ساتھ ایک ناطق ہادی کی ضرورت ہے جو معانی قرآنیہ کو صحیح طور پر لوگوں کے ذہن نشین کرے اور خود اس کے مطابق عمل کرکے لوگوں کے لئے ایک اسوہ حسنہ کی تشکیل کرے اور ان کو میزان کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کا وجود لوگوں کے لئے حق و انصاف کا میزان ہے کہ اس کے ذریعے سے حق و باطل اور سچ اور جھوٹ کے درمیان فرق کیا جا سکتا ہے پس حضرت رسالت مآبؐ اپنے زمانہ میں میزان تھے جس طرح کہ ہر پیغمبر اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے حق و باطل کے امتیاز کا میزان تھا۔ اور چونکہ کوئی زمانہ حجتِ خدا سے خالی نہیں ہو سکتا لہٰذا ہر زمانہ میں اس نوعیت کے میزان کی ضرورت ہے۔ پس حضرت رسالت مآبؐ کے بعد آپ کا صحیح جانشین ہی حق و باطل کے درمیان امتیاز کا میزان قرار پائے گا۔ اور وہ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام ہیں۔ اس مقصد کی مزید وضاحت کے لئے ایک روایت نقل کرنا خالی از فائدہ نہیں ہے جس کو تفسیر برہان میں اسی سورہ کی آیت ۸ کے ذیل میں ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کو جب اطلاع ملی کہ معاویہ ایک لاکھ کا لشکر جرار لے کر حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا ان کو اہلِ شام کے بجائے اہلِ شوم کہا کرو۔ یہ مضر کی اولاد ہیں جن پر حضرت داؤد علیہ السّلام نے لعنت کی تھی۔ اور اللہ نے ان کو سور اور بندر کی شکل میں مسخ کیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے معاویہ کو خط لکھا کہ لوگوں کو بیچ میں مروانے کے بجائے ہم دونو کو آپس میں لڑ لینا چاہیے۔ اگر میں نے تجھے قتل کر ڈالا تو تو یقیناً جہنم میں جائے گا اور باقی لوگ تیرے شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔ لیکن اگر میں قتل ہو گیا تو میں سید ھا جنت میں پہنچوں گا اور باقی لوگ قتل سے محفوظ ہو جائیں گے۔ اور میں وہ شخص ہوں جس کا اللہ نے تورات اور انجیل میں رسول اللہ کے ناصر کے طور پر ذکر فرمایا ہے اور میں ہی شجرہ کے نیچے سب سے پہلے رسول اللہ کی بیعت کرنے والا ہوں جب معاویہ نے یہ خط اپنے بھرے دربار میں پڑھا تو ہم نشینوں نے فوراً کہہ دیا کہ واقعی علی نے تجھے

Presented by www.ziaraat.com

صحیح مشورہ دیا ہے اور انصاف کے مطابق دعوت دی ہے۔ معاویہ نے کہا میں ایک لاکھ فوج کو ساتھ لے کر ضرور لڑوں گا اگرچہ میں نے رسولِ خدا سے سنا ہے کہ اے علی اگر مشرق سے لے کر مغرب تک کی تمام فوجیں تیرے ساتھ لڑیں تب بھی تو ظفریاب ہو گا پھر ایک ہمنشیں نے جرأت کرتے ہوئے کہہ دیا کہ اس پیشین گوئی کے باوجود اور باطل پر ہونے کے بعد تو علی سے لڑتا کیوں ہے جب کہ وہ حق پر ہے؟ بہرکیف ابھی جنگ صفین کی تیاریاں جاری تھیں کہ بادشاہ روم کو مسلمانوں کی اس خانہ جنگی کی اطلاع ملی کہ امیر کوفہ اور امیر شام آپس میں آمادہ جنگ ہیں پس عرب تجار جو اُن دنوں ملک روم میں اپنے کاروباری سلسلہ میں گئے ہوئے تھے۔ شاہِ روم نے ان کو بلوا کر حضرت علی اور معاویہ کے متعلق مزید تفصیلات معلوم کیں اور آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ ان دونو کا امتحان لیا جائے تاکہ روز روشن کی طرح واضح ہو سکے کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے؟ اگرچہ اپنے حساب میں وہ جان چکا تھا کہ حق پر علی ہے اور باطل پر معاویہ پس اُس نے دو خط ایک معاویہ کو اور دوسرا علی کو لکھ کر روانہ کئے کہ اپنے خاندان میں سے سب سے زیادہ عالم روانہ کریں تاکہ دونو کے حالات کا جائزہ لے کر میں حق و باطل کے درمیان فیصلہ کر سکوں اور انجیل کے مطابق تم کو اطلاع دوں کہ حکومت کا صحیح حق دار کون ہے؟ چنانچہ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اور حضرت علی نے اپنے لختِ جگر امام حسن کو روانہ فرمایا۔ جب یزید دربار شہ روم میں داخل ہوا تو اُس نے بادشاہ کے ہاتھ اور پیشانی کا بوسہ دیا اور بیٹھ گیا۔ پھر حضرت امام حسن علیہ السلام پہنچے تو انہوں نے یہ لفظ اپنی زبان پر جاری فرمائے "اُس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہودی نصرانی اور مجوسی نہیں بنایا اور نہ مجھے اُس نے شمس و قمر اور گائے یا بت کی پرستش کرنے والا بنایا ہے بلکہ مجھے پکا مسلمان بنایا ہے۔ الخ۔ پس آپ تشریف فرما ہو کر کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہے تو بادشاہ روم نے دونو کو الگ الگ قیام گاہوں میں آرام کرنے کا فیصلہ سنایا اس کے بعد اس نے پہلے پہل یزید کو اپنے پاس طلب کر کے تین سو تیرہ صندوقیں منگوائیں جن میں انبیاء کی تصویریں محفوظ تھیں۔ پس ایک تصویر کو پیش کر کے پوچھا کہ یہ کس کی تصویر ہے؟ تو وہ نہ بتا سکا پھر دوسری تیسری حتی کہ سب تصویریں یکے بعد دیگرے اس کے سامنے پیش کیں لیکن وہ جاہل کسی ایک کے متعلق بھی کچھ نہ بتا سکا اس کے بعد مخلوق کے ارزاق اور مومنین و کافرین کے ارواح کے متعلق پوچھا لیکن وہ جواب میں کچھ نہ بتا سکا۔ پس حضرت امام حسن علیہ السلام کو طلب کیا اور بطور معذرت خواہی کے کہنے لگا کہ میں نے یزید سے پہلے اس لئے سوال کیا ہے تاکہ مجمع عام میں اُس کو اپنی جہالت کا علم ہو سکے اور آپ کے فضل و علم کا اعتراف کرنے میں لوگوں کو آسانی ہو حالانکہ اُس کے باپ اور آپ کے والد ماجد ہر دو کے اوصاف سن چکا ہوں اور انجیل کے ذریعے جانتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفےٰ اللہ کے برحق رسول ہیں اور علی ان کا وزیر ہے پس تیرا باپ ہی رسول اللہ کا صحیح وصی ہے۔ اس کے بعد اُس نے حسبِ سابق ایک تصویر نکالی اور پوچھا کہ یہ کس کی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ حلیہ اور رنگ حضرت آدم کا ہے۔ پھر اُس نے دوسری تصویر نکالی تو آپ نے فرمایا کہ حضرت حوا کی شکل ہے۔ تیسری شکل کے متعلق فرمایا کہ یہ حضرت آدم کے فرزند حضرت شیث کی تصویر ہے جو ایک ہزار چالیس برس زندہ رہ کر چل بسے تھے۔ چوتھی تصویر کے متعلق فرمایا یہ حضرت نوح علیہ السلام کی شکل ہے جو دو ہزار چار سو برس زندہ رہے تھے اور نو سو پچاس برس تک اُمت کو تبلیغ کرتے رہے تھے۔ پھر

Presented by www.ziaraat.com

حضرت ابراہیمؑ ۔ حضرت یعقوبؑ ۔ حضرت اسمٰعیلؑ ۔ حضرت یوسفؑ ۔ حضرت موسیٰؑ ۔ حضرت داؤدؑ ۔ حضرت شعیبؑ ۔ حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السّلام کی تصویریں یکے بعد دیگرے اُس نے پیش کیں اور امام حسن علیہ السّلام نے ہر صاحبِ تصویر نبی کا نام بتایا اس کے بعد اور انبیا کی تصویریں اُس نے ظاہر کیں جس کا جواب امام نے شافی دیا ۔ اس کے بعد گذشتہ بادشاہوں کی تصویریں اُس نے پیش کیں تو آپ نے فرمایا کہ ان تصویروں کے متعلق تورات ۔ انجیل ۔ زبور اور قرآن مجید میں کوئی تذکرہ نہیں ہے لہذا یہ دنیاوی بادشاہوں کی تصویریں ہی ہوں گی ۔ یہ سن کر بادشاہِ روم نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اہلِ بیت رسول ہو ۔ اس کے بعد شاہِ روم نے ایک اور تصویر نکالی جس کو دیکھتے ہی حضرت امام حسن علیہ السلام پر سخت گریہ طاری ہوا ۔ اور آپ نے فرمایا اے بادشاہ یہ میرے جدِ نامدار حضرت رسالت مآبؐ کی تصویر باتنویر ہے جن کی ڈاڑھی گھنی سینہ کشادہ گردن لمبی پیشانی کھلی ناک بلند ۔ دانت موتیوں کی طرح منظم چہرہ خوبصورت بال گھنگرالے خوشبو پاکیزہ کلام حسین اور زبان فصیح کے مالک تھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جن کی شان تھی ۔ آپ ۶۳ برس کی عمر میں دنیا سے تشریف لے گئے آپ کی انگوٹھی کا نقش لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تھا ۔ جس کو داہنے ہاتھ پہنتے تھے ۔ آپ اپنی ذوالفقار چھڑی اونی جبہ اور اونی چادر کو بطور ترکہ چھوڑ کر دنیا سے گئے ۔ بادشاہ نے سوال کیا میں نے انجیل میں دیکھا ہے کہ وہ اپنے نواسوں کے لئے بھی کچھ چھوڑ جائیں گے ۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ بھی سچ ہے لیکن وہ پہلے دن سے برسرِ اقتدار جماعت نے ہم سے چھین لیا تھا ۔ الخ ۔

پھر بادشاہ نے پوچھا وہ کونسی سات چیزیں ہیں جو اللہ نے پیدا کیں لیکن شکمِ مادر میں ان کو رہنا نصیب نہ ہوا ۔ آپ نے فرمایا ۔ آدم ۔ حوا ۔ ابراہیمؑ کا دنبہ ناقۂ صالحؑ ابلیس ملعون سانپ جو آدم کے ہمراہ آیا ۔ اور کوا جس نے قابیل کو ہابیل کا دفن کرنا سکھایا تھا اس کے بعد اُس نے مخلوق کے رزقوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ان کا انتظام چوتھے آسمان پر ہے کہ خدا اپنی مشیت اور اندازہ سے اس کو نازل فرماتا ہے پھر اُس نے ارواحِ کفار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا یمن کے علاقہ میں جو وادی برہوت ہے وہ آہیں جاتے ہیں اور اَرواحِ مومنین کے متعلق فرمایا کہ بیت المقدس کے قریب رہتے ہیں (اقول دوسری روایات میں اَرواحِ مومنین کا ٹھکانا وادیٔ سلام بیان کیا گیا ہے جو نجف اشرف کا علاقہ ہے) پس جب قیامت ہوگی جہنمی جہنم میں اور جنّتی جنّت میں چلے جائیں گے ۔ پس بادشاہِ روم نے یزید سے مخاطب ہو کر کہا تم ان چیزوں سے جاہل ہو کیونکہ یہ باتیں نبی یا نبی کا وصی ہی بتا سکتا ہے لہذا تیرا باپ جھوٹا اور ظالم ہے ۔ پس حضرت امام حسن علیہ السّلام کو انعام و اکرام کے ساتھ واپس روانہ کیا اور یزید بھی خائب و خاسر واپس آیا ۔ شاہِ روم نے امیر المومنین علیہ السّلام اور امیرِ شام کو الگ الگ خطوط لکھے معاویہ کو لکھا کہ تورات ۔ انجیل ۔ زبور اور قرآن کی رُو سے تمہارے پیغمبر کا صحیح جانشین علی ہے لہذا تجھے اس دعویٰ سے باز آجانا چاہیئے ۔ اور علی علیہ السلام کو لکھا کہ حق آپ کے ساتھ ہے اور نبوت کے علوم کے وارث آپ ہیں پس آپ بے شک لڑائی میں حق بجانب ہیں اور آپ کا دشمن آتش دوزخ کا سزاوار ہے اور انجیل میں وہ اللہ ملائکہ اور مومنین کی جانب سے لعنت کا مستحق ہے بلکہ آسمانوں اور زمین کی جملہ مخلوق اُن پر لعنت بھیجتی ہے ۔

Presented by www.ziaraat.com

رکوع ۴۔ مَنْ کَانَ۔ یعنی جو لوگ آخرت کا ارادہ کرتے ہیں خدا ان کو دنیا کا رزق بھی پورا دیتا ہے اور آخرت بھی ان کی ہو گی لیکن جو لوگ صرف دنیا چاہتے ہیں اُن کو صرف دنیا ملے گی اور وہ آخرت کے انعامات سے بالکل محروم ہوں گے۔

وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿٢٠﴾ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ

اور وہ طاقت ور غالب ہے جو چاہے کھیتی آخرت کی تو ہم بڑھاتے ہیں

نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا

اس کی کھیتی کو اور جو چاہے کھیتی دنیا کی تو اس کو ہم اسی سے دیتے ہیں

وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ﴿٢١﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا

اور اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا کیا ان کے شریک ہیں جنہوں نے

لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ

بنایا اُن کے لئے دین جس کا اللہ نے اذن نہیں دیا اور اگر بات تاخیر عذاب کی نہ ہوتی

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٢﴾ تَرَى

تو ان کا فیصلہ کیا جاتا اور تحقیق ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے تو دیکھے گا

الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ وَالَّذِينَ

ظالموں کو ڈرتے ہوں گے اس سے جو انہوں نے کیا حالانکہ وہ ان پر واقع ہوگا اور جو لوگ

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ لَهُمْ مَا

ایمان لائے اور نیک کام کئے وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے رب

يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿٢٣﴾ ذَلِكَ

کے نزدیک اُن کے لئے وہ کچھ ہوگا جو چاہیں گے یہ بہت بڑا فضل ہے یہ وہی ہے

كَلِمَةُ الْفَصْلِ۔ یعنی اللہ کی طرف سے اُس کی مشیت کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ گنہگاروں کی سزا کے لئے قیامت کا ہی دن مقرر ہے ورنہ اگر یہ فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو دنیا میں سرکش لوگوں کو سرکشی کا مزہ چکھایا جاتا

مُشْفِقِيْنَ۔ یعنی قیامت کے دن کفار کا عذاب سے ڈرنا ان کو کوئی فائدہ نہ دے گا اور وہ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے۔

رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ۔ روضہ اور جنت میں یہ فرق ہے کہ روضہ اُس زمین کو کہا جاتا ہے جو لہلہاتے ہوئے سبزوں کی وجہ سے سبزہ زار بنی ہوئی ہو اور جنت اُس زمین کو کہتے ہیں جس میں میوہ دار اور سایہ دار درخت بکثرت موجود ہوں۔

مودت اجر رسالت

لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اس کے شانِ نزول کے متعلق متعدد روایات وارد ہیں چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرمؐ جب مدینہ میں تشریف لائے اور اسلام

Presented by www.ziaraat.com

مستحکم بنیادوں پر ترقی کرنے لگا تو انصار نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ آپ کو اس عظیم مشن کی خاطر بہت کچھ ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کے لئے اخراجات کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے لہذا ہم اپنے ذاتی اموال برضا و رغبت پیش خدمت کرتے ہیں اور حضورؐ کو ان میں تصرف کی مکمل اجازت دیتے ہیں۔ آپ نے انصار کی بات سن کر وحی کا انتظار فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ تفسیر صافی میں ہے۔ انصار نے عرض کی کہ آپ کی بدولت خدا نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں شرف بخشا اور آپ کی وجہ سے ہی ہمارے دوست خوش ہوئے اور دشمن ذلیل ہوئے اور اب دائرہ اسلام کی وسعت کے پیش نظر گردونواح سے مختلف وفود کی آمد لازمی ہے لہذا ان کے اخراجات کے لئے ہم اپنے اموال کا ایک تہائی حصہ خوشی خوشی آپ کے پیش کرتے ہیں جسے آپ ضرور قبول فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں پس ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ذٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۗ قُل

جس کی خوشخبری دیتا ہے اپنے ان بندوں کو جو ایمان لائیں اور عمل صالح کریں کہہ دیجئے

لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۗ وَمَن يَقْتَرِفْ

میں نہیں مانگتا تم سے اس کا اجر مگر محبت قرابت داروں میں اور جو حاصل کرے

حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٢٣﴾ أَمْ

نیکی ہم اس کے لئے اس کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں تحقیق اللہ بخشنے والا شکر کی جزا دینے والا ہے بلکہ

يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ فَإِن يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ

وہ کہتے ہیں اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے پس اگر اللہ چاہتا تو تیرے دل پر مہر لگا دیتا

قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ

اور مٹاتا ہے اللہ باطل کو اور ثابت رکھتا ہے حق کو اپنے کلمات کے ساتھ تحقیق وہ

بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٢٤﴾ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ

دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے اور وہ وہ ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی

بروایت قرب الاسناد ایک دن حضرت نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تم پر ایک فرض عائد فرمایا ہے کیا تم اس کو ادا کرو گے تو لوگوں پر ایک سناٹا چھا گیا۔ آپ نے پھر دوسرے دن بھی ایسا ہی ایک خطاب فرمایا اور لوگوں پر سکتہ طاری رہا۔ پھر تیسرے دن بھی سامعین سے مہر خاموشی نہ ٹوٹی تب آپ نے وضاحت فرمائی کہ سونا چاندی یا کھانے اور پینے کا مطالبہ نہیں ہے تب یک زبان بولے حضور پھر فرمائیے وہ کون سا فریضہ ہے؟ پس آپ نے اس آیت مجیدہ کی تلاوت فرمائی تو کہنے لگے ہم یہ فریضہ ضرور ادا کریں گے لیکن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں سوائے سات آدمیوں کے اس عہد کی وفا کسی نے نہ کی۔ سلمان۔ ابوذر غفاری۔ عمار بن یاسر۔ مقداد بن اسود کندی۔ جابر بن عبداللہ انصاری۔ زید بن ارقم اور ساتواں

Presented by www.ziaraat.com

حضور نبی اکرمؐ کا ایک غلام اور ایک روایت میں ہے مہاجرین و انصار نے حضور سے مشترکہ خواہش کی تھی کہ آپ اسلام کی حلقہء اثر کی وسعت کے پیش نظر مرکزی انتظامی امور میں اخراجات کے لئے حسب منشا ہمارے اموال میں سے حصہ لے لیں جس کے جواب میں بذریعہ وحی حضور نے آیت مجیدہ کی تلاوت کی۔

آیت مجیدہ کی تفسیر میں تین اقوال مجمع البیان میں ذکر کئے گئے ہیں (۱) میں تم سے تبلیغ رسالت کی کوئی مزدوری نہیں طلب کرتا سوائے اس کے کہ آپس میں قرب پروردگار کی خاطر محبت و پیار سے رہو اور اپنے مابین ہر قسم کی دشمنیاں ترک کرو۔ (۲) میری تبلیغ رسالت کی مزدوری یہ ہے کہ میری قرابت اور رشتہ داری کے پیش نظر مجھ سے معاندانہ رویہ اور حاسدانہ سلوک کے بجائے محبت و پیار کا سلوک کرو یعنی اگر تم مجھے رسول نہیں مانتے تو نہ سہی کم از کم تمہارا شہری ہوں اور خونی رشتہ میں تمہارا قریبی ہوں۔ پس اس قرابت کے پیش نظر مجھ سے نفرت کے بجائے محبت سے پیش آؤ۔ (۳) حضرت امام زین العابدین حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السّلام سے منقولہ روایات میں ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ میں تم سے اجر رسالت اس کے علاوہ اور کچھ طلب نہیں کرتا کہ میرے قریبیوں، رشتہ داروں کے ساتھ محبت کرو۔ اور علمائے شیعہ کے نزدیک اسی آخری معنی کو ترجیح دی گئی ہے۔ چنانچہ تفسیر صافی میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے جب حضور نبی اکرمؐ حجۃ الوداع سے واپس مدینہ میں پہنچے تو انصار نے جمع ہو کر حضورؐ کو ان کی تبلیغی خدمات کے صلے میں کچھ مال پیش کرنے کی پیش کش کی۔ ان کے کافی اصرار کے بعد آپ نے بحکم پروردگار یہ آیت تلاوت کی تو فوراً منافقین میں چہ مے گوئیاں شروع ہو گئیں کہ یہ سب اپنے چچا زاد کی برتری جتلانے اور اپنے خاندان کو ہماری گردنوں پر سوار کرنے کا ہی بہانہ ہے چنانچہ کل کی بات ہے کہ حج سے واپسی پر مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ کا اعلان کیا تھا اب مودۃ فی القربیٰ کو اجر رسالت کے طور پر طلب کر رہا ہے۔

بعض لوگوں نے اس کو مستثنےٰ منقطع قرار دیا ہے کیونکہ مودۃ فی القربیٰ ہر اُس شخص پر واجب و لازم ہے جو دائرہ اسلام میں قدم رکھے لہٰذا اس کو رسالت کا اجر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مستثنا متصل ہے اور مودۃ القربیٰ کو اجرِ رسالت قرار دیا گیا ہے اور بعینہٖ اس طرح ہے جس طرح ایک شخص کسی کے سامنے اپنی حاجت پیش کرے اور وہ اس کے سامنے کھانا رکھ دے تو اس کو کہنا پڑتا ہے کہ بھائی جان میرا کھانا میری حاجت براری ہے آپ میری حاجت پوری کر دیں تو میں اُسی کو آپ کی دعوت قرار دے دوں گا۔ پس یہاں بھی یہی مقصد ہے کہ آپ روپے پیسے سے میری کوئی مدد نہ کریں اور نہ مجھے کوئی اس قسم کا اجر دیں بلکہ میرا اجر اور میری امداد یہ ہے کہ میرے قریبیوں کے ساتھ دوستی رکھیں حالانکہ اس محبت کا نفع بھی اُمت کے لئے ہی ہے چنانچہ دوسرے مقام پر صریح ارشاد ہے قُلْ مَا سَاَلْتُکُمْ مِنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۔ ترجمہ۔ کہہ دیجئے کہ میں نے جو کچھ تم سے بطور اجر کے طلب کیا ہے وہ تمہاری بھلائی و بہتری کے لئے ہے گویا جس طرح تبلیغ رسالت حضور کی طرف سے اُمت پر ایک احسانِ عظیم تھا اسی طرح جس چیز کو رسالت کا اجر قرار دیا وہ بھی چونکہ اُمت کی بھلائی کی خاطر تھا گویا اجرِ رسالت حضور کی جانب سے اُمت پر دوسرا احسان ہے کیونکہ اس طریقہ سے اُمت کے لئے تاقیامت گمراہی سے بچنے کی ضمانت دی گئی ہے جیسا کہ حدیث ثقلین میں اس کی تصریح موجود ہے

Presented by www.ziaraat.com

پس جن لوگوں نے حضرت نبی اکرمؐ کو نبی مانا اور اجر رسالت یعنی مودة فی القربیٰ سے گریز کیا انہوں نے دوہرا نقصان اٹھایا کیونکہ ایک طرف تو وہ اجر رسالت ادا نہ کرکے اسلام لانے کے ثواب سے محروم ہوگئے اور دوسری طرف چونکہ اس کا نفع انہی کو حاصل ہوتا اور وہ تھا تا قیامت گمراہی سے بچنا پس آلِ رسولؐ سے محبت نہ کرکے وہ ایمان و اسلام میں ثبات و استقامت نہ پیدا کرسکے اور قیامت تک راہِ مستقیم سے بھٹکا رہنا اُن کی تقدیر بن گیا۔

احتجاج طبرسی سے منقول ہے کہ حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کو قیدی دیکھ کر ایک شامی نے خوشی کا اظہار کیا تھا تو امام نے اُسے دیکھ کر فرمایا کہ تم نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ الخ اُس نے جواب دیا کہ میں نے پڑھی ہے تو آپ نے فرمایا وہ لوگ ہم ہیں جن کی مودت کو خدا نے اجرِ رسالت قرار دیا ہے چنانچہ وہ شخص تائب ہوگیا (ملخصاً)

کتاب عیون الاخبار سے مروی ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کے بھرے دربار میں علمائے اسلام کی موجودگی میں یہ آیت مجیدہ پڑھی اور فرمایا کہ اس میں ایک خصوصیت حضرت پیغمبر کی ہے جس میں ان کا کوئی نبی شریک و سہیم نہیں ہے اور دوسری صفت آلِ رسولؐ کی ہے جس میں کسی نبی کی آل و قرابت ان کی شریک و سہیم نہیں ہے۔ چنانچہ کسی نبی کو نبوت و رسالت کا اجر طلب کرنے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ انہوں نے صاف اعلان کیا کہ ہم تم لوگوں سے تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں طلب کرتے بلکہ ہمارا اجر اللہ دے گا پس حضورؐ کی ہی خصوصیت ہے کہ آپ کو اجرِ رسالت طلب کرنے کا حکم دیا گیا اور تبلیغ رسالت کی طرح اجرِ رسالت کا سوال بھی حضور پر واجب و لازم قرار دیا گیا پس جس طرح اُمور رسالت میں سے اگر کسی امر کی تبلیغ میں کوتاہی کرتے تو جو نتیجہ ہوتا بعینہٖ اگر اجر رسالت طلب نہ کرتے تو بھی وہی نتیجہ ہوتا۔ اسی طرح کسی نبی کی عترت کی محبت و مودت کو اجرِ رسالت کی حیثیت سے طلب نہیں کیا گیا پس آلِ رسولؐ اس شرف میں اپنی مثال آپ ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ بلا اُجرت کام کرنے والا اُس سے افضل ہوتا ہے جو اُجرت لے کر کام کرے لہٰذا اس سے دوسرے انبیا کی برتری ثابت ہوتی ہے جنہوں نے بلا اُجرت تبلیغ رسالت کا فریضہ انجام دیا تو اس کا جواب اوّلاً تو یہ ہے کہ وہ اُجرت خلوص اور قربت میں مخل ہوتی ہے جس کا نفع اجیر کو پہنچتا ہو۔ اور ہم نے بیان کیا ہے کہ اس اُجرت کا نفع خود اُمت کے لئے مخصوص ہے کہ اُن کا قیامت تک گمراہی سے بچنے کا انتظام کر دیا گیا ہے لہٰذا یہ اُجرت درحقیقت اُجرت نہیں بلکہ حضور کی طرف سے اُمت پر دوھرا احسان ہے۔ اور ثانیاً یہ کہ حضور نے اجر نہیں مانگا بلکہ اجرِ رسالت کا طلب کرنا جملہ فرائض نبوت کی طرح حضور پر ایک فریضہ کی حیثیت سے عائد کیا گیا تھا جس کی تعمیل تبلیغ نبوت کا ایک حصہ تھی لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ گذشتہ انبیاء کی عترت کی محبت کو یہ حیثیت کیوں نہ دی گئی اور حضورؐ کی آل کو یہ خصوصیت کس لئے ملی۔ تو اس کا واضح حل یہی ہو سکتا ہے کہ حضرت رسالتمآب کی آلِ اطہار کو خصوصی طور پر یہ نمایاں شرف حاصل ہے کہ مودة فی القربیٰ فرض کرکے خداوند کریم نے ان کے متعلق ضمانت دی ہے کہ یہ کسی وقت بھی دینی تقاضوں سے انحراف کرکے باطل کے سامنے سرنگوں نہ ہوں گے اور ان کی محبت اور مودت ہی اسلام کے صحیح پرستاروں کے لئے باطل پرستوں کی چیرہ دستیوں سے بچنے کا سامان فراہم کرنے کا بلند کردار ادا کرے گی چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا اور

Presented by www.ziaraat.com

اہلِ انصاف نے پرکھ لیا کہ اسلام پر جب بھی مشکل وقت آیا اور اہلِ اسلام کو جب بھی باطل پرستوں کے ہوشربا مظالم کے سائے میں طاغوتی بتوں کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا گیا اور پوری انسانیت کو درندہ صفت حکمرانوں نے اپنے اقتدار ناپائدار کے سامنے دم بخود کر دیا تو اُس وقت صرف حضور نبی اکرمؐ کی آلِ اطہار ہی تھی جس نے باطل کو للکارا اور ظالم سلاطین کے رویے کو چیلنج کر کے زندگی سے بے نیاز ہو کر میدان میں نکل کھڑی ہوئی اور باطل کی غوغا آرائی کی ذرہ بھر پرواہ نہ کرتے ہوئے طوفانِ ظلم کے سامنے کوہِ گراں بن کر جم گئی۔ بے شک ان کو وقتی طور پر شہادت کا جامِ شیریں نوش کرنا پڑا اور بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو معرضِ قتل میں پیش کرنا پڑا نیز خواتینِ حرم کی دربدری کا درد بھی سہنا پڑا لیکن یہ سب کچھ گوارا کر کے باطل کے سامنے ہتھیار ڈالنا اپنی غیرت و حمیت کے منافی سمجھا۔ اور نتیجہ یہ نکلا۔ ظلم و استبداد کی بنیادوں پر کھڑا ہونے والا باطل کا پورا قلعہ پاش پاش ہو گیا اور اسلام کے رُخ پر جمی ہوئی باطل کی ساری گرد یکبار دھل گئی اور آنے والی نسلوں نے ایک بار اسلام کو اپنے اصلی خدّ و خال میں دیکھ لیا۔ تاریخِ عالم شاہد ہے کہ بڑی سے بڑی جنگوں کی داستانیں چند روز بعد پرانی سمجھی جاتی ہیں اور ان کو پڑھنا اور سننا تضیع اوقات قرار دیا جاتا ہے لیکن بخلاف اس کے معرکہ کربلا میں حق و باطل کی نصف یوم کی جنگ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی پرانی نہیں ہوئی کیونکہ اس میں کردارِ انسانی کی وہ مشعلیں ضوء فشاں ہیں جو رہتی دنیا تک ہر انسان کو انسانیت کے صحیح خطوط کی نشان دہی کرتی رہیں گی۔ اور تعلیماتِ اسلامیہ سے وابستگی رکھنے والے ہر معاشرہ کو تا قیامت اپنے فیوض سے بہرہ ور کرتی رہیں گی۔

اور مودۃ فی القربیٰ کا وجوب تبلیغ رسالت کا جزوِ اہم ہے کیونکہ تا قیامت بقاء رسالت اس سے وابستہ ہے اور آیت مجیدہ سے بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ حضور نبی اکرمؐ کے بعد امامِ اُمّت بھی آلِ رسولؐ سے ہونا چاہیئے جن کی مودت فرض ہے۔ کیونکہ اگر اطاعت کسی اور کی فرض ہو اور مودت کسی اور کی واجب ہو تو بعض اوقات ان میں تضاد پیدا ہو جائے گا۔ پس جن کی مودت فرض ہے انہی کی اطاعت فرض ہونا ضروری ہے لہٰذا مودت فی القربیٰ کے فریضہ کی ادائیگی صحیح طور پر اُسی وقت ہو سکتی ہے جب انہی کو اپنا پیشوا، ہادی اور امام مانا جائے اور انہی کو حضورؐ کا صحیح قائم مقام تسلیم کیا جائے۔

ایک طرف حدیث نبوی میں ہے من مات علی حب آل محمد مات شھیدًا۔ یعنی جو آلِ محمدؐ کی محبت میں مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف حدیث ہے۔ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ یعنی جو شخص امامِ زمانہ کی معرفت کے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ پس پہلی حدیث کا منطوق اور دوسری حدیث کا مفہوم ایک دوسرے پر تب منطبق ہو سکتے ہیں کہ امام اور ہادیٔ اُمّت آلِ محمدؐ سے ہو جن کی محبت واجب و لازم ہے۔

وَمَنْ يَقْتَرِفْ۔ اقتراف اکتساب کے معنی میں ہے یعنی جو شخص نیکی کمائے اور اس جگہ حسنہ سے مراد آلِ محمدؐ کی محبت ہے چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا تھا کہ وہ وہ اہل بیت ہیں جن کی مودت پروردگار نے واجب قرار دی ہے اس کے بعد آپ نے آیت مودت کی تلاوت فرمائی اور وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً پر پہنچ کر فرمایا حسنہ سے مراد ہم اہل بیت کی محبت ہے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس سے مراد اہل بیتؑ اور

Presented by www.ziaraat.com

اصحابِ کساء ہیں۔ تفسیر نورالثقلین میں منقول ہے حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص میری عترت سے محبت نہ رکھے وہ یا تو منافق ہوگا، یا اولادِ زنا میں سے ہوگا۔ یا ناپاک ایام میں اُس کا حمل ٹھہرا ہوگا۔

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ ۔ جب حضورؐ نے آیت مودت پڑھی تو منافقین میں چہ مے گوئیاں شروع ہوگئیں اور کہنے لگے کہ اپنے خاندان کو ہماری گردنوں پہ سوار کرنے کا منصوبہ ہے اور یہ اللہ کا حکم نہیں بلکہ اپنی طرف سے اپنے خاندان کی برتری کا اعلان کر رہا ہے تب یہ آیت اُتری۔

یَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِکَ ۔ یعنی اگر تو نے افترا باندھا ہوتا تو خدا ہرگز مُہلت نہ دیتا بلکہ قرآن کو تیرے دل سے اٹھا لیتا لہٰذا کافروں اور منافقوں کے اعتراضات کی پرواہ کئے بغیر اپنے مشن کو آگے بڑھاتے چلو۔ اور میرا حکم سناتے چلو پس حضور نے مسلمانوں سے دریافت فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں کی تو وہ کہنے لگے حضور! اس قسم کی باتیں کی جاچکی ہیں تو آپ نے اس آیت مجیدہ کی تلاوت فرمائی پس وہ رونے لگ گئے اور بعضوں نے توبہ کر لی تب یہ آیت اُتری هُوَ الَّذِیۡ یَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ الخ

وَیَعۡفُوۡا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ۝۲۶ وَ

اور معاف کرتا ہے برائیوں کو اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور

یَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیۡدُهُمۡ

دعا قبول کرتا ہے ان کی جو ایمان لائیں اور عمل صالح کریں اور ان کو زیادہ دیتا ہے

مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَالۡکٰفِرُوۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ۝۲۷ وَلَوۡ بَسَطَ

اپنے فضل سے اور کافروں کے لئے سخت عذاب ہوگا اور اگر وسعت دیتا

اللّٰهُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَلٰکِنۡ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ

خدا رزق میں اپنے بندوں کے لئے تو وہ سرکش ہو جاتے زمین میں لیکن وہ نازل کرتا ہے (رزق) اندازے سے

وَیَسۡتَجِیۡبُ۔ تفسیر صافی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ ان لوگوں کی شان میں ہے جو غائبانہ طور پر مومن بھائیوں کے لئے دعائیں مانگتے ہیں تو فرشتے آمین کہتے ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ میں نے اس مومن کی حاجت بھی پوری کر دی جس کے لئے تو نے دعا کی ہے اور اس سے دوگنی تیری حاجات کو بھی پورا کروں گا اور اپنے فضل سے زیادتی کا یہ معنی ہے کہ جن جن لوگوں نے اس پر احسان کیا ہوگا۔ اس کی سفارش سے ان کو بھی بخش دے گا اگرچہ ان پہ دوزخ واجب ہو چکی ہوگی

وَلَوۡ بَسَطَ اللّٰهُ ۔ مقصد یہ ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کا رزق اپنی صوابدید پر رکھا ہے ورنہ اگر ہر انسان کو اس کی مراد کے مطابق رزق میں وسعت دی جائے تو لوگوں میں ظلم وفساد عام ہو جائیں اور ابن عباس نے لَبَغَوۡا کا معنی یہ کیا ہے کہ وہ اور آگے بڑھ جائیں گے یعنی جس قدر خدا اس کو رزق دیتا جائے گا وہ اور آگے بڑھنے کی دعا مانگتا جائے گا اور کسی حد پہ نہ رُکے گا ایک منزل

Presented by www.ziaraat.com

کے بعد دوسری منزل ایک سواری کے بعد دوسری سواری اور ایک لباس کے بعد دوسرا لباس طلب کرتا رہے گا اور اس کا جی نہ بھریگا جس طرح ایک حدیث قدسی کا بیان ہے کہ بنی آدم کو کوئی شی سیر نہیں کر سکتی سوائے قبر کی مٹی کے۔ پس خداوند کریم اپنی منشاء و مصلحت کے پیش نظر اپنے بندوں کو کم یا بیش رزق عطا فرماتا ہے وہ جسے چاہے رزق میں وسعت دیتا ہے اور جسے چاہے اُس کے رزق میں تنگی کر دیتا ہے اور وہ اپنے نظام و تدبیر میں بازپرس سے بالاتر ہے چنانچہ ایک حدیث قدسی میں ہے جسے نور الثقلین میں نقل کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں کے لئے بیماری اچھی ہوتی ہے اگر اس کو تندرستی دیدیجائے تو وہ فساد کرنے لگے گا اور اس کے برعکس بعض لوگوں کے لئے تندرستی اچھی ہوتی ہے اور وہ بیماری میں بگڑ جائیگا۔ اسی طرح بعض بندوں کے لئے دولتمندی میں بھلائی ہوتی ہے اور فقر میں اس کا فساد ہوتا ہے اور اس کے برعکس بعض کے لئے فقر اچھا ہوتا ہے اور دولتمندی میں اس کا بگاڑ ہوتا ہے۔

مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿۲۸﴾ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ

جو چاہے تحقیق وہ اپنے بندوں سے باخبر آگاہ ہے اور وہ وہ ہے جو اُتارتا ہے

الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ

بارش کو بعد اس کے کہ وہ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت کو اور وہ لائق تعریف

الْحَمِيدُ ﴿۲۹﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ

حاکم ہے اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور جو پھیلا دئے

فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿۳۰﴾ وَمَا

ہیں ان میں حیوانات اور وہ ان کے اکٹھا کرنے پر جب چاہے قادر ہے اور جو بھی

أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ﴿۳۱﴾

پہنچے تم کو کوئی مصیبت تو وہ اسکی وجہ سے ہوگا جو تمہارے ہاتھوں نے کیا یا اور بہت سی چیزوں سے تو وہ درگذر کرتا ہے

اور اللہ اپنے علم کے تحت اپنے بندوں کی تدبیر کرتا ہے۔ نیز بعض اوقات ظالموں کو اسباب کی فراوانی اور مظلوموں اور بے کسوں کو احتیاج میں رکھنا بھی اس کی مصلحت کے ماتحت ہوتا ہے۔ خداوند کریم رزق کی فراوانی سے انسان کا شکر آزماتا ہے اور تنگی رزق سے بعض اوقات انسان کا صبر آزماتا ہے نیز بعض اوقات کافروں کو فراوانی رزق اور مومنوں کو تنگیٔ رزق دے کر دنیاوی نعمات کی بے قدری کو ظاہر فرماتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ اگر مال دنیا میں ذرہ بھر بھی بہتری ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نصیب نہ ہوتا یا کافروں کو ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ دی جاتی نیز بعض اوقات کافر کی کسی نیکی کا بدلہ اس کو دنیا میں دیا جاتا ہے تاکہ آخرت میں اُس پر عذاب حتمی ہو جائے اور مومن کا بدلہ آخرت میں رکھا جاتا ہے تاکہ دنیاوی تکالیف سہہ کر اس کی لغزشوں کی سزا دنیا میں ہو جائے اور آخرت میں اس کو جنت سے روکنے والی کوئی شے نہ ہو۔

رکوع ۵ ۔ وَمَا أَصَابَكُمْ ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا اے علی! دنیا میں انسان

Presented by www.ziaraat.com

کو کوئی خراش یا پاؤں کی لغزش کا صدمہ کسی نہ کسی گناہ کے بدلہ میں ہوتا ہے اور اللہ کے عدل سے بعید ہے کہ پھر دوبارہ اس کو اس گناہ کی سزا میں گرفتار کرے اور یہ آیت گنہگار مومنوں کے لئے ہے ورنہ معصومین علیہم السلام کو جو مصائب و تکالیف پہنچتی ہیں وہ ترقیٔ حسنات اور بلندیٔ درجات کے لئے ہوتی ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اصبغ بن نباتہ سے فرمایا عبد مومن کو جب دنیا میں کسی گناہ کی سزا ملتی ہے تو اللہ کے حلم جود اور مجد سے بعید ہے کہ دوبارہ اس کو بروز قیامت اسی گناہ کی سزا دے اور مروی ہے کہ دنیا میں جب کبھی کسی مومن کو تکلیف پہنچتی ہے وہ کسی نہ کسی گناہ کی سزا ہوتی ہے پس وہ اس گناہ کی اخروی سزا سے بچ جاتا ہے۔

بروایت خصال حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا گناہوں سے بچو کیونکہ انسان پر جب بھی کوئی تکلیف یا تنگیٔ رزق کی مصیبت آتی ہے تو وہ کسی گناہ کی وجہ سے ہی ہوتی ہے یہاں تک کہ معمولی خراش اور زمین پر گر پڑنا بھی کسی گناہ کے کفارہ کے طور پر ہوتا ہے اسی طرح جب کوئی نعمت اور سہولت چلی جاتی ہے تو کسی گناہ کی سزا ہی ہوتی ہے ورنہ اگر گناہ کے بعد اس کا تدارک توبہ اور دعا سے کیا جائے تو آنے والی مصیبت دفع ہو جایا کرتی ہے (ملخصاً از نور الثقلین)

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور تم نہیں عاجز کرنے والے اس کو زمین میں اور نہیں تمہارا اللہ کے سوا

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٣٢﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ

کوئی ولی اور نہ کوئی مددگار اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں سمندر میں چلنے والی کوہ پیکر

كَالْاَعْلَامِ ﴿٣٣﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى

کشتیاں اگر وہ چاہے تو روک دے ہوا کو تو وہ بھی ٹھہری رہیں گی (اس (پانی) کی پشت

ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٣٤﴾ ۙ اَوْ

پر تحقیق اس میں نشانیاں ہیں ہر حوصلہ مند شکر گزار کے لئے یا (چاہے تو)

يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٥﴾ وَّيَعْلَمَ

ان کو ہلاک کر دے ان کے اعمال کی وجہ سے اور وہ بہت سوں سے درگذر کر لیا کرتا ہے اور جانتے ہیں

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٣٦﴾ فَمَآ

وہ جو جھگڑتے ہیں ہماری آیات میں کہ ان کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے پس جو کچھ

اسی بنا پر وارد ہے کہ صدقہ کرنا بہت سی آنے والی مصیبتوں کو دفع کر دیا کرتا ہے ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ گناہ انسان کو رزق کی سہولتوں سے محروم کر دیتا ہے

Presented by www.ziaraat.com

الجوار جاریۃ کی جمع ہے اس کا موصوف سُفُن محذوف ہے (جاری ہونے والی کشتیاں)

رواکد۔ جمع ہے راکد کی جس کا معنی ہے ٹھہرا ہوا یعنی اگر اللہ چاہے تو ہوا کو روک دے پس کشتیوں کی روانی خود بخود ختم ہو جائیگی۔

جنّتیوں کی نشانیاں

لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ توحید کے بارے میں جھگڑنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ تم دنیاوی نعمات پر گھمنڈ نہ کرو کیونکہ یہ دنیاوی زندگی تک محدود ہیں۔ اور اللہ نے نیک لوگوں کے لئے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں وہ ان دنیاوی نعمات سے بدرجہا بہتر بھی ہیں اور دیرپا بھی ہیں اور وہ نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہوں گی جو مندرجہ ذیل صفات اپنے اندر رکھتے ہوں گے۔

اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَاۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ

تم دیئے گئے ہو زندگانی دنیا کا فائدہ ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور

وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ

دیرپا ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھیں ۔ اور وہ لوگ جو گناہانِ

يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ

کبیرہ سے بچیں اور برائیوں سے بھی اور جب غصہ میں آئیں معاف

يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ

کر دیں اور وہ لوگ جو اپنے رب کا حکم مانیں اور نماز کو قائم کریں اور

اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۹﴾

آپس میں مشورہ کر کے کام کریں اور ہمارے دیئے ہوئے سے خرچ کریں

۱۔ ایمان ۲۔ اللہ پر بھروسہ ۳۔ گناہانِ کبیرہ سے اجتناب ۴۔ ہر قسم کی برائیوں سے پرہیز ۵۔ غصہ کے وقت درگذر کی صفت ۶۔ اللہ کے حکم کی اطاعت ۷۔ نماز کی پابندی ۸۔ باہمی مشورہ کر کے اُمور کی انجام دہی ۹۔ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا ۱۰۔ دوسروں کی طرف سے زیادتی کی صورت میں ان کو صرف بدلہ دینا اور اُن پر زیادتی نہ کرنا۔

بعض علما کے نزدیک ہر گناہ کبیرہ ہوا کرتا ہے۔ اس لئے کہ خداوند کریم کی نافرمانی کو چھوٹا کہا ہی نہیں جا سکتا البتہ گناہوں کا آپس میں مقابلہ کیا جائے تو ایک دوسرے کے مقابلہ میں بعض کبیرے اور بعض صغیرے ہوتے ہیں۔ پس جن جن گناہوں کے متعلق قرآن مجید میں آتشِ جہنم کی پیش کش کی ہے وہ ان گناہوں سے کبیرہ ہیں جو ان کے علاوہ ہیں۔

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا۔ یعنی جب ذاتیات کے معاملوں میں ایک دوسرے پر رنجش ہو تو معاف کر دینا اچھی وصف ہے لیکن اگر ایک شخص حقوقِ خداوندی کو پامال کرتا ہے اور اعلانیہ فاسق و فاجر ہے تو اُس کی غلطی پر ناراض ہونا مومن کی شان ہے اور کسی صورت میں اس کو معاف نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ وہ توبہ کے ذریعے سے اللہ سے معافی نہ مانگ لے لیکن اگر اس پر شرعی تعزیر یا حد واجب ہو تو اس کو بھی معاف نہیں کیا جا سکتا خواہ توبہ بھی کر لے اور فواحش سے مراد زنا اور بدکاری ہے اور اس کا الگ ذکر کرنا اس کے باقی تمام

Presented by www.ziaraat.com

گناہوں میں سے بدتر ہونے کی دلیل ہے۔

اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَهُمۡ بعض مفسّرین نے کہا ہے کہ انصارِ مدینہ کی اس میں مدح کی گئی ہے کیونکہ حضور کی ہجرت سے پہلے انصارِ مدینہ نے باہمی مشورہ کرکے آپ کو مدینہ میں آنے کی دعوت دی تھی اور ابوایّوب انصاری کے گھر میں مشورہ کرکے اس اہم کام کو سرانجام دیا تھا اور اس آیت مجیدہ میں جملہ مسلمانوں کو باہمی مشورہ سے اُمور کی انجام دہی کا درس دیا گیا ہے۔ اور اس کی اہمیّت کے پیش نظر پوری سورت کا نام ہی سورہ شوریٰ رکھا گیا ہے لیکن اس کو اصولِ اسلام کے طے کرنے کے لئے اجماع کی حجیت پر دلیل قائم کرنا غلط ہے کیونکہ باہمی مشورہ سے کام کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شرعی معاملات میں باہمی مشورہ سے دین سازی کا جواز پیدا کیا جائے پس جس طرح نماز و روزہ وغیرہ فروعی مسائل میں باہمی مشورہ سے ردّوبدل کرنا ناجائز ہے اسیطرح اصولی مسائل میں باہمی مشورہ کے ذریعے سے ردوبدل نہیں کیا جاسکتا اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نیابت اور خلافت کا مسئلہ چونکہ اسلام میں ایک بنیادی اور اصُولی مسئلہ ہے لہٰذا باہمی مشورہ سے اس کو طے نہیں کیا جاسکتا بلکہ جس طرح نبی بنانا باہمی مشورہ سے ناجائز ہے اسی طرح اس کا قائم مقام باہمی مشورہ سے بنانا بھی ناجائز ہے۔ پس آیت مجیدہ میں شوریٰ کی مدح اس بنا پر ہے کہ مومنوں کی شان یہ ہے کہ آپس میں پرخلوص ہوکر رہیں اور اپنے ذاتی معاملات میں رنجش تک نوبت ہی نہ آنے دیں تاکہ مل جل کر باہمی مشورہ سے امور کی انجام دہی سے گریز نہ کریں اور

وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الۡبَغۡیُ هُمۡ یَنۡتَصِرُوۡنَ ﴿۴۰﴾ وَجَزٰٓؤُا

اور وہ لوگ کہ جب ان کو تکلیف پہنچے بغاوت کی تو بدلہ لیں — اور برائی کا

سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثۡلُهَا ۚ فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ فَاَجۡرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ

بدلہ اتنی ہی برائی ہے — پس جو معاف کردے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ پر ہے — تحقیق

لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۱﴾ وَلَمَنِ انۡتَصَرَ بَعۡدَ ظُلۡمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ

وہ نہیں دوست رکھتا ظالموں کو — اور جو بدلہ لے بعد مظلوم ہونے کے تو ایسے لوگوں کو

مَا عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ سَبِیۡلٍ ﴿۴۲﴾ اِنَّمَا السَّبِیۡلُ عَلَی الَّذِیۡنَ

کوئی حرج نہیں ہے — حرج تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر — ظلم

یَظۡلِمُوۡنَ النَّاسَ وَیَبۡغُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ

کرتے ہیں — اور بغاوت کرتے ہیں زمین میں ناحق طور پر — ایسے

باہمی اختلاف کی صورت میں بھی اپنے برادری کے فیصلوں کے سامنے جھک جائیں اور جھگڑا و فساد تک کسی بات کو نہ جانے دیں۔

یَنۡتَصِرُوۡنَ۔ مومن کی بلند شان تو یہ ہے کہ اگر کوئی اس پر زیادتی کرے تو اس کو معاف کردے لیکن اگر اس کو صرف اس کی زیادتی کا بدلہ دینے پر اکتفا کرے اور خود زیادتی نہ کرے تو یہ صفت بھی ممدوح ہے اور بدلہ کی صورت یہ ہے کہ جس قدر اس نے اس پر ظلم کیا تھا

Presented by www.ziaraat.com

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۳﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ
لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور جو شخص صبر کرے اور معاف کردے تو تحقیق یہ بات
عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۴﴾ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ
بلند حوصلگی کی دلیل ہے اور جس کو اللہ گمراہی میں چھوڑ دے تو اس کا کوئی ولی نہیں ہوتا اس کے
بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى
سوا اور تو دیکھے گا ظالموں کو جب وہ دیکھیں گے عذاب کو تو کہیں گے کیا واپس دنیا کی
مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۵﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ
طرف جانے کی کوئی صورت ہے؟ اور تو دیکھے گا کہ پیش کئے جائیں گے اُس (دوزخ) پر جھکے ہوئے
مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
ہوں گے ذلّت سے کہ ترچھی نظر سے جھانکتے ہونگے اور مومن کہیں گے تحقیق
اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ
نقصان اٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو قیامت کے دن نقصان میں
الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۶﴾ وَمَا كَانَ
ڈالا آگاہ ہو تحقیق ظلم کرنے والے دائمی عذاب میں ہوں گے اور ان کے لئے
لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
کوئی دوست نہ ہوں گے جو ان کی مدد کریں اللہ کے بغیر اور جس کو اللہ گمراہی میں چھوڑ دے

اتنا ہی اس کو بدلہ دیا جائے لیکن معاف کر دینا پھر بھی اللہ کو زیادہ پسند ہے اور سیئۃ کے بدلہ کو سیئۃ قرار دینا صرف مماثلت کی وجہ سے ہے ورنہ ظلم کرنا برا ہوتا ہے لیکن ظلم کا بدلہ دینا برا نہیں ہوتا بلکہ مظلوم حق پر ہوتا ہے اور تفسیر مجمع البیان میں ہے جناب رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ بروز محشر ایک منادی ندا کرے گا کہ جس جس شخص کا اجر اللہ کے پاس محفوظ ہے وہ جنت میں چلا جائے تو پوچھا جائے گا کہ کن لوگوں کا اجر اللہ کے پاس محفوظ ہے تو جواب ملے گا کہ وہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں لوگوں کو اپنے حقوق معاف کر دئے تھے پس وہ لوگ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ اور تفسیر صافی میں کافی سے منقول ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ایک دوسرے پر درگذر کرنے کی عادت بناؤ کیونکہ درگذر کرنا عزت میں زیادتی کا موجب ہے۔

رکوع ۶

وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ ۔ تفسیر صافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ان آیات کی تاویل اس طرح مذکور ہے کہ جن لوگوں نے آل محمدؐ پر ظلم کیا تھا جب بروز محشر عذاب کو دیکھیں گے تو ازراہ حسرت کہیں گے کہ ہمیں ایک دفعہ دنیا میں واپس پلٹ جانے کا موقعہ دیا جائے تو ہم علیؑ سے محبت رکھیں گے اور شرمندگی سے سر جھکائے

Presented by www.ziaraat.com

ہوئے ترچھی نگاہ سے مایوسانہ طور پر دیکھیں گے تو اُن کی حالت زار کو ملاحظہ کرنے کے بعد مومنین کہیں گے کہ ان ظالموں کو دائمی عذاب میں ہونا چاہیئے جنہوں نے آلِ محمد پر ظلم کے پہاڑ گرائے تھے۔

تفسیر نور الثقلین میں بروایت خصال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس میں تین خصلتیں ہوں تو اس کا ایمان کامل ہے ۱۔ ظلم پر صبر کرے ۲۔ غصہ کو ضبط کرے ۳۔ اور معاف کرنے کی عادت بنائے۔ ایک حدیث میں حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں کہ اگر تم ان پر ظلم نہ کرو گے تو وہ تم پر ضرور ظلم کریں گے۔ ۱۔ کمینہ فطرت انسان ۲۔ زوجہ ۳۔ مملوک غلام۔

وَمَنْ یُّضْلِلِ۔ خدا کی طرف سے ضلالت کی نسبت اس لئے ہے کہ خدا کسی کو ہدایت پر مجبور نہیں کرتا اس لئے ہم نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ وہ جس کو گمراہی میں چھوڑ دے۔

فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِیْلٍ ﴿۴۷﴾ اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

اس کے لئے اور کوئی راستہ نہیں ہے مان لو حکم اپنے رب کا قبل اس کے کہ وہ

یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَىٕذٍ

دن آجائے جس کو کوئی ہٹا نہیں سکتا اللہ سے نہ کوئی تمہارا ٹھکانا ہوگا اس دن اور

وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِیْرٍ ﴿۴۸﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ

نہ تم اس کو ٹھکرا سکو گے پس اگر نہ مانیں تو ہم نے تم کو ان پر نگران کرکے نہیں بھیجا

حَفِیْظًا اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا

ہے تم پر نہیں فرض مگر صرف پہنچا دینا اور ہم جب چکھائیں انسان کو اپنی طرف سے رحمت

رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ

تو وہ خوش ہوتا ہے اور اگر پہنچے ان کو تکلیف بوجہ اس کے جو بھیجا ان کے ہاتھوں نے

فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تو بے شک انسان کفر کرنے والا ہے اللہ کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا ملک

فَرِحَ بِهَا۔ آیت مجیدہ میں انسان کی کم ظرفی کو بیان کیا گیا ہے کہ جب اللہ اس پر کوئی نعمت نازل فرمائے تو وہ خوش ہو جاتا ہے لیکن جب اس کے اعمالِ زشت کی بدولت اس پر کوئی مصیبت آجائے تو رحمتِ خدا سے مایوس ہو کر کفر کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ انسان کو حالتِ نعمت میں شاکر اور حالتِ آزمائش میں صابر ہوتے ہیں۔

ص ۲۱۸

یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ بیٹے کے مال میں بیٹے کی اجازت کے بغیر بھی باپ تصرف کر سکتا ہے اس کی کیا دلیل ہے تو آپ نے اس آیت مجیدہ سے استدلال فرمایا۔ کہ خداوند کریم نے اولاد کو باپ کے لئے ہبہ قرار دیا ہے اور ہبہ شدہ مال میں تصرف کرنا جائز ہے پس جب بیٹا خود باپ کیلئے ہبہ ہے

Presented by www.ziaraat.com

حیثیت رکھتا ہے تو بیٹے کا مال بھی باپ کے لئے ہبہ کی حیثیت سے ہے پس جس طرح چاہے اس میں تصرّف کرنا جائز ہے کیونکہ اس کو حق حاصل ہے اسی بنا پر حضورؐ کا فرمان ہے اَنْتَ وَ مَالُكَ لِاَبِيْكَ یعنی تو اور تیرا سب مال تیرے باپ کی ملکیت میں ہے۔

تہذیب الاحکام سے منقول ہے ایک شخص خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے باپ نے میرے غلام کو مجھے ستانے کے لئے آزاد کر دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تو اور تیرا سب مال تیرے باپ کو اللہ نے ہبہ کیا ہے لہٰذا اس کو تیرے جسم میں اور تیرے مال میں تصرف کا حق حاصل ہے حالانکہ تجھے اس کے جسم و مال میں تصرف کا حق حاصل نہیں ہے۔ جب تک وہ خود اجازت نہ دے (نور الثقلین)

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ

وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے بخشتا ہے جسے چاہے بیٹیاں دیتا ہے جسے چاہے

الذُّكُوْرَ ﴿۵۰﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ

بیٹے یا دونو عطا کرتا ہے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے

يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ

بانجھ بنا دیتا ہے تحقیق وہ جاننے والا قدرت رکھنے والا ہے اور کسی بشر کے لئے یہ بات نہیں کہ اللہ

يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ

اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا بھیجتا ہے قاصد

رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ وَ

(فرشتہ) پس وہ وحی کرتا ہے اس کے اذن سے جو چاہے تحقیق وہ بلند دانا ہے اور اسی طرح

كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ

ہم نے وحی کی تیری طرف روح (قرآن) کی اپنے امر سے کہ تو نہیں جانتا تھا

اَوْ يُزَوِّجُهُمْ - یعنی بعض لوگوں کو خدا بیٹیاں دیکر بیٹوں سے محروم رکھتا ہے اور بعض کو بیٹے دے کر بیٹیوں سے محروم رکھتا ہے اور بعض کو بیٹے اور بیٹیاں ہر دو قسم کی اولاد سے سرفراز فرماتا ہے يُزَوِّجُ کا معنی ہے کہ ان کو جوڑے عطا کرتا ہے یعنی بیٹے اور بیٹیاں دونو قسم کی اولاد دیتا ہے اور یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ رحم مادر میں بیٹے اور بیٹی کو پیدا کر کے جوڑ دیں پیدا کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ اس کی مشیئت کے فیصلہ پر منحصر ہے اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں جن کو بالکل اولاد سے محروم کر دیتا ہے اور وہ عقیم یعنی بانجھ ہوتے ہیں۔ پس بعض اوقات مرد صحیح اور عورت بانجھ ہوتی ہے اور بعض اوقات عورت صحیح اور مرد بانجھ ہوتا ہے اور اللہ ہر شئی پر قادر ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ - یعنی کسی بشر کے ساتھ اللہ کلام نہیں کرتا مگر ان تین طریقوں سے جو بعد میں بیان کئے جا رہے ہیں۔

۱- وحی ۲- پس پردہ ۳- بذریعہ جبرئیل - لغت کے لحاظ سے وحی اشارہ کے معنی میں ہوتی ہے یعنی منہ سے لفظ ادا کئے بغیر

Presented by www.ziaraat.com

کسی کو کسی بات کی اطلاع دینا یا تنبیہ کرنا پس الہام اور القاء یا خواب کے ذریعے سے کسی مطلب کا سمجھانا اسی قسم سے قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ اور ان سب کو وحی کہا جا سکتا ہے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور کی وحی الہام والقاء کے طریقہ سے ہوئی تھی اور پس پردہ کلام سے مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق سے وہ کلام پوشیدہ ہو اور صرف وہی اس کو سمجھ سکے جس کے ساتھ کلام ہو رہی ہو جس طرح کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہوئی کہ سوائے ان کے کوئی نہ سمجھ سکتا تھا یا دوسری دفعہ حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھ والے ستّر آدمی سن رہے تھے اور اُن کے علاوہ کوئی نہ سن سکتا تھا۔ اور وراء حجاب کا یہ مقصد بھی ہو سکتا ہے کہ جس جگہ سے بات نکلتی ہو اُس کو پوشیدہ رکھا جائے۔ چنانچہ کوہِ طور پر وادی کی ہر جانب سے کلام ہو رہی تھی کہ پتہ نہ چلتا تھا کہ کونسی خاص جگہ سے ہے اور پس پردہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا پردہ کے اندر ہو اور بول رہا ہو کیونکہ یہ صفاتِ مخلوق میں سے ہے اور خالق اس سے اجلّ وارفع ہے۔ اسی طرح شبِ معراج پس پردہ کلام ہونے کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ کلام باقی تمام سے محجوب تھی اور اس کو صرف حبیبِ خدا ہی سُن اور سمجھ رہے تھے ایسا ہرگز نہیں کہ خدا ایک پردہ کے پیچھے تھا اور حضور پردہ کے اس طرف تھے اور کلام ہو رہا تھا کیونکہ اس سے خدا کی جسمانیت اور محدود ہونا لازم آتا ہے اور اس قسم کی باتیں وہی لوگ کر سکتے ہیں جو خدا کو مجسم سمجھتے ہوں اور توحید پروردگار کی قدروں سے ناواقف ہوں۔ اسی طرح بعض غیر ذمہ دار واعظین اور جاہل شعراء کا تخیلِ پردہ اور اندر سے ہاتھ یا انگوٹھی کا ظاہر ہونا بالکل غلط اور نامعقول نظریات کی ترجمانی ہے۔ جس کا حقیقت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ

کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ اور کیا ہم نے اس (قرآن) کو نور جس کے ذریعے سے ہدایت کرتے ہیں

مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ

ہم جسے چاہیں اپنے بندوں سے اور تحقیق تو ہدایت کرتا ہے سیدھے راستے کی طرف اس اللہ کے

اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

راستے کی طرف جس کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے

اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

آگاہ ہو اللہ کی طرف تمام امور کی بازگشت ہے

اور ارسالِ رسل کلامِ خدا کا تیسرا طریقہ ہے یعنی فرشتہ کو بھیج کر اپنے احکام پہنچاتا ہے جس طرح جنابِ رسالتمآبؐ کی بارگاہِ اطہر میں حضرت جبرئیل کلامِ خدا لاتے تھے۔ آیت مجیدہ سے یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ انبیاء علیہم السّلام پر بشر کا اطلاق حقیقی ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء کی نوع الگ ہے اور باقی انسانوں کی نوع الگ ہے آیت مجیدہ میں اس کی کھلی تردید موجود ہے بلکہ انبیاء بشر ہیں اور ان کے ساتھ خدا کے کلام کرنے کی تین صورتیں ہیں جو ذکر کی جا چکی ہیں۔ اور کلام کا معنی ہے

Presented by www.ziaraat.com

ایسا طرز عمل اور ایسا ذریعہ جس کی بدولت اپنا مقصد دوسروں تک پہنچایا جا سکے۔ مثلاً درختوں کا کلام ان کی حیثیت کذائی ہے۔ چنانچہ ان کی سرسبزی ان کی خوشحالی کی ترجمانی ہے اور ان کی خشکی ان کی بدحالی کا بیان ہوتا ہے۔ اور حیوانات کا کلام اُن کی شان کے مطابق اپنے مقاصد کے اظہار کے مختلف طرق سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح جمادات و باقی اقسام موجودات کا کلام ان کی حیثیت کے مطابق ہے جس طرح اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حکم دیا تو انہوں نے جواب دیا یعنی اپنی زبان حال سے ظاہر کیا اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ کہ ہم اطاعت کرتے ہوئے حاضر ہیں۔ اسی طرح جنوں اور ملائکہ کا کلام اپنی شان و حیثیت کے مطابق اظہار ما فی الضمیر کے طریقوں سے ہوتا ہے اور انسان کا کلام صرف زبانی بیان سے ہوتا ہے کیونکہ ان کے اظہار ما فی الضمیر کا سب سے آسان طریقہ یہی ہے۔ پس خدا کا کلام کرنا مخلوقات کے کلام کی مثل نہیں تا کہ ان پر قیاس کیا جا سکے کہ چونکہ کلام کرنے میں انسان زبان کا محتاج ہے لہذا اللہ بھی کلام کرنے میں زبان کا محتاج ہو گا اس قسم کا نظریہ صرف کوتاہ نظری اور خود فریبی کے سوا اور کچھ نہیں ہے پس اللہ کا کلام اس کی اپنی شانِ الوہیت کے مطابق ہے کہ وہ جس طریقہ اور ذریعہ سے اپنے احکام و جملہ فرمائشات اپنے بندوں تک پہنچائے وہ اسی کا کلام کہلاتا ہے چنانچہ بعضوں کے دل میں القاء و الہام کرتا ہے بعضوں کو خواب میں ایک نظریہ کی رہنمائی فرماتا ہے۔ بعضوں کو ہاتف غیبی سے تنبیہ فرماتا ہے اور بعضوں کو فرشتہ بھیج کر اپنے ارشادات سے مطلع کرتا ہے بہرکیف وہ چاہے تو کلام کو پیدا کر دے خواہ درخت سے یا پتھر و دیوار سے ہی کرے اور چاہے تو بغیر حروف و الفاظ کے دل ہی دل میں اپنی بات پہنچا دے اور ان سب پر کلام کا اطلاق کیا جا سکتا ہے اور تفسیر کی تیسری جلد میں بھی اس پر مختصر سا نوٹ لکھا جا چکا ہے۔

اِلَّا وَحْیًا۔ یہ مستثنا منقطع ہے اور اَنْ یُّوْحِیَ کی تاویل میں ہے اور بعد والے اَنْ یُّرْسِلَ کا اس پر عطف ہے۔

اَوْ مِنْ وَّرَآءِ۔ یہاں مِنْ جارہ کا متعلق یُکَلِّمُ فعل محذوف ہے۔

وَكَذٰلِكَ۔ یعنی جس طرح ہم نے سابق انبیاء کو بذریعہ وحی کے شرائع دینیہ عطا کئے اسی طرح آپ کو بھی بذریعہ وحی کے اپنے امر سے قرآن عطا فرمایا جو رُوحِ حیات ہے یعنی کفر جو انسان کے لئے موت کا حکم رکھتا ہے قرآن روحِ حیات کا کام دے کر انسان کو حقیقی زندگی بخشتا ہے۔ اور محقق بحرانی نے ذکر کیا ہے کہ وحی کا ہونا بھی نبی کی صداقت کے ثبوت کے لئے ایک علمی معجزہ ہے کیونکہ خدا نظر تو آنہیں سکتا پس انبیاء کے ساتھ اس کا کلام تین مراتب میں ہوا ہے۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ خدا نبی کے دل میں ایک بات ڈال دیتا ہے اور نبی خود اس کو الفاظ کا جامہ پہناتا ہے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ خدا نبی کے دل میں بات بھی ڈالتا ہے اور ہاتف غیبی کے ذریعے اس کے کانوں تک آواز بھی پہنچاتا ہے پس لفظ اور معنی دونو خدا کی جانب سے ہوتے ہیں اور تیسرا مرتبہ جو سب سے بلند ہے وہ یہ کہ خدا دل میں معنی کا القاء کرتا ہے اور فرشتہ سامنے دکھائی دیتا ہے جو الفاظ کی بھی وحی کرتا ہے۔

رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ روح سے مراد قرآن یا روح القدس یا ایک فرشتہ ہے جو جبریل و میکائیل سے عظیم تر ہے جو حضرت رسالت مآبؐ کے ساتھ رہتا تھا اور اُن کے بعد آئمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اور یہی آخری قول حضرت امام محمد باقر و حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے مروی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

مَاكُنتَ تَدرِیْ - تفسیر برہان میں ہے ابوحمزہ ثمالی سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اس آیت مجیدہ کے متعلق تیرے ساتھیوں کا کیا خیال ہے کہ حضور کسی وقت میں کتاب اور ایمان کو نہیں جانتے تھے؟ راوی نے عرض کی حضور اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا تو آپ نے فرمایا بے شک یہ درست ہے کہ ایک حالت ایسی تھی جس میں کتاب و ایمان کو نہ جانتے تھے یہاں تک کہ خداوند کریم نے آپ کی جانب روح کو بھیجا جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے پس اس کے بعد آپ کو سب کچھ معلوم ہو گیا۔ اور خدا جس کو وہ روح عطا فرمائے اس میں علم و فہم آجاتا ہے۔

اِس آیت مجیدہ کو پڑھ کر بعض نا اہل اور بے سمجھ لوگ گھبرا کر علماء سے دست و گریباں ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک وقت میں حضور نبی اکرم صؐ کتاب و ایمان کو نہ جانتے ہوں چونکہ کج بحثی اور کج فہمی کی وبا عام ہے اور بعض جہلاء نے علمی لبادہ اوڑھ کر علماء کا مقام اپنا لیا ہے پس اُن کا کام صرف یہ ہے کہ شکوک و شبہات کے ناخنوں سے وہ حقائق علمیہ کو ہر وقت نوچتے اور کریدتے ہیں، اور عوام الناس سے اپنا علمی مقام منوانے کے لئے حقیقی علماء پر ہر گند اکیچڑ اچھالتے ہوئے اُن کو بدنام کرنا اپنا کمال سمجھتے ہیں چنانچہ آیت مجیدہ کا ترجمہ تو بالکل صاف صاف ہے نہ اس کی کوئی تاویل ہو سکتی ہے اور نہ اس کا انکار کیا جا سکتا ہے پس عوام کو یہ کہہ کر گمراہ کرنا آسان ہے کہ دیکھو علماء حضرت نبی اکرمؐ کو بے علم کہتے ہیں چنانچہ کئی مرتبہ ایسے ناخدا ترس انسانوں سے آیت مجیدہ متذکرہ بالا کے متعلق تبادلہ خیال کا موقع ملا ہے تو وہ صاف اور کھلم کھلا علماء کو ہی معرض طعن و تشنیع قرار دے کر کوسنے لگ گئے کہ علماء نے یہ کیوں لکھا اور اُن کو ہزار سمجھایا جائے کہ علماء نے نہیں لکھا بلکہ یہ قرآن مجید کی آیت ہے۔ ذرا ہوش کرو لیکن وہ اسی ایک ہی بات کی رٹ لگائے جاتے ہیں کہ قرآن میں ہو تو ہو علماء کیوں لکھتے ہیں؟ تو اُن کو سمجھانے کا علمی طریقہ جو میں نے اختیار کیا وہ یہ ہے کہ علم اللہ کا عین ذات ہے اور حضرت رسالت مآبؐ یا ائمہ طاہرین علیہم السّلام اور جملہ انبیاء علیہم السلام کا علم عطیہ پروردگار ہے۔ پس لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ ایک وقت ایسا تھا خواہ وہ کس قدر ہی کم ہو جس میں حضور کو زیور تخلیق سے آراستہ کیا گیا اور بعد میں علم سے نوازا گیا اور دوسرے مسلمانوں کی طرح ہم نہیں کہتے کہ چالیس سال یا اس سے کم و بیش عرصہ کے بعد آپ کو علم نبوت عطا کیا گیا ہو بلکہ عالم انوار کی خلقت نوری ہی فرض کر لیجئے تب بھی ایک وقت خواہ ایک لمحہ بھر کا بھی تصور کر لیں ماننا پڑے گا کہ پہلے آپ کی ذات تھی پھر صفت علم اُن کو عطا کی گئی اس لئے کہ علم اُن کا عطیہ پروردگار ہے نہ کہ عین ذات۔

علاوہ ازیں اس میں حضورؐ کی کسر شان اور منقصت تب لازم آتی کہ یہ فقرہ ہماری طرف سے ہوتا۔ اگر خدا کہنے والا ہو تو اس میں کونسی منقصت ہے دیکھئے اگر بیٹا باپ کو کہے کہ اگر میں نے فلاں کام نہ کیا ہوتا تو آپ بذاتِ خود کچھ بھی نہ تھے تو یہ بیٹے کی طرف سے گستاخی ہے لیکن اگر باپ بیٹے کو کہے کہ اگر میں احسان نہ کرتا تو تیری کوئی حقیقت نہ تھی تو یہ بیٹے کی توہین نہیں ہے۔ اس مقام پر بھی اگر اُمت کے افراد میں سے کوئی کہے کہ حضورؐ کچھ جانتے نہ تھے تو گستاخی لازم آئے گی لیکن اگر اللہ خطاب کر کے فرمائے کہ آپ کچھ نہ جانتے تھے اور میں نے ہی اپنی جانب سے رُوح کو اُتارا اور آپ پر میرا ہی احسان ہے تو اس میں کوئی کسر شان نہیں ہے اور اللہ کی فرمائش پر ایمان رکھنا ہر انسان کا فریضہ ہے اور دوسرے مقام پر خود خدا نے اپنے حبیب کو تعلیم دی ہے۔ قُلْ

Presented by www.ziaraat.com

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ۔ یہ کہا کرو ۔ اے رب میرے علم میں زیادتی فرما ۔ اگر پہلے سے ہی سب کچھ معلوم ہو تو زیادتی علم کی دعا کس لئے تعلیم کی جارہی ہے ۔ بہر کیف حضور رسالت مآبؐ کے علم کے متعلق یہ تحدید کرنا کہ وہ کب سے عالم ہیں ہمارے عہدہ میں شامل نہیں اور نہ اُس کی ہم سے باز پرس ہوگی بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور کا علم تمام انبیاء و ملائکہ سے زیادہ ہے اور چونکہ حضورؐ قرآن کے حامل و عالم ہیں اور قرآن میں اوّلین و آخرین کے علوم موجود ہیں اور تمام کتب سماویہ کے علوم بھی اس کے اندر موجود ہیں لہذا حضورؐ کا علم اولین و آخرین کے علم پر اور تمام کتب سماویہ کے علوم پر حاوی ہے لیکن یہ کہنا کہ کب سے ہے اس کو وہ جانے جس نے حضور کو اس بلند مرتبہ پر فائز فرمایا ہے ۔ پس اُس نے جب سے دیا ہے یہ تب سے عالم ہیں ۔ اللہ کے نزدیک اگرچہ اس کی حد ضرور معین ہے لیکن ہمارا اُن کی حد معیّن کرنا کوتاہ بینی اور ناقدر شناسی کے سوا اور کچھ نہیں ۔ خداوند کریم ہمیں ان کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے ۔ آمین

صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ تفسیر اہل بیت علیہم السّلام میں صراط مستقیم سے مراد حضرت علی علیہ السّلام کی ولایت ہے ۔

سُورَۃُ زُخرُف

یہ سورہ مکیہ ہے سوائے آیت نمبر ۵۵ کے ۔

اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کے ملانے سے نوّے ہے اور یہ سورہ شوریٰ کے بعد نازل ہوئی ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جو شخص سورہ زخرف کی تلاوت کو جاری رکھے وہ قبر میں حشرات الارض سے محفوظ رہے گا اور فشارِ قبر سے بھی بچ جائے گا ۔ اور بروز محشر جنت میں داخل ہوگا (برہان)

حدیث نبوی میں ہے بلا حساب جنّت میں جائے گا ۔ (مجمع)

خواص قرآن میں سے ہے ۔ حضور نے فرمایا جو شخص اس کو لکھ کر پئے گا اس کو کسی مرض کے لئے دوسرے دوا کی احتیاج نہ رہے گی ۔ اور اگر مرگی والے شخص پر چھڑکا جائے تو اس کو فوراً آرام ہوگا ۔ اور اس کا شیطان جل جائے گا ۔

(برہان)

Presented by www.ziaraat.com

رکوع ۷۔ حٰمٓ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ حمید مجید کا مخفف ہے اور مقطعات قرآنیہ کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔
اُمّ الکتٰب۔ اس سے مراد لوح محفوظ ہے اور مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید لوح محفوظ میں موجود ہے اور اس کی تاویل میں بروایت معانی الاخبار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ سورہ فاتحہ میں صراطِ مستقیم سے مراد حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں اور اس کی دلیل میں آپ نے اس آیت کو پیش فرمایا کہ اُمّ الکتاب سورہ فاتحہ کا ہی نام ہے اور علی حکیم سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں اور اگر اس کو قرآن کی صفت قرار دیا جائے تو مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید باقی تمام کتب سماویہ سے درجہ میں بلند ہے کیونکہ وہ منسوخ اور یہ ناسخ ہے۔ نیز وہ بطور معجزہ کے نہیں اتری تھیں اور یہ معجزہ ہے نیز ان کا عمل ختم ہو چکا ہے اور یہ باقی ہے اور حکیم سے مراد پُر از حکمت یا محکم ہے اور اس صفت میں بھی قرآن مجید باقی کتب سماویہ سے امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔
اَفَنَضۡرِبُ۔ کفار مکہ کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ اس قرآن مجید کی ہدایت پر عمل نہ کرو تو کیا ہم قرآن سنانا بھی چھوڑ دیں؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ (۱)
اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

حٰمٓ (۲) وَالۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ (۳) اِنَّا جَعَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا
کتاب مبین کی قسم تحقیق ہم نے اس کو بنایا قرآن عربی

عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ (۴) وَاِنَّهٗ فِىۡۤ اُمِّ الۡكِتٰبِ لَدَيۡنَا لَعَلِىٌّ
تاکہ تم سمجھو اور تحقیق وہ اُمّ الکتاب میں ہمارے پاس بلند حکمت

حَكِيۡمٌ (۵) اَفَنَضۡرِبُ عَنۡكُمُ الذِّكۡرَ صَفۡحًا اَنۡ كُنۡتُمۡ
والا ہے کیا پھیر لیں تم سے ذکر روگردانی کرتے ہوئے اس لئے کہ تم زیادتی

قَوۡمًا مُّسۡرِفِيۡنَ (۶) وَكَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِىٍّ فِى الۡاَوَّلِيۡنَ (۷)
کرنے والے لوگ ہو؟ اور کس قدر ہم نے نبی بھیجے گذشتہ لوگوں میں

وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ نَّبِىٍّ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ (۸) فَاَهۡلَكۡنَاۤ
اور نہیں آتا تھا ان کے پاس کوئی نبی مگر وہ اس کے ساتھ مسخری کرتے تھے پس ہم نے ہلاک کر دیا

اَشَدَّ مِنۡهُمۡ بَطۡشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الۡاَوَّلِيۡنَ (۹) وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ
ان کو جو طاقت میں ان سے مضبوط تر تھے اور پہلے لوگوں کی مثال گذر چکی ہے اور اگر تم ان سے پوچھو کہ

حالانکہ یہ بات ہرگز نہ ہوگی خواہ تم مانو یا نہ مانو ہم قرآن مجید کو ضرور نازل کریں گے۔
وَكَمۡ اَرۡسَلۡنَا۔ یہ حضورؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ گھبرائیں نہیں آپ سے پہلے بھی ہم نے جس قدر نبی بھیجے (اسی طرح

Presented by www.ziaraat.com

لوگ ان سے مسخری کرتے رہے اور بالآخر ہم نے کفار مکہ سے بڑی جسامت اور مضبوط طاقت کے لوگوں کو عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر ڈالا اور ان لوگوں کی مثال ان کے سامنے موجود ہے اگر یہ نہ مانیں تو ان کا حشر بھی وہی ہوگا جو ان کا ہوا تھا۔

مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ
آسمان اور زمین کس نے بنائے ہیں؟ تو کہیں گے ان کو بنایا ہے اس نے جو غالب

الْعَلِيْمُ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
جاننے والا ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور بنائے تمہارے لئے اس

فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ
میں راستے تاکہ تم چل سکو (اپنے مقاصد کی طرف) اور وہ جس نے اتارا آسمان سے پانی اندازے

مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۲﴾
سے پس ہم نے زندہ کیا اس کے ذریعے ایک مردہ شہر کو اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ
اور وہ جس نے پیدا کئے جوڑے سب اور بنائے تمہارے لئے کشتیوں اور چوپاؤں میں

وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۳﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ
سے وہ جن پر تم سواری کرتے ہو تاکہ ٹھیک ہو بیٹھو اس کی پشت پر پھر

تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ
یاد کرو اپنے رب کی نعمت کو جب ٹھیک بیٹھ جاؤ اس پر اور کہو پاک ہے وہ

الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَاِنَّآ
جس نے مطیع کیا اس کو ہمارے لئے حالانکہ ہماری طاقت نہ تھی اور ہم

جَعَلَ لَكُمْ۔ یعنی اللہ نے زمین کو ہر لحاظ سے تمہارے نفع اٹھانے کے لئے مسخر کر دیا ہے کہ اس میں آرام کر سکتے ہو اور اپنے مقاصد کی طرف سفر کر سکتے ہو اور ہدایت حاصل کرنے کے لئے چل پھر کر عبرت حاصل کر سکے راہ راست کی تلاش کر سکتے ہو۔

تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ۔ تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ سواری پر سوار ہو جانے کے بعد اللہ کی نعمت کا ذکر بایں طور کرے کہ اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اسلام کی دولت عطا فرمائی اور قرآن جیسی کتاب ہدایت ہماری طرف بھیجی اور حضرت رسالت مآب کی اُمت ہونے کا ہمیں شرف بخشا اور اس کے بعد پڑھے سُبْحٰنَ الَّذِیْ تا مُنْقَلِبُوْنَ اور بروایت کافی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر سواری پر بیٹھ کر انسان اس آیت مجیدہ کو پڑھے تو اگر گر بھی جائے تو اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ باذن اللہ

Presented by www.ziaraat.com

اور ایک روایت میں ہے سوار ہونے کے بعد آیۃ الکرسی کی تلاوت کرے اور اپنے گناہوں کی معافی بھی اللہ سے مانگ لے امام رضا علیہ السلام نے مصر کی طرف جانے والے ایک شخص سے فرمایا کہ اس جگہ کا پانی غیرت کو ہٹاتا اور ذلت کو لاتا ہے اور آپ نے فرمایا کہ جانے سے پہلے مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھ کر استخارہ کرلو اور سواری پر سوار ہو کر سُبْحٰنَ الَّذِیْ الخ پڑھو کیونکہ اگر سواری سے انسان گر بھی جائے تو کوئی نقصان اس کو نہ پہنچے گا۔ ملخصاً۔

رکوع ۸۔

اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ

اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں اور مقرر کیا ان لوگوں نے اس کے بندوں میں سے ایک حصہ

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ

(بیٹیاں تحقیق) انسان صاف کفر کرنے والا ہے کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں پسند

بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا

کیں اور تم کو بیٹوں کے لئے چن لیا حالانکہ جب خبر دی جائے ان میں سے کسی کو اس کی

ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ

جو اللہ کے لئے اس نے مثال قرار دی ہے تو اس کا منہ کالا ہو جاتا ہے اور وہ غصے سے

كَظِيْمٌ ﴿۱۸﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ

بھر جاتا ہے کیا (اللہ کے لئے وہ تجویز کی) جو زیور و زینت میں پلے اور جھگڑے میں (اپنا مقصد بھی) واضح

غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ

نہ کر سکے اور بنا لیا فرشتوں کو جو اللہ کے عبادت گذار ہیں

وَاِذَا بُشِّرَ۔ یعنی وہ ایسے ظالم ہیں کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور خدا کے لئے انہوں نے بیٹیاں تجویز کرلی ہیں۔ اور خود بیٹیوں سے اس قدر گھبراتے ہیں کہ جس کو اللہ کے لئے مثال بناتے ہیں یعنی بیٹیاں (کیونکہ اولاد باپ کی مثل اور شبیہ ہوا کرتی ہے) اگر ان میں سے کسی کو بیٹی کی ولادت کی خبر سنائی جائے تو غصے سے پُر ہو جاتا ہے اور اس کا منہ کالا ہو جاتا ہے۔

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا۔ یعنی کیا اللہ کے لئے ایسی اولاد تجویز کرتے ہیں جو زیب و زینت میں پرورش پانے والی ہو۔ اور اپنے مقابل سے جھگڑنے کے وقت اپنا مقصد بھی صحیح طور پر ادا کر سکنے پر قادر نہ ہو کیونکہ بالعموم عورت اپنی کمزوری کی بنا پر اپنے دل کی بات سمجھانے سے قاصر ہوتی ہے اور اپنے مدمقابل سے مرعوب ہو کر رہ جاتی ہے اور ممکن ہے کہ کفار کی بت پرستی کی مذمت ہو کہ تمہارے وہ بت جن کو تم زیور پہنائے رکھتے ہو اور تمہارے کسی جھگڑے کے وقت وہ اپنا فیصلہ سنانے سے بھی قاصر ہوتے ہیں ان کی پرستش کرنا کونسی عقلمندی ہے پس اس سے سمجھ لو کہ عبادت کے لائق صرف وہ اللہ ہی ہے جس کا کوئی شریک

Presented by www.ziaraat.com

نہیں۔ اس کے بعد کفار کے اس نظریہ کی مذمت ہے کہ انہوں نے ملائکہ کو مونث قرار دیا تھا خدا فرماتا ہے کہ ان کے مونث ہونے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے کیا تم ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے پس ان کی اس بات کو نوٹ کر لیا جائے گا اور قیامت کے روز ان سے باز پرس ہوگی کہ تم نے ایسا کیوں کہا تھا؟

إِنَاثًا ۚ أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ﴿٢٠﴾

عورتیں تو کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے؟ ان کی گواہی لکھی جائے گی اور ان سے پھر پوچھا جائیگا

وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَاهُم ۗ مَّا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ

اور کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کی پوجا نہ کرتے حالانکہ ان کو اس کا کوئی علم

عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٢١﴾ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِّن قَبْلِهِ

نہیں ہے وہ صرف اندازے سے بات کر لیتے ہیں کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے

فَهُم بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ﴿٢٢﴾ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا

جس سے وہ تمسک رکھتے ہیں؟ بلکہ کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ

عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ ﴿٢٣﴾ كَذَٰلِكَ مَا

پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر راہ چلنے والے ہیں اور اسی طرح نہیں بھیجا

أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا

ہم نے تجھ سے پہلے کسی بستی میں کوئی نذیر مگر یہ کہ ان کے عیش پرستوں نے یہی کہا کہ

وَقَالُوْا۔ جب دلیلوں کا جواب معقول نہیں دے سکتے تو کھسیانے سے ہو کر خوئے بد را بہانہ بسیار کے طریقہ پر عذر بارد یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کر سکتے اور یہ ان کی بات معقول جواب نہیں صرف اندازہ ہی ہے جو بالکل خلاف واقع ہے۔

اَمْ اٰتَیْنٰھُمْ۔ اس کے بعد پھر سرزنش کے طور پر فرماتا ہے کہ کیا قرآن مجید سے پہلے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس میں بتوں کی عبادت کے جواز کی ان کے پاس کوئی سند ہو اور اس سے وہ تمسک رکھتے ہوں حالانکہ ایسا بھی نہیں ہے۔

بَلْ قَالُوْا۔ جب ان کے پاس اور کوئی جواب نہیں بن آتا تو کہتے ہیں ہمارے باپ دادا اسی طریقہ پر چونکہ گامزن تھے لہٰذا ہم انہی کے طریقہ پر قائم ہیں

كَذٰلِكَ۔ پیغمبر کو تسلی کے طور پر فرماتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہمیشہ سے مشرکین کا یہی دستور رہا ہے کہ جس زمانہ میں بھی ہم نے کوئی نبی بھیجا اس زمانہ کے عیش پرست لوگ یہی بہانہ بنانے تھے کہ ہمارے باپ دادا جس طریقہ پر تھے ہم اس کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔

Presented by www.ziaraat.com

بیان توحید

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام تک جس قدر انبیاء تشریف لائے سب کی تبلیغ کا مرکزی نقطہ عقیدہ توحید ہی تھا اور قرآن مجید کی جملہ تعلیمات میں سے نظریہ توحید کو ہی بنیادی حیثیت دی گئی ہے چنانچہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں توحید سے ہی کلام کی ابتداء ہے اور سورہ توحید پر اس کا اختتام ہے اور آخری دوسوروں (معوذتین) میں کلمہ حق کے خلاف وسواس ڈالنے والے شیاطین سے پناہ طلب کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور اگر غور کیا جائے تو تمدن انسانی کی بقاء و ارتقاء کا راز بھی اسی عقیدہ توحید میں مضمر ہے۔ لہٰذا مفاد پرست طبقہ ہر دور میں عقیدۂ توحید سے ہی برسر پیکار رہا ہے اور لا الٰہ الا اللہ ہی ایسا کلمہ ہے جو ہر دور میں باطل پرستوں کے اوہام کا نشانہ رہا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو جس قدر مصائب و آلام سہنے پڑے ہیں اسی کلمہ توحید کی تبلیغ اس کی واحد وجہ تھی اور آج تک یہی سلسلہ جاری و ساری ہے اور علماء کے لئے کلمہ توحید کی تبلیغ ہی مقام امتحان ہے اگرچہ بت پرستی نہیں لیکن اللہ کے ساتھ شرکاء ماننے والوں کی دور حاضر میں بھی بہتات ہے اور صرف ایک اللہ کا نام لینا ویسا ہی جرم ہے جس طرح سابق کے تاریک ادوار میں تھا خود شیعہ کہلانے والوں میں اگر کسی کام کی انجام دہی کی نسبت محمدؐ و آل محمدؐ کی طرف دی جائے اور کہا جائے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کی مہربانی سے میرا فلاں کام ہو گیا ہے تو خوشی سے بغلیں

إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ ﴿٢٤﴾

ہم نے پایا ہے اپنے باپ دادا کو اس طریقہ پر اور ہم انہی کے نقش قدم پر ہی چلنے والے ہیں

قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ

(نبی نے) کہا کیا اگر میں لایا ہوں زیادہ صحیح طریقہ اس سے جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو

آبَاءَكُمْ ۖ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴿٢٥﴾ فَانتَقَمْنَا

پایا ہے تو پھر؟ کہنے لگے اس کو نہیں مانتے ہم جو تم لائے ہو پس ہم نے ان سے

مِنْهُمْ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٦﴾

اس کا بدلہ لے لیا پس دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا

بجاتے ہیں اور اس کو صحیح عقیدہ قرار دیتے ہیں لیکن اگر یہ کہا جائے کہ اللہ نے مہربانی فرمائی ہے تو چہروں کی رونق چلی جاتی ہے۔ بلکہ جاہل طبقہ میں آج کل یہ وبا عام ہو رہی ہے اور نام نہاد مولوی صاحبان کی تائید بھی ان کو حاصل ہے مثلاً کسی کو دعا کے طور پر کہتے ہیں تجھے علی آباد رکھے یا تجھے حسین آباد رکھے وغیرہ اور اگر ان کو سمجھایا جائے کہ اس کے بجائے یوں تلفظ درست ہے "تجھے علی و حسین کے صدقہ میں اللہ آباد رکھے" تو جاہل دست و گریبان ہونے کو تیار ہو جاتے ہیں یہ وباء عوام میں جہالت کی وجہ سے ہر دور میں ہوا کرتی ہے لیکن دورِ حاضر میں چونکہ مفاد پرست ذاکر صاحبان منبر بھی علماء حقہ کو نیچا دکھانے کی خاطر جہلاء کی تائید کر دیتے ہیں پس وہ اپنے غلط رویّہ کو ایک مستند عقیدہ قرار دے کر مطمئن ہو جاتے ہیں اور عوام کو یہ باور کرا دیا جاتا ہے کہ خدا نے سب کچھ

محمدؐ و آلِ محمدؐ کے حوالہ کر دیا ہے پس کائنات کے جملہ اُمور میں مدبر و ناظم یہی ہیں اور اللہ اپنے مقام پر بالکل فارغ اور معطل ہے وہ نہ ان کے اختیارات میں دخل دے سکتا ہے اور نہ ان کی بات کو موڑ سکتا ہے اور یہ تفویض کا بدترین عقیدہ ہے جس کی ائمہ اہل بیت نے متعدد مرتبہ نفی فرمائی اور اس سے برأت کا اعلان فرمایا ہے۔

اور لُطف یہ کہ باپ دادا کی غلط سنّت پر چلنے والوں کو جو لوگ برملا کوستے ہیں وہ خود اپنے گریبان میں جھانکنے کی ضرورت تک محسوس نہیں کرتے اور مشرکین مکہ کی جس غلط روش کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں اس سے بھی بدتر طرزِ عمل خود اپنائے ہوئے ہیں لیکن اس میں سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے چنانچہ اسی سورہ مبارکہ میں ابتدا سے ہی توحید کا بیان جاری ہے اور مشرکین مکہ کو تنبیہات کی جا رہی ہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ ان سے دریافت کرو کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ فوراً جواب میں کہیں گے کہ ان کو اللہ نے ہی پیدا فرمایا ہے لیکن باوجود اس کے پھر بھی جملہ تصرفات میں اللہ کو ایک کہنے کی جرأت نہیں کرتے بلکہ اپنے من گھڑت معبودوں کو شریک ماننا اپنا آبائی مسلک قرار دیتے ہوئے ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور آج کل کے جہلاء تو اُن سے بھی ایک قدم آگے ہیں کہ خلق و رزق اور موت و حیات کی نسبت بھی اللہ کی طرف دینا ان کو پسند نہیں بلکہ ان اُمور میں وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو مختارِ کل سمجھتے ہیں اور باوجود اس کے مشرکین مکہ کو مشرک کہتے ہیں اور اپنے آپ کو موحد قرار دیتے ہیں۔ پس اس پُر از فتن دَور میں علماء حقہ کو کمرِ ہمّت باندھ کر آگے بڑھنا چاہیئے کیونکہ باطل کی غوغا آرائیوں سے گھبرانے کی بندش سے آزاد ہو کر پرچم توحید کو بلند کرنا ان کا فریضہ ہے اور اس سلسلہ میں ہر مصیبت کا کھلے دل سے استقبال کرنا ان کی شان ہے اور اس صحیح عقیدہ کی ترویج ضروری ہے کہ تمام نظامِ کائنات کا واحد مالک اللہ ہے اور محمدؐ و آلِ محمدؐ اس کی بارگاہ تک رسائی کا بہترین وسیلہ ہیں پس یہ اس کے عبادت گذار بندے ہیں اور اشرف المخلوقات ہیں انسان کو سب کچھ ان کو وسیلہ قرار دے کر اللہ سے ہی مانگنا چاہیئے کیونکہ دعاؤں کے سننے والا اور دینے والا صرف وہی ایک ہے جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔

رکوع ۹ - لِاَبِیۡهِ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا۔ اس جگہ باپ سے مراد چچا ہے اور سابق جلدوں میں اس کی تحقیق گذر چکی ہے۔

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖۤ اِنَّنِىۡ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ ۝۲۶

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم سے کہا میں اس سے بیزار ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو

اِلَّا الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ فَاِنَّهٗ سَيَهۡدِيۡنِ ۝۲۷ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً

مگر وہ ذات جس نے مجھے پیدا کیا پس وہی میری رہبری کریگا اور کیا اللہ نے اس کو (کلمہ توحید کو) کلمہ باقیہ

اِنَّنِىۡ بَرَآءٌ - یہ مصدر ہے واحد تثنیہ اور جمع اور مذکر و مونث سب پر حمل ہو سکتا ہے چنانچہ اِنِّیۡ بَرَآءٌ نَحۡنُ بَرَآءٌ کہہ سکتے ہیں اور اس کا معنی بَرِیٌّ ہے جس طرح عدل بمعنی عادل ہوتا ہے اور زَیۡدٌ عَدۡلٌ زَیۡدَانِ عَدۡلٌ اور اِمۡرَأَۃٌ عَدۡلٌ کہنا جائز ہے۔ یعنی ذُوۡعَدۡلٍ ذوعدل اور ذات عدل۔

Presented by www.ziaraat.com

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً ۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ نے اپنے چچا اور پوری قوم کو للکارتے ہوئے اعلانیہ پرچم توحید بلند کیا تھا اور نمرود جیسے سرکش اور مطلق العنان شہنشاہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان کے باطل خداؤں سے برأت کا اعلان فرمایا تھا اور اس سلسلہ میں ہر آنے والی مصیبت کا کھلی پیشانی سے استقبال کر کے اپنے عزم و استقلال کا دہ لازوال مظاہرہ فرمایا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کی قوت ارادیہ نے باطل کے مضبوط و محکم محل کی بنیادیں کھوکھلی کر کے رکھ دیں اور دہکتی ہوئی نمرودی آگ میں باطل پرستوں کی سطوت و دبدبہ کی خاکستر پر مسند نبوت لگا کر الہیٰ مشعل توحید روشن کی کہ رہتی دنیا تک اس کی نظیر کا ملنا مشکل ہے۔ پس اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کے ثبات قدم کے صلہ میں کلمہ توحید ان کی نسل میں رکھ دیا۔ پس ان کے بعد جس قدر انبیاء

فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (۲۹) بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَ

اس کی پشت میں تاکہ وہ رجوع کریں بلکہ میں نے نفع دیا ان کو اور ان کے

اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ (۳۰) وَ

باپ داوا کو یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور بیان کرنے والا رسول آیا اور

لَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ (۳۱)

جب ان کے پاس حق آیا تو کہنے لگے یہ جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے

آئے وہ سب حضرت ابراہیمؑ کی ہی اولاد سے تھے چنانچہ توحید پرستوں کا ایک سلسلہ حضرت اسحٰقؑ کی نسل سے چلا اور حضرت عیسیٰ تک منتہی ہوا اور دوسرا سلسلہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں قیامت تک جاری و ساری رہے گا اور چونکہ حضرت اسحٰق کی اولاد میں توحید پرستوں کا یقینی سلسلہ حضرت عیسیٰ تک آکر ختم ہو گیا لہذا کلمہ باقیہ فی عقبہ کا مصداق حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد کا سلسلہ ہی ہو سکتا ہے جو حضرت قائم آلِ محمد علیہ السلام تک جاری و ساری ہے۔ اور آیت مجیدہ صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت رسالت مآب اور حضرت علی علیہما السلام سے حضرت ابراہیمؑ تک ان کا آبائی سلسلہ سب کا سب توحید پرست تھا کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ کلمہ توحید کو میں نے حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں باقی رکھا ورنہ اس سلسلہ طاہرہ میں اگر کہیں شرک گھس جاتا تو کلمہ باقیہ اس کو نہیں کہا جا سکتا اور روایت اہل بیت میں کلمہ باقیہ سے مراد آلِ محمد کی امامت حقہ ہے جو تا قیامت جاری رہے گی۔

تفسیر صافی میں بروایت مناقب جناب رسالت مآبؐ سے منقول ہے جب آپؐ سے اس آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا امامت حسین کی نسل میں رہے گی اور اس کی صلب سے نو امام آئیں گے اور اس اُمت کا مہدی انہی میں سے ہوگا۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت ہمارے حق میں ہے اور امامت تا قیامت حضرت حسین علیہ السلام کی اولاد میں رہے گی (نور الثقلین)

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۔ کفار مکہ کی فہمائش کے لئے ہے جن کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیمؑ تک پہنچتا تھا کہ ہم نے عہدہ

Presented by www.ziaraat.com

امامت وہدایت خلق حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں قیامت تک کے لیئے رکھ دیا ہے تاکہ یہ لوگ جو اپنے آباء کے نقش قدم پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی طرف رجوع کریں جو ان کا جد اعلیٰ تھا اور فرمایا کہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیاوی طور پر مال و دولت اور خوشحالی عطا فرمائی اور پیغام حق یعنی دعوت اسلام اپنے رسول کے ذریعہ ان تک پہنچائی لیکن وہ از راہِ انکار اس کو جادو کہہ کر راہِ حق سے دُور ہٹ گئے اس جگہ حق سے مراد قرآن مجید بھی لیا گیا ہے۔

تفسیر برہان میں سلیم بن قیس سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم مسجد میں موجود تھے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام تشریف لائے اور ہمارے درمیان میں بیٹھ گئے اور فرمانے لگے۔ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ سَلُوْنِیْ عَنِ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّ فِی الْقُرْاٰنِ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ - الخ - یعنی مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ اور مجھ سے قرآن کے متعلق سوال کرو کیونکہ اس میں اولین و آخرین کے علوم موجود ہیں اور قرآن نے کسی کے لئے بات کرنے کی جگہ نہیں چھوڑی لیکن اس کی صحیح تاویل اللہ اور راسخون فی العلم ہی سمجھتے ہیں۔ اُن میں سے ایک رسول اللہؐ تھے جن کو اللہ نے علم عطا فرمایا اور انہوں نے مجھے سکھایا۔ اور یہ سلسلہ اُن کی نسل میں قیامت تک رہے گا اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰی الخ اور فرمایا میری نسبت رسول اللہؐ سے اس طرح ہے جس طرح ہارون کی موسیٰ سے تھی سوائے نبوت کے اور علم قیامت تک ہماری نسل میں جاری رہے گا اور یہی آیت پڑھی۔ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ ۔ پس حضرت رسول اللہؐ ابراہیم کے عقب سے تھے اور ہم اہل بیت محمدؐ کے عقب ہیں۔

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ میں نے كَلِمَةً بَاقِيَةً کی تفسیر رسول اللہؐ سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا اللہ نے امامت حسین کی نسل میں رکھی ہے پس نو امام ان کی اولاد سے ہوں گے جن میں اس اُمت کا مہدی بھی ہوگا اور اگر کوئی شخص رکن اور مقام کے درمیان زندگی گذار دے لیکن اگر میری اہل بیت کے ساتھ بغض رکھتا ہو تو یقیناً دوزخ میں جائے گا۔

دوسری روایت میں ہے جب حضورؐ نے حدیث ثقلین بیان فرمائی تو اس کی وضاحت میں فرمایا اُن میں ایک قرآن ہے پس جو اس کی اتباع کرے گا ہدایت پر ہوگا اور جو اس کو ترک کرے گا وہ گمراہ ہوگا پھر فرمایا دوسرے میری اہل بیت ہے اور تین دفعہ اہل بیت کے متعلق لوگوں کو تمسک کی ہدایت فرمائی۔ راویٔ حدیث کہتا ہے میں نے ابوہریرہ سے پوچھا کہ کیا اہل بیت سے مراد آپ کی بیویاں ہیں تو ابوہریرہ نے جواب دیا نہیں اس سے مراد ان کے خاندان کے بارہ امام ہیں۔ جن کا قرآن میں ذکر ہے وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً الخ (برہان)

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ

اور انہوں نے کہا کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن دو بستیوں (مکہ و طائف) کے کسی

وَقَالُوْا - تفسیر برہان میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے ایک طویل روایت کے ذیل میں منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت نبی اکرمؐ صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے کہ دوسری طرف اکابر قریش جمع

Presented by www.ziaraat.com

ہو گئے جن میں ولید بن مغیرہ مخزومی ابوالبختری بن ہشام مخزومی ابوجہل بن ہشام مخزومی عاص بن وائل اور عبداللہ بن ابی اُمیہ کے علاوہ کافی لوگ تھے حضورؐ اپنے صحابہ کی مختصر سی جماعت کو قرآن سنا رہے تھے اور دینی مسائل کی تعلیم دے رہے تھے مشرکین نے حضورؐ کے معاملہ میں باہمی مشورہ شروع کر دیا آخر میں طے ہوا کہ حضور سرورِ کائنات سے کھلے میدان میں بات کی جائے۔ ابوجہل

عَظِيمٍ ۳۲ أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا

بڑے آدمی پر ؟ کیا وہ تقسیم کرتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو حالانکہ ہم نے ہی ان کے

بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ

درمیان ان کی دنیاوی زندگی کی روزی تقسیم کی ہے اور بعض کو بعض پر درجات

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَ

میں بلندی دی ہے تاکہ ایکدوسرے سے کام لے سکیں اور

رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ ۳۳ وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ

اللہ کا انعام اُس سے بہتر ہے جس کو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ

النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمَٰنِ لِبُيُوتِهِمْ

ایک اُمت بن جاتے (کفر پر جمع ہو جاتے) تو ہم رحمان کے ساتھ کفر کرنیوالوں کے گھروں کی چھتیں بھی چاندی

سُقُفًا مِنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ۳۴ وَلِبُيُوتِهِمْ

کی کر دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر چڑھتے ہیں اور اُن کے گھروں کے

أَبْوَابًا وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُونَ ۳۵ وَزُخْرُفًا ۚ وَإِنْ كُلُّ ذَٰلِكَ لَمَّا

دروازے اور چارپائیاں جن پر تکیے لگاتے ہیں (یہ سب چاندی) اور سونے کے ہوتے اور یہ سب کچھ البتہ

مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ۳۶

زندگی دنیا کے فائدہ کی چیزیں ہیں اور آخرت تیرے رب کے نزدیک متقی لوگوں کی ہے

نے سوال اٹھایا کہ اُن سے بات کون کرے گا تو عبداللہ بن ابی اُمیہ مخزومی نے کہا کہ مجادلہ اور مناظرہ کے میدان میں بات میں ہی کروں گا چنانچہ سب کے سب اُٹھ کر چلے آئے اور عبداللہ بن ابی اُمیہ نے حضورؐ کا نام لے کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے آپ پر چند اعتراضات کئے اور من جملہ اُن کے ایک یہ تھا کہ اگر خدا نے ہماری طرف رسول بھیجنا تھا تو مکہ اور طائف کی دو بستیوں میں سے کسی نامور شخصیت اور سربرآوردہ انسان کو اُس نے کیوں نہیں نامزد کیا کیونکہ اگر کوئی نامور اور دولت مند و بارسوخ آدمی یہ کام انجام دیتا تو وہ زیادہ موثر ہوتا اور اُس نے مکہ کے سرداروں میں سے ولید بن مغیرہ کا اور طائف سے عروہ بن مسعود ثقفی کا نام پیش کیا کہ عہدۂ نبوت و رسالت کے لئے یہ دو شخص زیادہ موزوں تھے۔ ان

Presented by www.ziaraat.com

میں سے کسی ایک کو قرآن دے کر بھیجنا زیادہ مناسب تھا آپ نے نہایت متانت اور حوصلہ سے اُن کی ساری بات سُنی اور ایک ایک کا جواب شافی دیا اور اس مذکورہ سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ جس طرح تم لوگ مالِ دنیا کو اہمیت دیتے ہو اللہ کے نزدیک اس کی اتنی اہمیت و وقعت نہیں ہے بلکہ اگر مالِ دنیا کی قدر و منزلت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک پانی کا گھونٹ بھی دنیا سے نصیب نہ ہوتا اور اللہ کی رحمت کی تقسیم تمہارے ہاتھ میں نہیں بلکہ وہ اپنی رحمت کو اپنے بندوں میں خود ہی اپنی مشیت اور صوابدید سے تقسیم فرماتا ہے وہ تمہاری طرح کسی کی مالی حالت اور زر و دولت کی فراوانی سے مرعوب اور خوفزدہ نہیں ہوتا اور نہ اُس کو کسی کے مال میں طمع و لالچ ہے اور نہ خواہشاتِ نفسانیہ کی بنا پر کسی سے محبت کرتا ہے تاکہ استحقاق کے بغیر کسی کو آگے بڑھائے اور کسی کو پیچھے ہٹائے بلکہ وہ تو عادل ہے جو اُس کی اطاعت کرے وہ اُس کا پیارا ہوتا ہے خواہ دنیاوی حیثیت سے مالدار ہو یا فقیر ہو۔ اور خوشحالی اور مالداری بھی اُسی کی طرف سے عطیہ ہے۔ اور مخلوق میں سے کسی کو اُس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں پس اُس کو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تو نے فلاں کو دولت دی ہے تو اُس کو نبوت بھی دے دے اور نہ اُس کو اس کے فیصلے کے خلاف مجبور کیا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے اُس نے ایک شخص کو دولت دے کر بدصورت بنا دیا اور دُوسرے کو خوبصورت بنا کر دولت سے محروم کر کے فقیر بنا دیا۔ اسی طرح ایک کو عزت و شرف عطا فرما کر تنگدست کر دیا اور دوسرے کو دولت و ثروت دے کر عزت سے محروم کر دیا۔ پس غنی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں کہ مجھے دولت مندی کے ساتھ خوبصورتی کیوں نہیں دی اور خوبصورت یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے حُسنِ صورت کے ساتھ دولت مندی کیوں نہیں دی گئی اسی طرح شریف اپنے شرف کے ساتھ کسی کو دولت کا سوال نہیں کر سکتا اور دولتمند اپنی دولت کے ساتھ کسی کے شرف کا مطالبہ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اللہ کی تقسیم ہے وہ جس طرح چاہے اُس کو نہ کوئی روک سکتا ہے اور نہ اُس کو کوئی ٹوک سکتا ہے اُس کے افعال حکمت سے خالی نہیں اور وہ ہر طرح لائق حمد و ستائش ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے اے محمدؐ: اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ کیا یہ لوگ تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرنے والے ہیں ان کی دنیاوی معیشت کو تو ہم نے ہی تقسیم کیا ہے اور بعض کو بعض پر محتاج کر دیا تاکہ نظامِ عالم برقرار رہے۔ پس ایک کو دوسرے کے پیسے کا محتاج کیا ہے تو پیسے والے کو اُس کے مال کا محتاج کیا ہے اسی طرح ایک دوسرے کی دولت کا محتاج ہے تو دوسرا اُس کی خدمت کا محتاج ہے چنانچہ بڑے بڑے سلاطین اور دنیاوی بلند مراتب کے مالک غربا و فقراء کی طرف بعض اُمور میں محتاج ہیں کوئی اُن کے پیشے کا محتاج ہے۔ کوئی ان کی خدمت کا محتاج ہے اور کوئی اُن کے علم و حکمت کا حاجت مند ہے۔ اور بادشاہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اے اللہ تو نے مجھے بادشاہی دی ہے تو علم و حکمت کیوں نہیں دی؟ اور فقیر و غریب یہ نہیں کہہ سکتا اے پروردگار تو نے مجھے علم و حکمت عطا فرمائی ہے تو دولت کیوں نہیں دی؟ پس فرمایا ہم نے بعض کو بعض پر بعض اُمور میں فوقیت و درجات میں بلندی دے کر نظامِ عالم کو برقرار رکھا ہے تاکہ ایک دوسرے کی احتیاج سے تمدن برقرار رہے اور وہ ایک دوسرے کی خدمت کر سکنے کے قابل ہوں اور باہمی تعاون سے کام چلا سکیں سُخْرِيًّا تسخیر سے ہے یعنی ایک دوسرے کی خدمت کر سکیں۔

Presented by www.ziaraat.com

تقسیم رزق

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ - اس جگہ رحمت سے مراد نبوت ہے۔ یعنی کسی کو نبوت عطا کرنا بندوں کا کام نہیں بلکہ اللہ کا کام ہے اور یہ تقسیم بندوں کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اللہ کے قبضہ میں ہے جسے چاہے نبوت عطا فرماتا ہے۔ اور صرف نبوت نہیں بلکہ دنیاوی رزق اور معیشت کی تقسیم بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ پس یہ ضروری نہیں کہ جس کو اللہ نعمتِ نبوّت سے سرفراز فرمائے اُس کو وسعتِ رزق اور فراوانیٔ دولت بھی عطا کرے اور اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ جس کو رزق واسع اور دولت زیادہ عطا کرے اُس کو دولتِ نبوت سے بھی مالا مال کرے بلکہ یہ تقسیم اللہ کی مشیّت سے ہے۔ پس اکثر انبیاء دنیا میں رزق ظاہری کی فراوانی و وسعت سے محروم رہے اور یہی وجہ ہے کہ دنیادار اور عیش پرست طبقہ ہر زمانہ میں انبیاء کی تبلیغ کے آگے حائل ہونے کی کوشش کرتا رہا اور صرف چند نبی ایسے ہیں جو دنیاوی طور پر خوشحالی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ جیسا کہ حضرت داودؑ اور حضرت سلیمان علیہا السلام نبی بھی تھے اور حکمران بھی تھے۔ حضرت یوسفؑ نے ایک زمانہ تنگ دستی اور مصائب میں گذارا لیکن دوسرے وقت میں برسر اقتدار بھی رہے۔ حضرت ایّوب علیہ السّلام نہایت خوشحال زندگی بسر کرتے رہے۔ لیکن اللہ نے بطور امتحان اُن سے ایک مدت تک خوشحالی سلب کر لی لیکن ان کے صبر و شکر میں ذرہ بھر فرق نہ آیا پھر دوبارہ ان کو حسبِ سابق بلکہ اُس سے بھی زیادہ خوشحالی عطا کی گئی۔ اسی طرح حضرت رسالت مآبؐ کا ابتدائی دَور غربت و افلاس کا دَور تھا لیکن ہجرت کے بعد مدینہ میں شہنشاہِ وقت کی حیثیت بھی آپ کو حاصل تھی۔ اور انبیاء نے غربت اور خوشحالی کے ہر زمانہ میں خوشنودیٔ خدا کے پیش نظر بلند کردار کی وہ مشعلیں روشن فرمائیں جو رہتی دنیا تک انسانیت کی ارتقاء کے لئے خضرِ راہ کا کام دیتی ہیں اور دنیا کے ہر طبقہ یعنی امیر و غریب کے لئے ہدایت کے روشن و بلند مینار کی حیثیت رکھتی ہیں پس دنیا کا غریب انسان اُن کی زندگی سے صبر کا درس لے سکتا ہے اور مصیبت زدہ انسان اُن سے راضی برضائے خدا ہونے کا سبق لے سکتا ہے۔ اور مالدار اور دولت مند انسان اُن کے اُسوہ حسنہ پر چل کر انسانی ہمدردی اور شکر خداوندی کو اپناتے ہوئے انسانیت کی صحیح خدمت میں مصروف ہو سکتا ہے

اور تقسیم معیشت و رزق کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے اس علل و اسباب کی دنیا میں ہر انسان کو اپنی مشیّت و مصلحت کے پیش نظر قوائے بدنیہ عطا فرمائے اور اسبابِ ظاہریہ تک اس کی رسائی کو ممکن بنا دیا۔ پس ہر انسان خدا کی عطا کردہ قوت و طاقت اور علم و فراست کی بدولت تحصیل رزق و معیشت میں آگے بڑھ سکتا ہے اور توفیق پروردگار سے اپنے مقاصد میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ پس کسی کا دولت مند ہونا یا فقیر ہونا جہاں ایک طرف ان کی اپنی محنت و ہمت سے وابستہ ہے وہاں دوسری طرف توفیقِ پروردگار کو بھی اس میں غیر معمولی دخل حاصل ہے اور اس کی وجہ قرآن کریم نے یہی بیان کی ہے کہ تمدنِ انسان کی کامیابی اور زمین کی آبادی کا راز اسی میں ہی مضمر ہے کہ انسانوں کے درجات میں تفاوت اور امیر و غریب کا فرق موجود ہو۔ پس کوئی ذہین، کوئی کند ذہن، ایک محنتی دوسرا نکما، ایک لالچی دوسرا قانع۔ کوئی صابر کوئی بے صبر۔ اسی طرح بخیل و سخی۔ فضول خرچ و میانہ رَو۔ طاقتور و کمزور وغیرہ کے فطری اور خلقی امتیازات اُس نے طبیعت انسانی میں ودیعت فرما دئے۔ نیز تحصیل رزق کے دوسرے وسائل میں بھی بنیادی اختلافات قائم کر دیئے۔ زمینوں میں سے بعض نالائق اور دوسری زرخیز اور پانیوں میں سے بعض مفید اور بعض غیر مفید

Presented by www.ziaraat.com

وغیرہ اُس خالق کی قہری تقسیمیں ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا اس کے بعد فصلوں کی پختگی کے وقت ہواؤں کا ردّو بدل اور بارشوں کی آمد یا انقطاع اور پھر بعض پختہ فصلوں پر آفاتِ سماویہ کی تباہ کاری اور بعض کا محفوظ رہ جانا وغیرہ انسانی تدابیر سے بالاتر ہے اور یہ سب اللہ ہی کے کرشمۂ قدرت کے مظاہر ہیں جن کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ پس غوروفکر کرنے والا اس نتیجہ تک بآسانی پہنچ سکتا ہے کہ اسبابِ رزق اور تحصیلِ معیشت میں محنت وہمت کے ساتھ توفیق پروردگار تقسیم معیشت ورزق میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے اسی بنا پر اس کا ارشاد ہے کہ ہم نے ہی ان کی معیشت کو ان میں تقسیم کیا ہے تاکہ نظامِ عالم برقرار رہے۔

اگر سارے انسان ایک جیسے ہوتے اور کوئی کسی کا محتاج نہ ہوتا تو نظام درہم برہم ہوجاتا پس ارشاد فرمایا کہ ہم نے بعض کو بعض پر تقسیم رزق اور تقسیم رحمت میں فوقیت دے دی تاکہ ایک دوسرے کی احتیاج باقی رہے اور نظام قائم رہے پس تقسیم رزق سے مراد قوائے جسمانیہ اور اسبابِ ظاہریہ ہیں تفاوت ہے۔ اور تقسیم رحمت سے مراد قوائے باطنہ علم و دانش۔ حلم و حوصلہ اسی طرح نبوت و رسالت اور ولایت و معرفت وغیرہ کے روحانی وعقلی مراتب میں فرق ہے پس امیر غریب کی خدمت کا محتاج ہے تو غریب امیر کی دولت کا محتاج ہے اسی طرح جاہل عالم کے علم کا محتاج ہے تو عالم جاہل کے کسب کا محتاج ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور اسی سے پوری کائنات کا نظام رواں دواں ہے اور اس میں کسی کو چون وچرا کی نہ ضرورت ہے نہ حاجت۔ پس جس طرح دولت مند کافر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہمیں اللہ نے دولت دی ہے تو نبوت ہمیں کیوں نہیں دی۔ اسی طرح کسی نبی وولی یا مومن فقیر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہمیں روحانی دولت کے ساتھ مالی دولت کیوں نہیں عطا فرمائی پس یہ اللہ کی تقسیم ہے اور اس پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ اور آیت مجیدہ میں اس عقیدہ کی بھی صراحت سے نفی ہوگئی ہے جو جاہل کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام یا محمدؐ وآلِ محمدؐ قسیم الرزق ہیں۔ پس یہ عقیدہ رکھنا باطل اور قرآن کی رُو سے بالکل غلط ہے بلکہ شرک ہے۔

وَلَوْلَا اَنْ یَّکُوْنَ ۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ گذشتہ آیت کے اختتام پر اللہ نے فرمایا کہ اللہ کی رحمت دنیاوی مال و دولت اور ظاہری رزق سے بدرجہا بہتر ہے۔ اگرچہ تقسیم رحمت اور تقسیم دولت دونو میرے قبضہ میں ہیں لیکن میں نے رحمت کو دولت سے بہتر قرار دیا ہے اور چونکہ لوگوں کی اکثریت کا رجحان دولت کی طرف زیادہ ہوتا ہے اسی لئے کفار ومشرکین کو حد سے زیادہ دولت نہیں دیتا اور مومنوں کو قطعی طور پر محروم نہیں کرتا تاکہ لوگ دنیاوی کشش کی بدولت ایمان سے بالکل منحرف اور برگشتہ نہ ہوجائیں ورنہ دنیا کی ہر قسم کی رنگینی وزیبائش وآرائش کے سارے سامان میں کفار ومشرکین کے لئے مخصوص کر دیتا۔ پس ان کے گھروں کی چھتیں، دیواریں اور دروازے تک سونے کے ہوتے۔ اور مومنوں کو صرف قوت لایموت تک محدود رکھتا۔ لیکن چونکہ اس میں مومنوں کا امتحان سخت ہوجاتا اور بہت کم صاحبانِ نصیب دولتِ ایمان پر ثابت قدم رہ سکتے۔ اس لئے میں نے دنیاوی نعمات کی تقسیم میں بھی توازن کو قائم رکھا ہے اور اس کا حصول اسبابِ ظاہریہ کا مرہونِ منت قرار دیا ہے تاکہ ہر شخص ان کے ماتحت اپنی ہمت ومحنت کے قدموں پر چل کر تا حدِ ضرورت بہرہ ور ہو۔ اور امیر وغریب پر شایانِ شان فرائض عائد کر دئے تاکہ حق وباطل میں امتیاز کر کے ہر شخص اپنا مستقبل معین کر سکے۔ اور ساتھ ساتھ دنیا کے انجامِ بد اور تقویٰ کے انجامِ خیر سے اطلاع دے دی چنانچہ پہلی آیت

Presented by www.ziaraat.com

کے آخر میں فرمایا کہ اللہ کی رحمت یعنی روحانی مراتب و مدارج کی بلندی اُس سے بدرجہا بہتر ہے جو لوگ جمع کرتے ہیں اور آخر میں فرمایا کہ ظاہری مال و دولت اور سونا اور چاندی زندگانی دنیا کے منافع ہیں جن کا آخرت سے کوئی ربط نہیں ہے اور آخرت کی زندگی تقویٰ کرنے والوں کے لئے ہے۔

اور جن جن نبیوں کو پروردگار نے مال و دولت کے ظاہری اسباب میں زیادہ دسترس عطا فرمائی اُنہوں نے خوشنودیٔ پروردگار کی خاطر اپنے عمل سے مال و دولت کی تحقیر و تذلیل اپنی اُمت کے سامنے پیش فرمائی چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہِ وقت ہونے کے باوجود ساری زندگی اپنی محنتِ شاقہ اور کدّ ید سے ہی اپنے اخراجاتِ خانگی کو پورا فرماتے رہے۔ اور شاہی خزانہ رفاہِ عامہ اور مساکین کی امداد کے لئے وقف رہا۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام شہنشاہِ زمان ہونے کے باوجود محنت و مزدوری سے اپنی اور اپنے عیال کی روزی کماتے رہے۔ اور بیت المال کو مستحقین کے لئے مخصوص رکھا۔ اور حضرت رسالت مآبؐ نے مدینہ میں اقتدارِ اعلیٰ سنبھالنے کے بعد بھی امیرانہ و شاہانہ زندگی کے بجائے مسکینوں کی سی زندگی کو ترجیح دی اور حضور کی طرف یہ فقرہ منسوب ہے۔ رَبِّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ۔ یعنی اے پروردگار مجھے مسکینوں کی سی زندگی اور مسکینوں کی سی موت دینا اور بروزِ محشر بھی مجھے مساکین کے زمرہ میں محشور فرمانا۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام مملکتِ اسلامیہ کے شہنشاہ ہونے کے باوجود اپنی مزدوری سے حاصل کردہ خشک نانِ جویں پر بسر اوقات کرتے رہے اور بیت المال کو رفاہِ عامہ کے لئے اور مساکین و محتاجوں کی امداد کے لئے مخصوص رکھا۔ اور اپنے اُسوۂ حسنہ سے قیامت تک کے انسانوں کے لئے زہد و تقویٰ اور قناعت کا وہ درس دے گئے کہ ہر دور میں انسانیت ان کی بتائی ہوئی سیرت کو اپناتے ہوئے اَوجِ رفعت کی طرف قدم بڑھاتی رہے گی۔ خداوند کریم تمام مومنوں کو محمد و آلِ محمد کی سیرتِ حسنہ پہ گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

رکوع ۱۰

وَمَنْ یَّعْشُ۔ عشا یعشو سے ہے اس کا معنی ہے اندھا ہونا اور ذکر رحمان سے مراد قرآن مجید ہے یعنی جو شخص قرآن مجید سے روگردانی کرتا ہے ہم اُس کے لئے شیطان مقرر اور مقدر کر دیتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جو ہدایتِ قرآنیہ سے منہ موڑے لازمی طور پر کوئی نہ کوئی گمراہ کرنے والا شیطان اُس کا ساتھی بن جاتا ہے جو اُس کو ہر کارِ خیر سے علیحدگی اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ پس وہی شیطان جہنم تک اس کے ساتھ رہے گا جس طرح مومن کے لئے خداوند کریم کی جانب سے ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے جو جنت تک اُس کے ساتھ رہے گا۔ بعض لوگوں نے اس جگہ شیطان سے مراد علماءِ سوء لئے ہیں جو لوگوں کو راہِ حق سے بھٹکاتے ہیں۔ اور جیب بھری کر کے خوش ہوتے ہیں۔

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ
اور جو اندھا ہو رحمٰن کے ذکر سے تو ہم مقدر کر دیتے ہیں اس کے لئے شیطان پس وہی اس کا

یٰلَیْتَ۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ دوزخی کا شیطان ساتھی اُس کے ساتھ ایک ہی زنجیر سے بندھا ہوا ہو گا۔ تو یہ ازراہِ حسرت کہے گا کاش! کہ میرے اور اس کے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی تو میں اس کے پھندے میں گرفتار

Presented by www.ziaraat.com

ہو کر اس عذاب میں نہ پڑتا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مشرقین سے مراد گرمی اور سردی کی مشرق ہو۔

قَرِينٌ ﴿٣٧﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ

ساتھی ہوتا ہے اور وہ (شیاطین) اس کو پھیرتے ہیں راستہ سے اور وہ سمجھتے ہیں کہ

أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿٣٨﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَا لَيْتَ بَيْنِي وَ

ہم ہدایت پر ہیں یہاں تک کہ جب ہمارے پاس پہنچے گا تو کہے گا کاش میرے اور تیرے

بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ ﴿٣٩﴾ وَلَنْ يَنْفَعَكُمُ

درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا کہ تو برا ساتھی ہے اور ہرگز تم کو نہ فائدہ دیگی

الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿٤٠﴾ أَفَأَنْتَ

اس دن جب کہ تم ظالم ہو (یہ بات کیونکہ) تحقیق تم عذاب میں شریک ہو کیا تو سناتا

تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٤١﴾

ہے بہرے کو یا ہدایت کرتا ہے اندھے کو اور اس کو جو کھلی گمراہی میں ہے

معراج کی بات

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ شب معراج حضرت رسالت مآبؐ کو آواز پہنچی کہ تین چیزوں میں آپ کو آزمایا جائے گا اور آپ کو صبر کرنا ہوگا پس حضور نے صبر کا عہد کیا ارشاد ہوا۔ پہلی بات یہ ہے کہ بھوکا رہ کر اور اپنے اور اپنے خاندان کی ضروریات پر صاحبان حاجت کی حاجتوں کو ترجیح دے کر صبر کرنا پڑے گا۔ آپ نے عرض کی میں راضی ہوں اور تیری ذات سے توفیق کا طالب ہوں پھر ارشاد ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ تجھے لوگ جھٹلائیں گے پس سخت خطرہ کی حالت میں اہل کفر کے ساتھ جسمانی و مالی قربانیاں دے کر سخت ترین جہاد کرنا پڑے گا اور اہل نفاق کی جانب سے بھی ہر قسم کی مصیبت کو سہنا پڑے گی۔ اور اس سلسلہ میں ہر دکھ تکلیف اور لڑائی کی صورت میں ہر درد و الم کو جھیل کر صبر کرنا ہوگا آپ نے عرض کی کہ میں راضی ہوں اور تجھ سے توفیق کا طالب ہوں پھر ندا آئی کہ تیسری بات یہ ہے کہ تیرے اہل بیت کو سخت ترین مصائب کا سامنا ہوگا چنانچہ تیرے بھائی علی کو تیری امت گالیاں دے گی اور ہر قسم کا ظلم و ستم ان پر ہوگا اور آخر کار ان کو قتل بھی کر دیا جائے گا۔ آپ نے تسلیم و رضا کا سر جھکایا اور توفیق مزید طلب کی۔ پھر ارشاد ہوا کہ تیری شاہزادی پر ظلم ہوگا اس کو تیرے عطا کردہ حق سے محروم کر دیا جائے گا۔ اس کے گھر میں بلا اجازت داخل ہوں گے اور تشدد کی وجہ سے اس کا بچہ شکم میں شہید ہو جائے گا۔ اور اس کی فریاد سننے والا کوئی نہ ہوگا۔ آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور سر تسلیم جھکا کر مزید توفیق طلب کی اور صبر کا عہد کیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ تیری لڑکی کے بطن سے دو شاہزادے ہوں گے۔ ایک کو لوٹا جائے گا اس پر نیزہ کا وار ہوگا اور آخر کار زہر سے شہید کر دیا جائے گا آپ نے انا للہ۔ الخ پڑھا اور صبر کا وعدہ کیا اور توفیق مزید طلب کی۔ پھر ارشاد ہوا کہ دوسرے تیرے فرزند کو امت دعوت دے گی اور بچوں سمیت

Presented by www.ziaraat.com

اس کو ظلم و جور سے قتل کر ڈالے گی اور اس کے پردہ داروں کو لوٹ لیا جائے گا۔ اور اس پر زمین و آسمان گریہ کریں گے۔ حتیٰ کہ فرشتے بھی اس کے غم میں آہ و فغاں کریں گے اور آخر کار اس کی نسل میں سے ایک مرد کو بھیجوں گا جو تیری نصرت کرے گا۔ اور اس کی شبیہ زیر عرش میرے پاس موجود ہے۔ وہ پوری زمین کو عدل سے پُر کریگا۔ پس آپ نے اناللہ پڑھا۔ پس آپ کو اُوپر کی طرف سر اُٹھانے کا حکم ہوا تو قائم آلِ محمدؐ کی شبیہ کو دیکھا۔ اس کے بعد ارشاد باری ہوا کہ تیرے بھائی کو اس کے صبر کے بدلہ میں جنت الماوی دوں گا۔ اور حوض کوثر کا اُس کو ساقی بناؤں گا کہ دوستوں کو بھر بھر کر جام پلائے گا۔ اور تیرے فرزند حسن و حسین سے میں اپنے عرش کو مزین کروں گا اور اُن کو اس قدر عطا کروں گا جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور ان کے زائرین کو بھی اتنا دوں گا جتنا وہ مانگیں گے اور تیری شہزادی کو اپنے ظالموں کے متعلق فیصلے کا اختیار دوں گا تو جب وہ اپنے ظلم کرنے والے کے متعلق دوزخ کا فیصلہ کریں گی تو ظالم ازراہِ حسرت کہے گا کاش! میں نے جنب اللہ میں کوتاہی نہ کی ہوتی۔ وَيَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ وَيَقُولُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا يٰلَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا۔ یعنی ظالم اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے گا اور کہے گا ہائے افسوس میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔ کاش! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا! اور کہے گا يٰلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ اور اپنے ساتھی سے کہے گا کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا کہ تو میرا بُرا ساتھی تھا اور کہا جائے گا اب یہ باتیں تمہیں کوئی فائدہ نہ دیں گی کیونکہ تم سب عذاب میں بوجہ ظلم کے شریک ہو۔ اور بروز محشر سب سے پہلے حضرت محسن بن علی کا مقدمہ پیش ہوگا اور اُس کے قاتل اور قنفذ کو داخل جہنم کیا جائے گا اور جہنم کے گرزوں سے اُن کے سروں کو مارا جائے گا کہ اگر اُن کی ایک ضرب سمندروں پر پڑے تو سب کے سب کھول جائیں گے اور پہاڑوں پر پڑے تو پگھل جائیں گے اور اُن کو ایک تابوت جہنم میں بند کر کے عذاب کیا جائے گا چنانچہ ان کی محبت میں گمراہ ہونے والے خواہش کریں گے۔ رَبَّنَا اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا الخ۔ اے پروردگار ہمیں وہ دو آدمی دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ الخ ملخصًا۔

خطبہ الوسیلہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے جن دو نے قمیص خلافت کو پہنا اور میرا حق چھینا البتہ وہ بُرے گھاٹ سے اُتریں گے وہ دونو ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور ایک دوسرے سے کہیں گے يٰلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ کاش میرے اور تیرے درمیان مغرب و مشرق کا فاصلہ ہوتا۔ الخ

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ (۴۲) اَوْ نُرِيَنَّكَ

پس اگر ہم تجھے لے جائیں تو پس ہم ان سے انتقام لیں گے یا تجھے دکھائیں گے

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ۔ یعنی یا تو تیری وفات کے بعد ہم ان سے انتقام لے لیں گے یا تجھے باقی زندہ رکھیں گے اور تیری زندگی میں ہی تجھے دکھائیں گے جو کچھ ہم نے ان کے متعلق تیرے ساتھ وعدہ کیا ہے اور تقدیر عبارت یہ ہوگی اَوْ نُبْقِيَنَّكَ

Presented by www.ziaraat.com

وَذُرِّيَّتَكَ ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب حضور کو اطلاع دی گئی کہ تیرے بعد تیری آل ان حالات سے دوچار ہوگی تو آپ غمزدہ رہے اور تلمین حیات کبھی نہ ہنسے اور جابر بن عبداللہ انصاری روایت کرتا ہے کہ میں حجۃ الوداع میں مقام منیٰ پر لوگوں کی بہ نسبت حضورؐ سے زیادہ قریب تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ میرے بعد کافر ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے کو قتل کرو گے اور خدا کی قسم اگر تم نے ایسا کیا تو تم مجھے ایسے لشکر میں پہچانو گے جو تمہاری گردنیں اڑائے گا اور پیچھے کی طرف مڑ کر فرمایا کہ وہ علیؑ ہوگا ۔ اور اسی موقعہ پر یہ آیت اتری فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ بِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اور بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ نے اپنے حبیب کو جو انتقام دکھایا وہ حضور کی ہجرت کرنے کے بعد جنگ بدر کے موقعہ پر تھا کہ اکثر صنادید قریش مارے گئے اور انہی جیسے گرفتار ہو گئے حالانکہ حضرت پیغمبر کے ہمراہ مجاہدین اسلام کی تعداد کفار کے مقابلہ میں بہت کم تھی ۔

الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝۴۳ فَاسْتَمْسِكْ

جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے کیونکہ ہم اس پر قادر ہیں پس تمسک رکھ اس

بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴۴ وَاِنَّهٗ

کے ساتھ جو تجھ پر وحی کی گئی تحقیق تو سیدھے راستے پر ہے اور تحقیق یہ

لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ۝۴۵ وَاسْئَلْ

(قرآن) تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے ذکر ہے اور عنقریب تم سے پوچھا جائیگا اور سوال کر ان

مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ

سے جو تجھ سے پہلے بھیجے گئے ہمارے رسولوں میں سے کیا ہم نے مقرر کئے رحمان کے علاوہ کوئی معبود

اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝۴۶ ع ۱۰

جن کی عبادت کی جائے

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ روایات اہل بیت میں ہے کہ اس سے مراد ولاء علی بن ابی طالب ہے ۔

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۔ روایات اہل بیت میں ہے کہ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے اور قوم سے مراد اہلبیت ہیں اور بعض مقامات پر ذکر سے مراد خود جناب رسالت مآبؐ کی ذات اقدس ہے اور اہل ذکر آل محمدؐ ہیں چنانچہ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کے تفسیر میں اسی طرح مروی ہے ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا ذکر سے مراد قرآن ہے اور ہم اس کی قوم ہیں ۔ اور ہم سے ہی اس کا سوال کیا جائے گا اور بعض روایات میں ہے کہ مَسْئُوْلُوْنَ سے مراد عامۃ الناس ہیں ۔ جن سے روز محشر

Presented by www.ziaraat.com

حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا سوال کیا جائے گا۔

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا۔ عام مفسرین نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ سوال کر ان لوگوں سے جن کی طرف تجھ سے پہلے ہم نے رسول بھیجے یعنی اَرْسَلْنَا اِلَیْھِمْ گویا مقصد یہ ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ وغیرہ سے دریافت کیجئے لیکن تفسیر اہل بیت میں اس طرح ہے کہ سابق انبیاء سے سوال کرنے کا حکم ہوا چنانچہ بعض تفاسیر اہل سنّت بھی اس پر متفق ہیں۔ تفسیر کبیر میں فخرالدین رازی نے بروایت ابن عباس اسی طرح ذکر کیا ہے کہ حضورؐ کو سابق انبیاء سے پوچھنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن آپ نے اُن سے سوال نہ کیا۔

روایات اہل بیت علیہم السّلام میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے جو ممکن ہے راویان حدیث کے تصرف یا عدم ضبط کی وجہ سے ہو، چنانچہ بعض میں ہے کہ یہ سوال بیت المعمور پر ہوا۔ اور بعض سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیت المقدس میں آپ نے جمع شدہ انبیاء سے پوچھا چنانچہ بروایت کافی تفسیر برہان میں منقول ہے ایک دفعہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام حج بیت اللہ پر تشریف لے گئے اور اُسی سال خلیفہ وقت ہشام بن عبدالملک بھی حج کے لئے گیا ہوا تھا اس کے ہمراہ عمر بن خطاب کا غلام نافع بھی موجود تھا۔ اُس نے دریافت کیا کہ مقام رکن پر کون آدمی ہے جس کے ارد گرد لوگوں کا اس قدر انبوہ ہے تو ہشام نے اُسے بتایا اُس کا نام محمد بن علی ہے اور یہ کوفہ والوں کا نبی ہے نافع نے کہا میں ابھی جا کر اس سے ایک سوال کروں گا جس کا جواب صرف نبی یا وصی نبی ہی بتا سکتا ہے پس آیا اور لوگوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اوپر سے جھانک کر عرض کرنے لگا کہ میں نے آسمانی کتب تورات انجیل زبور اور قرآن پڑھی ہیں اور مسائل سے واقفیت حاصل کی ہے۔ اب آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں جس کے متعلق مجھے یقین ہے کہ صحیح جواب نبی یا وصی نبی ہی دے سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا جو تیری مرضی ہو سوال کر۔ پس کہنے لگا کہ حضرت رسالت مآبؐ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان کس قدر مدت کا فاصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا اپنا نظریہ بیان کروں یا تمہارا نظریہ پیش کروں اُس نے عرض کی کہ حضور دونوں نظریے بیان فرمائیے۔ پس آپ نے فرمایا میرے نظریے کے ماتحت پانچ سو برس اور تیرے نظریے کے ماتحت چھ سو برس کا فاصلہ ہے پس اُس نے یہی آیت کریمہ پڑھی اور کہنے لگا کہ جب آخری نبی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کے درمیان کم از کم پانچسو برس کی مدت کا فاصلہ ہے تو نبیوں سے سوال کس نے کیا ہوگا؟ آپ نے اس کا سوال سمجھا اور آیت معراج کی تلاوت فرمائی اور فرمایا وہ آیات جن کے متعلق آیت معراج میں صراحت ہے کہ حضور کو دکھائی گئیں اُن میں سے ایک یہ تھی کہ اللہ نے تمام انبیاء و مرسلین کو جمع کیا اور جبریل نے بحکم پروردگار اذان و اقامت کہی اور اذان میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ بھی کہا پس حضورؐ نے آگے بڑھ کر تمام انبیاء کو نماز پڑھائی اور اُن سے دریافت کیا کہ تم کس لئے مبعوث ہوئے ہو تو انہوں نے جواب دیا نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ پس نافع نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا ہے بے شک تم رسول اللہ کے وصی اور برحق خلیفہ ہو تمہارے نام تورات انجیل و زبور میں موجود ہیں اور تم دوسروں کے مقابلہ میں اس امر خلافت کے زیادہ سزاوار ہو۔

اِس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سوال بیت المقدس میں ہوا اور انبیاء نے جواب میں صرف شہادت توحید و رسالت ہی بیان کی۔ اور اس کے مقابلہ میں ایک دوسری روایت جو عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے وہ اس طرح ہے کہ حضورؐ نے شب معراج کا واقعہ

Presented by www.ziaraat.com

بیان فرماتے ہوئے ذکر کیا کہ جب میں نے بحکم پروردگار تمام انبیاء و رسل سے سوال کیا کہ تم کس لئے مبعوث برسالت ہوئے تو سب نے جواب دیا عَلٰی وَلَايَتِكَ يَا مُحَمَّد وَ وَلَايَةِ عَلِی بن ابی طالب - یعنی تیری اور علی کی ولایت پر ہم مبعوث برسالت ہوئے ہیں اس روایت میں شہادت توحید کا ذکر نہیں ہے۔ اور اسی مضمون کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی مروی ہے کہ حضور نے فرمایا جب میں چوتھے آسمان پر پہنچا تو یاقوت سرخ سے بنا ہوا ایک عالی شان محل دیکھا - جبریل نے کہا یہ بیت المعمور ہے جو تمام آسمانوں اور زمینوں سے پچاس ہزار برس پہلے خلق کیا گیا ہے آپ اس میں نماز پڑھیں چنانچہ انبیاء و مرسلین کو اللہ نے جمع فرمایا اور میں نے ان کو وہاں نماز پڑھائی تو یہ وحی اتری کہ خدا تحفۂ درود و سلام کے بعد فرماتا ہے ان رسولوں سے دریافت کرو کہ کیونکر مبعوث برسالت ہوئے ہیں - چنانچہ آپ نے اُن سے سوال فرمایا کہ تم کس لئے بھیجے گئے تھے تو سب نے جواب دیا عَلٰی وِلَايَتِكَ وَ وَلَايَةِ علی بن ابی طالب - اس میں بھی شہادتِ توحید کا ذکر نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رواتِ حدیث نے موقع و محل کے لحاظ سے حدیث کا کچھ حصّہ نقل کر دیا اور باقی کو محفوظ کر لیا یا مصلحت مقام کے لحاظ سے اس کے متعلق سکوت اختیار کر لیا۔ اور ابونعیم کی حلیۃ الاولیاء سے پورا جواب اس طرح منقول ہے کہ حضور نے فرمایا جب میں نے بحکم پروردگار تمام انبیاء و مرسلین سے سوال کیا کہ تم کیونکر مبعوث ہوئے ؟ تو سب نے بیک زبان جواب دیا بُعِثْنَا عَلٰی شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْاِقْرَارِ بِنُبُوَّتِكَ وَالْوِلَايَةِ لِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ کہ ہم اللہ کی توحید کی شہادت تیری نبوّت کے اقرار اور علی کی ولایت کے اعلان کے بعد مبعوث برسالت و نبوّت ہوئے - اور اسی کی مزید تشریح کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے کہ کوئی بھی نبی اس کے اقرار کے بغیر مبعوث نہیں ہو سکا اور ینابیع المودۃ میں ملا سلیمان حنفی نقشبندی قندوزی نے ایک باب میں اسی حدیث میں مفصلاً بیان کیا ہے کہ لَمْ يُبْعَثْ نَبِیٌّ قَطُّ اِلَّا بِوِلَايَةِ عَلِیِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ کہ کوئی بھی نبی مبعوث نہیں ہو سکا مگر ولاء علی کی شرط پر اور امالی شیخ سے منقول ہے حضور نے فرمایا ہر نبی کو بوقت وفات اپنے وصی کے نامزد کرنے کا حکم دیا گیا اور جب مجھے یہ حکم ملا تو میں نے دریافت کیا کہ کس کو نامزد کروں تو ارشاد قدرت ہوا تم علی بن ابی طالب کو نامزد کرو کیونکہ میں نے سابق کتب میں درج کر دیا ہے کہ وہ تیرا وصی ہوگا اور میں نے اپنی مخلوق سے حتّٰی کہ انبیاء اور رسولوں سے بھی اس کا عہد لے لیا ہے۔ پس جس طرح اپنی ربوبیت اور تیری نبوت کا عہد لیا ہے اسی طرح علی کی ولایت کا بھی اُن سے عہد لیا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں یا دیگر مفسّرین نے اپنی تفاسیر میں اس آیت مجیدہ کی تفسیر میں جو یہ لکھا ہے کہ حضور نے باوجود حکم پروردگار کے انبیاء سے دریافت کرنا ضروری نہ سمجھا حالانکہ حکم پروردگار سے سرتابی یا گریز کرنا شانِ نبوت کے یقیناً منافی ہے محض حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی اہمیّت پر پردہ ڈالنے کی خاطر انہوں نے یہ کھیل کھیلا ہے ادھر دامنِ رسالت داغدار ہو تو ہو لیکن اعلانِ ولائے علی دامنِ خفا میں رہے اُن کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حق بین نگاہیں باطل کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کے باوجود بھی حق کا سراغ لگا لیتی ہے پس حق کا بول بالا اور بالآخر باطل کا منہ کالا ہی ہوتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

رکوع ۱۱ ۔ حضرت موسیٰ کا ذکر ۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا ۔ خداوند کریم نے حضور رسالت مآبؐ کو تسلی دینے کے لئے حضرت موسیٰ کا ذکر شروع کر دیا کہ جب وہ ہماری طرف سے حکم لے کر معجزات باہرہ کے ساتھ فرعون کے پاس پہنچے تو فرعون اور اس کی رعایا نے اُن کے معجزات عصا اور ید بیضا کو بھی تمسخر کا نشانہ بنایا اور ہم نے ان کو متعدد نشانیاں دکھائیں لیکن وہ ایمان نہ لائے ۔ اور

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَقَالَ

اور تحقیق ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا پس کہا کہ

إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٧﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا

میں عالمین کے رب کا بھیجا ہوا ہوں پس جب وہ ہماری نشانیاں لے کر اُن کے پاس

إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ ﴿٤٨﴾ وَمَا نُرِيهِمْ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ

آیا تو وہ ان نشانیوں کو دیکھ کر ہنسنے لگے اور نہیں دکھائی ہم نے ان کو نشانی مگر یہ کہ وہ پہلی سے

أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا وَأَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤٩﴾

بڑی ہوتی تھی اور پکڑ لیا ہم نے ان کو عذاب کے ساتھ تاکہ وہ رجوع کریں

وَقَالُوا يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ

اور کہنے لگے اے جادو کرنے والا ہمارے لئے اپنے رب کو پکار جو اس نے تجھ سے وعدہ کیا ہے

إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ ﴿٥٠﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ

ہم ضرور ہدایت پانیوالے ہوں گے پس جب ہم اُن سے عذاب کو دور کر دیتے تھے تو وہ عہد کو

يَنْكُثُونَ ﴿٥١﴾ وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ

توڑ دیتے تھے اور فرعون نے اپنی قوم میں آواز دی کہنے لگا اے قوم

ہر نشانی دوسری سے بڑی تھی اور بشکل عذاب اُن پر بھیجی گئی چنانچہ جب اُن پر ایک عذاب آتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرتے کہ اے جادوگر ہمارے لئے اللہ سے دعا کرو کہ اس عذاب کو ہم سے دُور کر دے جو اُس نے تیرے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے پس ہم ضرور ایمان لائیں گے لیکن جب ہم اُن سے عذاب کو رفع کرتے تو وہ اکڑ جاتے اور وعدے کو توڑ ڈالتے پس پہلے اللہ نے طوفان کا عذاب بھیجا تو انہوں نے موسیٰؑ سے معافی مانگ لی جب عذاب دُور ہوا اور سیلاب کی وجہ سے اُن کی فصلوں کی رونق اور بڑھ گئی تو پھر کفر پر ڈٹ گئے۔ پس اللہ نے ان کے فصلوں کو تباہ کرنے کے لئے مکڑی کو بھیج دیا چنانچہ اس نے درختوں کی کھال بھی کھا لی۔ پس انہوں نے معافی مانگ لی اور عذاب ٹل جانے کے بعد پھر اکڑ گئے تو اللہ نے جوؤں کا عذاب اُن پر بھیج دیا اُس کے بعد مینڈک اُن پر عذاب بن کر آ گئے اور ہر دفعہ عذاب کے دفع کی دعا موسیٰؑ سے منگواتے اور ایمان کا وعدہ کرتے لیکن عذاب کے

Presented by www.ziaraat.com

ٹل جانے کے بعد وعدہ کو توڑ ڈالتے تھے پس حضورؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر معجزات دیکھنے کے بعد کفار مکہ بھی ایمان نہ لائیں، تو گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ سابق انبیاء کو اسی قسم کے واقعات پیش آتے رہے ہیں۔

اَیُّھَا السَّاحِرُ۔ اس کا معنی یا تو جادوگر ہے اور یا اس کا معنی ہے جادو میں غالب آنے والا کیونکہ عربوں کا استعمال اسی قسم کا ہے کہتے ہیں حَاجَجْتُہٗ فَحَجَجْتُہٗ یعنی میں نے اُس سے حجت بازی کی اور جیت گیا۔ خَاصَمْتُہٗ فَخَصَمْتُہٗ میں نے اس سے جھگڑا کیا اور جیت گیا۔ اسی طرح سَاحَرْتُہٗ فَسَحَرْتُہٗ۔ یعنی میں نے جادو میں اُس کا مقابلہ کیا اور جیت گیا پس ساحر کا معنی جادو کے مقابلہ میں جیتنے والا۔ اور حضرت موسیٰ نے فرعون سے وعدہ کیا تھا کہ اگر ایمان لائے تو تیرا ملک اور وقار باقی رہے گا۔

اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ اَفَلَا

کیا میرے پاس مصر کی حکومت نہیں ؟ اور یہ نہریں میرے نیچے نہیں بہتیں ؟ کیا تم نہیں

تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ مَھِیْنٌ وَّلَا

دیکھتے یا (دیکھتے ہو؟) میں اچھا ہوں اُس سے جو کمزور ہے اور اپنا مطلب بھی صحیح طور

یَکَادُ یُبِیْنُ ﴿۵۳﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِیَ عَلَیْہِ اَسْوِرَۃٌ مِّنْ ذَھَبٍ اَوْ جَآءَ

بیان نہیں کرسکتا؟ (اگر سچا ہے) تو کیوں نہیں اس پر سونے کے کنگن ڈالے گئے یا اس کے ہمراہ فرشتے کیوں

مَعَہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ مُقْتَرِنِیْنَ ﴿۵۴﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَہٗ فَاَطَاعُوْہُ

نہیں آئے جو اس کی اتباع کرتے پس اس نے بیوقوف بنالیا اپنی قوم کو تو انہوں نے اس کی

اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۵۵﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْھُمْ

اطاعت کی تحقیق وہ فاسق لوگ تھے پس جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے اُن سے انتقام

فَاَغْرَقْنٰھُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۶﴾ فَجَعَلْنٰھُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ﴿۵۷﴾

لے لیا پس ان کو غرق کر ڈالا سب کو پس ان کو کر دیا پہلے جانے والا اور ضرب المثل بعد والوں کے لئے

اَلَیْسَ لِیْ۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے دلائل اور معجزات کو غیر مؤثر ثابت کرنے کے لئے فرعون نے اپنی قوم میں تقریر کی اور اپنی صداقت کی دلیلیں ان چیزوں کو بنایا کہ میں ملک مصر کا بادشاہ ہوں، مال و خزانوں کا مالک ہوں ہر طریقہ سے دنیاوی سہولتیں مجھے میسر ہیں۔ اور دیکھو یہ نہریں میرے محلات کے نیچے جاری ہیں اور یہ سب اس بات کی واضح دلیلیں ہیں کہ میں حق پر ہوں اور موسیٰ کو دیکھو کہ فقیری و غریبی کا اُس پر دور دورہ ہے۔ لباس پرانا گذارہ معمولی اور دیگر زندگی کی سہولتوں سے بالکل محروم ہے۔ لہٰذا میں یقیناً اُس سے بہتر ہوں اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ میری زبان صاف ہے اور اُس کی زبان صاف نہیں وہ کھل کر بات بھی نہیں کرسکتا لہذا وہ نبی کیسے ہوسکتا ہے؟

اَمْ اَنَا۔ اس مقام پر نحویوں نے اَمْ کے بعد فعل کو محذوف قرار دیا ہے تاکہ عطف درست ہوجائے یعنی افلا تبصرون ام تبصرون

Presented by www.ziaraat.com

لَا یَکَادُ یُبِیْنُ ۔ منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جب اللہ سے دعا مانگی تھی وَ اَطْلِقْ لِسَانِیْ کہ میری زبان کا عقدہ کھول دے تو اللہ نے فرمایا اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یعنی تیری دعا کو مستجاب کیا گیا پس حضرت موسیٰ کی زبان اب صاف تھی لیکن فرعون نے موسیٰ کی گذشتہ حالت بیان کر کے قوم کو دھوکا دینا چاہا تھا چنانچہ اس کی تقریر کامیاب رہی اور قوم کو بیوقوف بنا کر حکومت کرتا رہا اگر قوم فرعون میں کوئی دانشور ہوتا تو فرعون کی دلیلوں پر اعتراض کر سکتا تھا کیونکہ ملک کا حکمران ہونا اور مال و دولت کی فراوانی قطعاً اس امر کی دلیل نہیں بنائی جا سکتی کہ وہ حق پر بھی ہے۔ اور اس زمانہ کا دستور تھا کہ جب کسی آدمی کو تخت و تاج کا وارث کیا جاتا تھا تو اس کو رسم تاجپوشی میں سونے کے کنگن اور سونے کا ہار بھی اس کو پہنایا جاتا تھا تو اسی بنا پر قوم کو بیوقوف بنانے میں فرعون نے اس مقامی دستور کو بھی دہرایا کہ اگر وہ اللہ کے نبی ہوتے تو ضرور آسمان سے اس پر بطور رسم و رواج کے سونے کے کنگن اُترتے اور چونکہ ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا نامزد نبی نہیں ہے۔

رکوع ۱۲

وَلَمَّا ضُرِبَ ۔ اس کے معنی میں متعدد اقوال ہیں ۔ (۱) جب آیت نازل ہوئی اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ حَصَبُ جَهَنَّمَ یعنی تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہو گا تو کفار نے خوب تالیاں بجائیں کہ اگر غلط معبود جہنم میں جائیں گے تو ہمارے خداؤں کے ساتھ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ بھی تو جہنم میں جائیں گے کیونکہ عیسائی ان کو معبود مانتے ہیں ۔ یَصِدُّوْنَ کا معنی ہنستے اور قہقہے لگاتے ہیں (۲) جب حضرت عیسیٰ کے متعلق حضورؐ نے فرمایا کہ جو خدا حضرت آدم و حوا علیہما السّلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کر سکتا ہے وہی خدا حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کرنے پر قادر ہے

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿۵۸﴾

اور جب بیان کی جائے ابن مریم کی مثال تو تیری قوم اس سے ہنستی اور شور مچاتی ہے

تو کفار نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عیسیٰؑ کی طرح محمدؐ بھی معبود بننے کا خواہشمند ہے لہذا چیختے ہیں کہ ہمارے آبائی خدا اس سے اچھے ہیں (۳) حضرت امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ میں ایک دن خدمت نبوی میں پہنچا جب کہ سرداران قریش حضورؐ کے ارد گرد جمع تھے ۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا ۔ اے علی تیری مثال اس اُمت میں عیسیٰ بن مریم کی سی ہے کہ ایک قوم نے اس کی محبت میں حد سے بڑھایا پس ہلاک ہو گئی اور ایک قوم نے بغض کی وجہ سے اس کا انکار کیا تو ہلاک ہو گئی اور ایک قوم بین بین رہی اور وہی نجات پا گئی ۔ جب قریشیوں نے سنا تو انہوں نے اسے مذاق بنا لیا اور کہنے لگے کہ دیکھو علی کو انبیا سے تشبیہ دے رہا ہے اور ہمارے خدا مسیح سے افضل ہیں ۔ جب لوگوں نے مسیح کی عبادت کر لی تو ہم اپنے معبودوں کی عبادت کیوں نہ کریں یا یہ کہ اگر معبود بننے کی وجہ سے مسیح کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو ہمارے معبودوں کا ڈالا جانا بھی ہمیں منظور ہے (مجمع البیان)

تفسیر برہان میں اس طرح ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اے علی تجھ میں عیسیٰ بن مریم کی مثال پائی جاتی ہے اور اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میری اُمت کے بعض لوگ تیرے حق میں وہی عقیدہ رکھیں گے جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق رکھ لیا تھا تو تیرے فضائل میں اس

Presented by www.ziaraat.com

قدر بیان کرتا کہ تو جس جگہ سے گذرتا لوگ تیرے قدموں کی خاک اٹھا کر برکت کے لئے اپنے پاس محفوظ رکھتے یہ سنتے ہی دو اعرابی اور چند دوسرے قریشی حسد کی آگ میں جل بھن گئے کہ دیکھو اپنے چچا زاد کو حضرت عیسٰی علیہ السلام سے جا کر ملا دیا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ حارث بن عمرو فہری نے جب سنا تو غصے سے آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا اے خدا۔ اگر یہ بات حق ہے تو میرے اُوپر آسمان سے پتھر نازل فرما یا کوئی دوسرا عذاب بھیج دے تو خدا نے بذریعہ وحی اس کی اطلاع اپنے حبیب کو بھیج دی اور یہ آیت بھی نازل فرمائی کہ اللہ ان لوگوں پر عذاب نازل نہیں فرماتا جب تک آپ ان میں موجود ہیں اور اسی طرح ان پر عذاب نازل نہ کرے گا جب تک وہ استغفار کرنے والے ہوں گے۔ آپ نے حارث سے فرمایا کہ بہتر ہے توبہ کر لو تو وہ کہنے لگا اگر آپ تمام قریش کو اس فضیلت میں شریک کریں تو بہتر ہے صرف بنی ہاشم کی بزرگی کو میرا دل نہیں مانتا۔ آپ نے فرمایا یہ میرا کام نہیں بلکہ اللہ کا کام ہے اُس نے کہا اگر یہی بات ہے تو میرا دل توبہ کو قبول نہیں کرتا اور میں جاتا ہوں پس باہر نکلا ہی تھا کہ آسمان سے ایک پتھر گرا جس نے اس کا سر کچل دیا۔ پس حضورؐ پر وحی اُتری سَاَلَ سَائِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ الخ (ملخصًا)

ایک روایت میں آیت مجیدہ کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے سلمان فارسی کہتا ہے ایک دن حضورؐ ایک گروہ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے پس آپ نے ارشاد فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مشابہ ہو گا۔ پس ایک شخص فوراً اٹھ کر باہر چلا گیا تا کہ واپس آکر شبیہ عیسٰی ثابت ہو لیکن اُس سے پہلے حضرت علی علیہ السلام داخل ہو گئے پس وہ شخص ناکام ہو کر کہنے لگا رسولؐ اللہ نے علی کو ہم پر افضل کیا اور ابھی اس پر ان کا جی نہیں بھرا پھر حضرت عیسٰی کی شبیہ اس کو بنا دیا۔ خدا کی قسم زمانِ جاہلیت میں ہم جن خداؤں کی پوجا کرتے تھے اس سے تو وہی ہمارے لئے بہتر تھے پس یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ ابن عباس سے مروی ہے ایک قوم حضرت رسالت مآبؐ کے پاس آئی۔ اور عرض کی کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے تو آپ بھی زندہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم کس مردہ کو زندہ کرانا چاہتے ہو اُنہوں نے ایک مردہ کا نام لیا جس کو مرے ہوئے تھوڑا عرصہ گذرا تھا پس آپ نے علی کو بلایا اور اس کے کان میں کوئی بات کی جس کو ہم سمجھ نہ سکے پھر فرمایا کہ ان کے ہمراہ جاؤ اور میت کو اپنے اور باپ کے نام کے ساتھ بلاؤ۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام اُن کے ہمراہ گئے اور قبر پر کھڑے ہو کر یا فلاں بن فلاں کر کے اس کو پکارا تو میت زندہ ہو کر قبر سے نکل آیا پس انہوں نے اس سے کچھ سوالات کئے پھر وہ حسب سابق اپنی قبر میں سو گیا اور لوگ واپس پلٹے اور یہ چہ میگوئیاں ان میں جاری تھیں کہ عبدالمطلب کی اولاد عجیب عجیب باتیں ظاہر کرتی ہے پس یہ آیتیں اُتریں۔

اِلَّا جَدَلًا ۔ تفسیر مجمع البیان میں مجادلہ اور مناظرہ کے درمیان عام و خاص مطلق کی نسبت بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ مجادلہ میں ایک حق پر اور دُوسرا باطل پر ہوا کرتا ہے لیکن مناظرہ اس سے عام ہے بعض اوقات دونو مناظر حق پر بھی ہو سکتے ہیں۔

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ ۔ یعنی حضرت عیسٰی ہمارا بندہ ہی تھا جس کو ہم نے ماں سے بغیر باپ کے پیدا کر کے بنی اسرائیل کے سامنے اپنی قدرت کا کرشمہ ظاہر کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

لَوۡ نَشَاءُ - یعنی انسانوں کی بے شکری اور ناسپاس گذاری کو مدنظر رکھ کر اگر ہم چاہیں تو ان سب کو ہلاک کر دیں اور زمین میں ان کی جگہ فرشتوں کو آباد کر دیں جو ان کی جگہ ان کے قائم مقام ہو کر زمین کو آباد کریں اور یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو تم سے ہی ملائکہ پیدا کر دیں یعنی تم کو فرشتے بنا دیں۔

تفسیر نور الثقلین میں بروایت خصال مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے بروز شوریٰ اپنے احتجاج میں فرمایا کہ میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس دن رسولؐ اللہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ دروازے پر رہو اور کسی کو اندر آنے کی اجازت ہرگز نہ دو کیونکہ میرے پاس بہر زیارت چند فرشتے موجود ہیں پس میں دروازہ پر بیٹھ گیا اور حضرت عمر نے اندر آنا چاہا تو میں نے حضورؐ کے فرمان کے پیش نظر اس کو روک لیا چنانچہ وہ یکے بعد دیگرے تین دفعہ آیا اور میں اس کو ہر بار حضورؐ کے فرمان کی تعمیل میں روکتا رہا اور میں نے اس کو یہ بھی بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس زیارت کے لئے فرشتے حاضر ہیں اور ان کی تعداد اتنی ہے۔ جب چوتھی بار آیا تو اسے اندر جانے کی اجازت ملی پس اس نے اندر جاکر عرض کی کہ حضور میں اس سے پہلے تین مرتبہ حاضر ہوا اور ہر بار مجھے اندر آنے سے علی نے روک دیا اور کہا کہ بارگاہ نبوی میں اس قدر فرشتے بہر زیارت حاضر ہیں لہذا اندر جانا ممنوع ہے مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ انہوں نے فرشتوں کی تعداد کیسے معلوم کر لی کیا وہ فرشتوں کو دیکھ سکتے ہیں؟ آپ نے مجھے طلب فرمایا اور دریافت کیا کہ تو نے فرشتوں کی تعداد کیسے معلوم کر لی تو میں نے عرض کی کہ گذرتے وقت ہر فرشتہ سلام کہہ کر گذرتا تھا اور میں ان کی آواز کو سن لیتا تھا اس لئے مجھے ان کی گنتی معلوم ہے آپ نے فرمایا۔ بالکل درست ہے۔ تجھ میں میرے بھائی عیسیٰ کی مشابہت موجود ہے پس حضرت عمر نکلے تو ازراہ تعجب وانکار کہتے تھے کہ اس کو عیسیٰ سے مشابہت دے دی؟ پس یہ آیات نازل ہوئیں۔ پس آپ نے شوریٰ کمیٹی کے جملہ ممبران سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں یہ واقعہ معلوم ہے اور کیا اس میں میرا کوئی شریک ہے؟ تو سب نے اقرار کیا کہ واقعی اس فضیلت میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

وَقَالُوٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۚ

اور کہتے ہیں کیا ہمارے خدا اچھے ہیں یا وہ؟ وہ نہیں بیان کرتے تیرے سامنے مگر جھگڑے کے لئے

بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿۵۹﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ

بلکہ یہ قوم ہی جھگڑالو ہے نہیں وہ مگر ایسا بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور

وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيلَ ﴿۶۰﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ

اس کو بنی اسرائیل کے لئے مثال بنایا اور اگر ہم چاہتے تو تمہارے بدلہ میں ملائکہ

مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿۶۱﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ

کو زمین میں پیچھے رہنے والے بناتے اور تحقیق وہ (نزول عیسیٰ) نشانی ہے قیامت کی

Presented by www.ziaraat.com

اور تہذیب الاحکام سے غدیر کی دو رکعت کے بعد جو دعا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ اس میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ اے اللہ ہم نے تیرے رسول حضرت محمدؐ کی دعوت کو قبول کیا جو انہوں نے حضرت علیؑ کے متعلق دی جس پر تو نے انعام کیا اور اس کو بنی اسرائیل کے لئے مثال قرار دیا بے شک وہ مومنوں کا امیر و مولا ہے۔ اور قیامت تک ان کا ولی ہے کیونکہ تو نے فرمایا ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ۔

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے ہا ضمیر غائب کا مرجع نزول عیسٰی ہے یعنی حضرت عیسٰیؑ کا نزول قیامت کے علائم میں سے ہے اور بعضوں نے ضمیر کا مرجع قرآن کو قرار دیا ہے کہ قرآن مجید قیامت کے علم کی دلیل ہے۔ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے کانوں حضرت رسالت مآبؐ سے سنا آپ نے فرمایا جب حضرت عیسٰی علیہ السلام نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا آیئے ہمیں نماز پڑھایئے تو حضرت عیسٰی علیہ السلام جواب میں کہیں گے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ تم میں سے ہی بعض دوسرے بعض کے حاکم و امیر ہیں یہ اللہ کی جانب سے اس امت کی عزت و کرامت ہے یہ روایت صحیح مسلم سے نقل کی گئی ہے اور ایک دوسری حدیث میں ہے کَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔ یعنی تمہاری کیا حالت ہوگی جب کہ تم میں عیسٰی بن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہی ہوگا۔

فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦٢﴾

پس اس میں شک نہ کرو اور میری اتباع کرو یہ سیدھا راستہ ہے

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٣﴾ وَلَمَّا

اور نہ پھیرے تم کو شیطان تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور جب لایا

جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ

عیسٰی واضح دلیلیں کہا میں تمہارے پاس حکمت لایا ہوں اور تا کہ تم کو وہ بعض

لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿٦٤﴾

چیزیں بتاؤں جن میں تم کو اختلاف ہے پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو

حضرت علیؑ گذشتہ انبیاء سے افضل ہیں

وَلِاُبَيِّنَ بَعْضَ۔ بروایت احتجاج طبرسی منقول ہے کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے دریافت فرمایا کہ لوگ حضرت علی السلام اور پیغمبران اولی العزم کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں؟ تو اس نے عرض کی کہ اولوالعزم انبیاء سے وہ کسی کو فضیلت دینے پر تیار نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ نے موسٰی کے متعلق فرمایا۔ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔ یعنی ہم نے اس کے لئے الواح میں ہر چیز سے کچھ نہ کچھ لکھ دیا پس مِنْ تبعیضہ لگا کر بعض علم کی وضاحت فرمائی۔ اور عیسٰیؑ کے متعلق فرمایا وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ۔ یعنی تمہارے بعض اختلافی مسائل میں سے بعض کو بیان کرنے کے لئے آیا ہوں اور حضرت علیؑ

Presented by www.ziaraat.com

کے متعلق ارشاد فرمایا وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ کہ رسول کا شاہد وہ ہے جس کے پاس ساری کتاب کا علم ہے اور کتاب کے متعلق ارشاد ہے لَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۔ اور کتاب بصائر الدرجات سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ شیعہ لوگ موسیٰؑ عیسیٰؑ اور حضرت امیر المومنین علیہم السلام کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں؟ راوی نے عرض کی کہ وہ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو حضرت علی علیہ السلام سے افضل جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کیا وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے پاس وہ تمام علم ہے جو حضرت رسالتمآبؐ کے پاس تھا۔ راوی نے عرض کی کہ ہاں لیکن وہ اولوالعزم پیغمبروں پر کسی کو فضیلت نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا اُن پر اللہ کی کتاب سے حجت قائم کرو۔ پس راوی نے پوچھا کہ فرمائیے کونسی آیت سے دلیل دوں، تو آپ نے حضرت موسےٰ کے متعلق یہ آیت پڑھی۔ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ کہ یہاں مِن تبعیضیہ داخل کر کے بعض علم مراد لیا گیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ آیت پڑھی وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ یہاں بھی حضرت عیسیٰ کے جزوی علم کو بیان کیا گیا ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے متعلق ارشاد قدرت ہے وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔ یعنی ہم نے تم کو ان لوگوں پر شہید بنایا اور تیرے اوپر وہ کتاب اتاری جو ہر شے کے لئے واضح بیان اپنے اندر رکھتی ہے۔ پس حضرت علی علیہ السلام قرآن مجید کے عالم ہونے کی حیثیت سے سابق اولوالعزم پیغمبروں سے بھی افضل و اشرف ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۶۵
تحقیق اللہ میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے پس اس کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے
فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
پس اختلاف کیا قوموں (یہود و نصاریٰ) نے آپس میں پس ویل ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ظلم کیا
مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۶۶ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ
دردناک عذاب سے وہ نہیں انتظار کرتے مگر قیامت کی
اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۶۷ اَلْاَخِلَّآءُ
کہ اُن کے پاس اچانک آئے کہ وہ اس کا شعور بھی نہ رکھتے ہوں آپس میں
يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۶۸
دوست بھی اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا گذشتہ انبیا سے افضل ہونا دیگر ادلّہ سے بھی ثابت ہے۔

(۱) اس میں شک نہیں کہ حضرت خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام جملہ انبیاء سے افضل اور ان کے سیّد و سردار

Presented by www.ziaraat.com

ہیں اور آیت مباہلہ میں حضرت علیؑ کو نفس رسول کہا گیا ہے پس جن جن سے جناب رسول اللہؐ افضل ہوں گے اُن سے حضرت علی کو بھی افضل ماننا پڑ گیا کیونکہ شی اور نفس شی کا حکم ایک ہوتا ہے ۔

۲ ۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام جناب رسالت مآبؐ کے صحیح جانشین ہیں لہذا بحیثیت جانشین پیغمبر کے اُن تمام افراد سے اُن کی افضلیت ثابت ہو گی جن سے حضور کی افضلیت ثابت ہو گی ۔

۳ ۔ حضرت رسالت مآبؐ سے منقول ہے مَنْ اَرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلَی اٰدَمَ فِیْ عِلْمِہٖ ۔ الخ ۔ یعنی جو شخص حضرت آدم کے علم حضرت نوح کے فہم حضرت ابراہیم کی خلت حضرت موسٰی کی ہیبت حضرت عیسٰی کا زہد اور حضرت ایوب کا صبر وغیرہ دیکھنا چاہے وہ علی کے چہرہ کی طرف دیکھے کیونکہ ان میں انبیاء کے خصائل میں سے نوے خصلتیں موجود ہیں جن کو خدا نے کسی اور میں جمع نہیں فرمایا ۔ اوکما قال ۔ حدیث بالفاظہ ہم نے مقدمہ تفسیر میں اور لمعۃ الانوار میں ذکر کی ہے پس اس حدیث کی رو سے حضرت علی کی انبیاء پر افضلیت ظاہر و باہر ہے ۔

۴ ۔ حضورؐ کا ارشاد ہے مِنْ اٰدَمَ اِلٰی عِیْسٰی تَحْتَ لِوَائِیْ اور دوسری حدیث میں ہے یَا عَلِیُّ اَنْتَ حَامِلُ لِوَائِیْ ۔ یعنی حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک تمام انبیاء بروز محشر میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یا علی تو اس جھنڈے کا حامل ہو گا ۔

اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ ۔ یعنی بروز محشر عذاب کو دیکھ کر دنیا میں باہمی دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے تفسیر برہان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ دوستی یا تو ایمان والوں کی ہوتی ہے یا کفر رکھنے والوں کی پس اگر دو مومن ایک دوسرے کے دوست ہوں تو اُن میں سے جب ایک مرتا ہے اور اپنا جنت میں مقام دیکھتا ہے تو اپنے دوسرے مومن بھائی کے حق میں سفارش کرتا ہے کہ اے پروردگار! فلاں شخص میرا ایمانی دوست تھا ۔ تیری اطاعت میں میرا معاون تھا اور تیری نافرمانی سے مجھے روکتا تھا پس اس کو نیکی اور راستی پر ثابت قدم رکھ اور اس کو جنت کا مکان عطا فرما پس خداوند کریم اس کی دعا کو مستجاب فرماتا ہے پس جب دونو بروز محشر دربار خداوندی میں حاضر ہوں گے تو ایک دوسرے کی خیر خواہی پر ایکدوسرے کا شکریہ ادا کریں گے لیکن وہ دو دوست جن کی دوستی اور کفر معصیت خداوندی میں تھی جب اُن میں سے ایک مرتا ہے اور جہنم میں اپنا مکان دیکھتا ہے تو وہ اپنے کافر دوست کا شکوہ کرنے لگتا ہے کہ پروردگار! فلاں شخص مجھے تیری نافرمانی پر اکساتا تھا ۔ اور تیری اطاعت سے روکتا تھا لہذا اس کو گناہوں پر ثابت قدم رکھ تاکہ وہ بھی میری طرح اپنے کفر کا انجام دیکھے پس جب بروز محشر یہ دونو اکٹھے ہوں گے تو اپنی باہمی دوستی پر ناراضی کا اظہار کریں گے جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ سب دوست اُس دن ایک دُوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے کہ وہ ایک دوسرے کے وہاں بھی دوست ہوں گے ۔

جب دولت مند مومن کو بلایا جائے گا اور حساب لیا جائے گا پس پروردگار کی جانب سے سوال ہو گا کہ تم نے میرا دیا ہوا رزق کہاں خرچ کیا تھا؟ اور تو نے میری ملاقات کے لئے کیا کچھ عمل کیا تھا؟ پس مومن جواب دے گا ۔ اے پروردگار!

Presented by www.ziaraat.com

میں تجھ پر ایمان لایا۔ تیرے رسولوں کی میں نے تصدیق کی اور میں نے تیری راہ میں جہاد کیا اور تیرے رزق کو تیری اطاعت و خوشنودی میں خرچ کیا پس ارشاد قدرت ہوگا کہ تو نے اپنے وارثوں کے لئے کیا کچھ چھوڑا تھا؟ تو مومن عرض کرے گا۔ اے پروردگار! میرا اور ان کا خالق اور رازق تو ہی تھا۔ اور تو ان کے رزق پر ویسے ہی قادر تھا جس طرح میرے رزق پر قادر تھا تو مجھے اُن کے لیے کچھ بچانے کی کیا ضرورت تھی پس میں ان کو تیری ہی توکل کے سہارے چھوڑ آیا ہوں تو اللہ فرمائے گا۔ بے شک تو سچا ہے پس جوابات سے فارغ ہو کر جنت کی طرف جائے گا۔ پھر غریب مومن سے باز پرس ہوگی کہ تو کیا لایا؟ تو غریب مومن جواب دیگا اے پروردگار تو نے مجھے اپنے دین کی ہدایت فرمائی اور میرے اُوپر احسان کیا اور تو نے مجھے مال و دولت سے محروم کیا۔ کہ اگر ہوتا تو ممکن تھا کہ میں اس میں مشغول ہو کر تیری اطاعت سے محروم رہ جاتا پس اللہ فرمائے گا تو سچ کہتا ہے چنانچہ وہ بھی جنت میں بھیجا جائے گا۔ اس کے بعد دولتمند کافر کی باری آئے گی تو اُس کے پاس کچھ عمل نہ ہوگا جس کو پیش کر سکے اور رزق کے متعلق جواب دے گا کہ میں اپنے بچّوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں تو ارشاد پروردگار ہوگا کہ کیا میں تیرے بچّوں کو رزق دینے پر قادر نہیں تھا پس اگر یہ جواب دے کہ میں بھول گیا تھا تب بھی ہلاک ہوگا۔ اور اگر یہ جواب دے کہ مجھے تجھ پر اعتماد نہ تھا تب بھی ہلاک ہوگا۔ پھر غریب کافر کو پیش کیا جائے گا تو اُس سے باز پرس ہوگی تو وہ جواب میں کہے گا کہ میں دنیاوی امور میں اس قدر مبتلا تھا کہ تیری عبادت کرنا ہی بھول گیا۔ پس ارشاد ہوگا کہ تو نے میرے اُوپر اعتماد کر کے مجھ سے مانگا تھا تاکہ میں تجھے عطا کرتا پس اگر کہے گا کہ میں بھول گیا تھا تب بھی ہلاک ہوگا اور اگر کہے گا کہ مجھے تجھ پر اعتماد نہیں تھا تب بھی ہلاک ہوگا۔

رکوع ۱۳

يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾

اے میرے بندو تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمزدہ ہو گے

الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٧٠﴾ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ

جو لوگ ایمان لائے ہماری نشانیوں پر اور مسلمان تھے (ان کو کہا جائیگا) داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور

أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿٧١﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ

تمہاری بیویاں کہ خوش رہو گے ان پر چکر لگایا جائے گا

بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ

سونے کے طشتوں اور پیالوں کے ساتھ کہ ان میں وہ ہر چیز ہوگی جس کو دل

لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ خوف کا تعلّق آنے والی مصیبت سے اور حزن کا تعلّق گذشتہ مصیبت سے ہوتا ہے اور جنت میں جانے والوں کو کہا جائے گا کہ پس پُرامن رہو کہ تمہیں نہ کوئی خوف لاحق ہو گا اور نہ حزن و ملال۔

الَّذِينَ آمَنُوا۔ یعنی وہ لوگ جنت میں جائیں گے جو عقیدہ کے لحاظ سے مومن ہوں اور عمل کے لحاظ سے مسلم ہوں یعنی اللہ کے احکام کے سامنے سرنگوں ہوں

Presented by www.ziaraat.com

تُحْبَرُوْنَ - حبور اس خوشی کو کہا جاتا ہے جس کے آثار چہرہ پر نمودار ہوں۔ ص۲۴۹

صِحَافٍ - جمع ہے صحفۃ کی وہ برتن جس میں کھانا رکھا اور کھایا جاتا ہے۔

اَکْوَاب - جمع ہے کوب کی۔ یہ اس برتن کو کہتے ہیں کہ لَااُذُنَ لَهٗ وَلَاخُرْطُوْمَ - یعنی جس میں پکڑنے کے لئے دستی اور پانی گرانے کے لئے ٹونٹی لگی ہوئی نہ ہو گویا پانی پینے کے گلاس کو کوب کہتے ہیں۔

الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ

چاہیں گے اور آنکھیں لذت اندوز ہونگی — اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے — اور

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۳﴾

یہ جنت وہ ہے جس کا تم کو وارث کیا گیا ہے — بوجہ اس کے جو تم عمل کرتے تھے

لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۴﴾ اِنَّ

تمہارے لئے اس میں بہت میوہ جات ہیں جن سے تم کھاؤ گے — تحقیق

الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۵﴾ لَا يُفَتَّرُ

مجرم لوگ عذاب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے — نہ تخفیف ہوگی ان

عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

سے اور وہ اس میں مایوس ہوں گے — اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا — بلکہ

كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا

وہ خود ہی ظالم تھے — اور پکاریں گے اے مالک ہمیں موت دیدے

مَا تَشْتَهِيْهِ - نعمات جنت کی جامع صفت یہ ہے کہ جنت میں ہر وہ نعمت ہوگی جس کے استعمال سے نفس خوش ہوگا۔ اور آنکھ لذت اندوز ہوگی۔

اُوْرِثْتُمُوْهَا - ابن عباس سے مروی ہے کہ ہر شخص کے لئے آخرت میں دو گھر ہیں۔ ایک جنت میں اور دوسرا جہنم میں پس جنتی کو جہنم کا گھر دکھایا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ اگر تو کافر ہوتا تو تجھے اس گھر میں بھیجا جاتا۔ پس وہ نعمت ایمان وجزائے جنت پر خوش ہوگا اور اللہ کا شکر ادا کرے گا اسی طرح کافر کو جنت کا گھر دکھایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اگر تو مومن ہوتا تو اس گھر میں داخل ہوتا پس اس کی حسرت وارمان میں اضافہ ہوگا۔ اور مومن کے جہنم والے گھر کا وارث کافر کو کیا جائے گا اور کافر کے جنت والے گھر کا مومن کو وارث کیا جائے گا۔ اور تفسیر نور الثقلین میں احتجاج طبرسی سے منقول ہے کہ حضرت حجت علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ جنت میں اولاد کا سلسلہ بھی ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ جنت میں نہ حمل ہوگا نہ ولادت اور نہ عورتوں کو حیض یا نفاس واستحاضہ کی تکلیف ہوگی اور اگر کوئی مومن اولاد کی خواہش کرے گا تو خدا بغیر حمل وولادت کے اسے دیدیگا۔

Presented by www.ziaraat.com

جس شکل اور رنگ میں وہ چاہے گا جس طرح اُس نے آدم کو پیدا کیا تھا۔

رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿٧٨﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ

تیرا رب تو وہ کہے گا تم نے رہنا ہے (عذاب میں) البتہ ہم تمہارے پاس حق لائے لیکن تم میں سے

اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٩﴾ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ

اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے کیا انہوں نے محکم کرلیا ہے معاملہ تو ہم بھی محکم کرنے

﴿٨٠﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَ

والے ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نہیں سنتے ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو ہاں اور

رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٨١﴾ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ

ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے ہیں کہہ دو اگر رحمٰن کا کوئی بیٹا ہوتا

وَلَدٌ ڰ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٢﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ

تو میں پہلا عبادت گذار ہوتا پاک ہے آسمانوں اور

وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٨٣﴾ فَذَرْهُمْ

زمین کا پروردگار عرش کا ربّ اس سے جو یہ بیان کرتے ہیں پس چھوڑ دیجئے ان کو

يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٨٤﴾

گھسیں (دباطل میں) اور کھیلیں (دنیا میں) یہاں تک کہ ملاقات کریں اس دن کی جس کا وعدہ کئے گئے ہیں

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ

اور وہ وہ ہے جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے اور وہ حکیم د

وَنَادَوْا۔ مروی ہے کہ دوزخی لوگ عذاب میں گھبرا کر داروغہ جہنم مالک سے کہیں گے کہ ہمارے لئے اللہ سے درخواست کرو کہ ہمیں موت دے دے تو پھر سے ایک ہزار برس کے بعد ان کو مالک جواب دے گا خاموش رہو ابھی تک تم نے عذاب میں رہنا ہے پس ان پر موت نہ آئے گی اور ہمیشہ معذب رہیں گے۔

اَمْ اَبْرَمُوْا۔ تفسیر برہان میں ہے کہ جب حضرت رسالت مآبؐ نے حکم دیا کہ حضرت علی علیہ السلام کو امیرالمومنین کہہ کر سلام کرو ایک شخص نے کہا کہ ہمیں یہ بات ہرگز گوارا نہیں کہ نبوت و امامت ایک ہی گھر میں جمع ہوجائے پس یہ اور بعد والی آیات اتریں۔

قُلْ اِنْ كَانَ۔ اس آیت کے معنی میں کئی اقوال ہیں (۱) اگر تم اس بات پر مصر ہو کہ اللہ کا بیٹا ہے تو میں پہلا شخص ہوں جو اس بات کی کھلم کھلا تردید کرکے خدائے وحدہٗ کا عبادت گذار ہوں اور اُس کی توحید کا قائل ہوں (۲) اِنْ نافیہ ہے کہ خدا کا کوئی فرزند نہیں ہے اور میں پہلا شخص ہوں جو اللہ واحد کی عبادت کرتا ہوں (۳) اگر اللہ کا بیٹا ہوتا تو میں پہلا شخص ہوتا جو

Presented by www.ziaraat.com

اس کی عبادت سے انکار کرتا کیونکہ جو صاحب اولاد ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا (۸۴) اگر اللہ کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اُس کو مان لیتا کیونکہ میں پہلا عبادت گذار ہوں (۸۵) اگر اللہ نے کسی کو اولاد بنانا ہوتا تو میں چونکہ پہلا عبادت گذار ہوں لہذا مجھے ہی بناتا لیکن وہ اولاد بنانے سے پاک و منزہ ہے۔ اور آسمانوں، زمینوں اور عرش کا مالک اس سے بلند و برتر ہے جو لوگ اس کے حق میں بیان کرتے ہیں پس وہ وحدہ لاشریک ہے اور لائق عبادت ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ ۲۵۱ یعنی نہ اس کی آسمان میں اولاد ہے اور نہ زمین پس آسمانی فرشتوں کا بھی معبود ہے اور زمین میں جن و انسان کا بھی وہی الٰہ و معبود ہے۔

الْعَلِيْمُ ﴿۸۵﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

علیم ہے اور بابرکت ہے وہ جس کے لئے ملک ہے آسمانوں اور زمین کا

وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۶﴾

اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اُس کے پاس قیامت کا علم ہے اور اُس کی طرف تمہاری بازگشت ہے

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ

اور نہیں مالک جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو شفاعت کے مگر وہ جو شہادت

بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ

دے حق کی اور وہ یقین بھی رکھتے ہوں اور اگر ان سے سوال کرو کہ کس نے ان کو پیدا کیا ہے

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ

تو کہیں گے کہ اللہ نے پس کس طرح فریب دیے جاتے ہیں اور اس کا کہنا کہ اے پروردگار تحقیق یہ قوم

قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۰﴾

ایمان نہیں لاتی پس درگذر کر ان سے اور کہو سلام پس عنقریب جان لیں گے

اِلَّا مَنْ شَهِدَ۔ چونکہ پہلے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں وہ بروز محشر شفاعت کسی کی نہ کر سکیں گے تو اس سے حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام اور ملائکہ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام جن کو بعض لوگوں نے خدا کا شریک ٹھہرالیا ان کا استثنا کیا گیا ہے یعنی وہ جن کو لوگوں نے معبود قرار دے لیا ہے وہ شفاعت کا حق نہ رکھیں گے سوائے اُن کے جو خود حق کے شاہد تھے یعنی انبیاء و ملائکہ وائمہ کہ اُن کو حق شفاعت ہوگا۔ لیکن مشرکوں کے حق میں وہ شفاعت نہیں کریں گے بلکہ مومنوں کے حق میں انکی شفاعت مقبول ہوگی۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ جن انبیاء و ملائکہ و اولیاء کو مشرک لوگ اللہ کا شریک مانتے ہیں ان کو حق شفاعت نہ دیا جائے گا مگر ایسے لوگوں کے لئے جو حق کی شہادت دیتے ہوں گے یعنی مومنوں کے لئے وہ شفاعت کر سکیں گے جو زبان سے حق کا اعلان کرتے ہوں اور دل میں بھی اس کا صحیح عقیدہ رکھتے ہوں پس يَعْلَمُوْنَ کا معنی ہے دل میں علم و یقین

Presented by www.ziaraat.com

رکھتے ہوں۔

وَقِیلِہٖ۔ مجرور ہونے کی صورت میں اس کا عطف ساعۃ پر ہے یعنی عِندَہٗ عِلمُ السَّاعَۃِ وَعِلمُ قِیلِہٖ کہ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے اور اس قول کا علم ہے جو نبی علیہ السلام نے کہا کہ اے پروردگار یہ لوگ ایمان نہیں لاتے پس حضور کو ارشاد ہوا کہ ان سے درگذر کیجیے اور سلام کہہ کر گذر جائیے وقت آنے پر ان کو انجام کا پتہ چل جائے گا۔

قُل سَلٰمٌ۔ جناب فضہ کی قرآن دانی ۔ یہ روایت کتب سیر و تاریخ میں مذکور ہے جس کو میں نے اوراق الاحزان سے نقل کیا ہے۔ ابوالقاسم قشیری بیان کرتا ہے میں نے سفر حج کے دوران مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک بادیہ میں ایک ضعیف عورت گم گشتہ راہ اور سرگردان دیکھا پس قریب جا کر دریافت کیا کہ تو قوم جنات سے ہے یا انسانوں میں سے ہے؟ پس اُس نے سب سے پہلے یہ آیت پڑھی قُل سَلٰمٌ فَسَوفَ تَعلَمُونَ۔ جس سے میں نے سمجھا کہ یہ عورت مجھے اسلامی آئین کے ماتحت سلام سے ابتدا کرنے کی ہدایت کر رہی ہے پس میں نے سلام دیا اور اس کے جواب میں اُس نے قرآن مجید کی دوسری آیت پڑھی سَلٰمٌ عَلَیکُم طِبتُم فَادخُلُوہَا خٰلِدِینَ میں نے پھر وہی سوال دُہرایا کہ قوم جنات سے ہو یا آدمیوں میں سے تو اُس نے پھر آیت پڑھی یٰبَنِیٓ اٰدَمَ خُذُوا زِینَتَکُم عِندَ کُلِّ مَسجِدٍ۔ پس میں نے سمجھا کہ آدمی ہے پس میں نے سوال کیا کہ اس بادیہ میں پھرنے کا کیا سبب ہے تو اُس نے پھر آیت پڑھی مَن یُضلِلِ اللّٰہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ میں نے سمجھا کہ اس سے راستہ گم ہو گیا ہے تو میں نے سوال کیا کہ تمہارا کس طرف جانے کا ارادہ ہے تو اُس نے پھر آیت پڑھی۔ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ البَیتِ الخ۔ میں نے سمجھا کہ حج کو جا رہی ہے۔ تو پھر میں نے سوال کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہی ہیں تو اس کے جواب میں اُس نے آیت پڑھی۔ وَیُنَادَونَ مِن مَّکَانٍ بَعِیدٍ جس سے میں سمجھا کہ بہت دُور سے آ رہی ہے۔ پس میں نے پوچھا کہ اپنے قافلہ سے کب جدا ہوئی؟ تو اُس نے پھر قرآن کی آیت پڑھی خَلَقنَا السَّمٰوٰتِ وَالاَرضَ فِی سِتَّۃِ اَیَّامٍ میں نے سمجھا کہ چھ دن ہوئے قافلہ سے الگ ہوئی ہے۔ پس میں نے کہا تیزی سے چلو تاکہ سفر جلدی طے ہو تو اُس نے پھر قرآن کی آیت پڑھی لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفسًا اِلَّا وُسعَہَا جس سے میں نے سمجھا کہ وہ تیزی سے نہیں چل سکتی۔ پس میں نے پوچھا کہ تمہیں کھانا کھانے کی ضرورت ہے تو اُس نے آیت پڑھی مَا جَعَلنٰہُم جَسَدًا لَا یَاکُلُونَ الطَّعَامَ جس سے میں نے سمجھا کہ اس کو کھانے کی ضرورت ہے پس میں نے کھانا پیش کیا۔ جب کھا چکی تو میں نے عرض کی کہ تو بڑھیا اور ضعیف عورت ہے اگر چل نہیں سکتی تو میرے پیچھے سواری پر سوار ہو جاؤ تاکہ سفر جلد طے ہو جائے پس اُس نے پھر آیت پڑھی لَو کَانَ فِیہِمَآ اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا۔ جس سے میں نے سمجھا کہ نامحرم مرد کے ساتھ سوار ہونا ناپسند کرتی ہے پس میں خود سواری سے اُترا اور اُس کو سوار ہونے کی دعوت دی چنانچہ وہ سوار ہو گئی اور میں پیدل روانہ ہوا پس اُس نے قرآن مجید کی آیت پڑھی سُبحٰنَ الَّذِی سَخَّرَ لَنَا ہٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقرِنِینَ میں نے مڑ کر اُس کی طرف دیکھنا چاہا تو فوراً اُس نیک بخت عورت نے آیت پڑھی قُل لِّلمُؤمِنِینَ یَغُضُّوا مِن اَبصَارِہِم جس سے میں نے سمجھا کہ وہ نامحرم کی طرف نظر کرنے سے منع کر رہی ہے پس میں نے نظر نیچی کر لی اور روانہ ہوا۔ چنانچہ قافلہ دکھائی دیا

Presented by www.ziaraat.com

تو میں نے دریافت کہ اس قافلہ میں تیرا کون ہے تو اس نے قرآن مجید کے چار مقامات سے چار آیتیں تلاوت کیں جن میں چار نبیوں کے نام تھے۔ (۱) مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (۲) یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّةٍ (۳) یَا دَاؤُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً (۴) یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا۔ اس بی بی کا یہ چار آیتیں پڑھنا تھا کہ چار جوان قافلہ سے الگ ہو کر ہماری طرف متوجہ ہوئے پس میں نے دریافت کیا کہ ان جوانوں سے تیرا کون سا رشتہ ہے تو اس نے قرآن مجید کی آیت تلاوت کی اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا جس سے میں نے سمجھا کہ چاروں نوجوان اس بی بی کے فرزند ہیں پس انہوں نے اپنی ماں کا سلام کیا تو بی بی نے ان کو دیکھ کر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔ یَا اَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ۔ جس سے میں سمجھا کہ اپنے بیٹوں کو میری اُجرت دینے کی تلقین کر رہی ہے پس ہر ایک نے اپنی حیثیت کے مطابق میری خدمت کی تو اس نے پھر آیت پڑھی۔ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ جس سے میں نے سمجھا کہ مزید دینے کی ہدایت کر رہی ہے پس انہوں نے پھر عطیات دئے تو میں نے ان جوانوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہے جو قرآن مجید کی اس قدر عالمہ ہے کہ ہر بات کا جواب قرآن مجید سے پیش کرتی ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا هٰذِهٖ اُمُّنَا فِضَّةُ جَارِیَةُ الزَّهْرَآءِ وَاللّٰهِ مَا تَكَلَّمَتْ مُنْذُ عِشْرِیْنَ سَنَةً اِلَّا بِالْقُرْاٰنِ کہ یہ ہماری والدہ جناب فضہ کنیز زہراؑ ہیں جنہوں نے بیس برس کے عرصہ میں سوائے کلام اللہ کے اور کوئی بات منہ سے نہیں نکالی۔

لطیفہ انبیاء پر حضرت علیؑ کی فضیلت

تفسیر برہان میں وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا آیت ۴۶ کے ذیل میں جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ نے مجھ سے دریافت کیا اے جابر! کونسے بھائی اچھے ہوتے ہیں تو میں نے عرض کی وہ جو پدری و مادری ہوں تو آپ نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں اور میں سب سے افضل ہوں اور تمام بھائیوں سے مجھے علی بن ابی طالب زیادہ پیارا ہے اور وہ میرے نزدیک تمام انبیاء سے افضل ہے۔ اور جو شخص ان سے انبیاء کو افضل جانے اس نے مجھے بھی باقی انبیاء سے پست سمجھا اور جو مجھے ان انبیاء سے پست سمجھے وہ کافر ہے اور میں علی کو اس کی فضیلت کے ماتحت اپنا بھائی سمجھتا ہوں (اس کے بعد جابر نے کہا) کہ ان کے بھائی بھائی ہونے کا مقصد یہ ہے کہ سوائے نبوت کے باقی ہر فضل میں ایک دوسرے کے مثل تھے۔ چنانچہ ایک دوسری روایت میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضورؐ نے حضرت علی سے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی جانب سے احکام پہنچانے والا ہوں اور تو وجہ اللہ ہے جس کی اقتداء کی جائے پس میری کوئی مثل نہیں سوائے تیرے اور تیری کوئی مثل نہیں سوائے میرے۔

Presented by www.ziaraat.com

سورۂ دخان

یہ سورہ مکیہ ہے۔
اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت ساٹھ ہے۔
حدیث نبویؐ میں ہے جو شب جمعہ سورۂ دخان کو پڑھے اُس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
دوسری حدیث میں ہے جو شخص رات کو سورہ دخان کی تلاوت کرے صبح تک ستر ہزار فرشتے اُس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔
ایک روایت میں ہے جو شخص شب جمعہ اور روز جمعہ سورہ دخان کی تلاوت کرے اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر ہوتا ہے۔
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص اپنے فرائض اور نوافل میں سورہ دخان کی تلاوت کرے وہ بروز محشر باامن محشور ہوگا اور اُسے عرش پروردگار کا سایہ نصیب ہوگا اُس کا حساب آسان ہوگا اور اس کو اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ (مجمع البیان)
اور خواص قرآن میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے تو اُس کو ہر حرف کے بدلہ میں ایک لاکھ غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور شب جمعہ پڑھنے والے کے سارے گناہ بخشے جائیں گے اور جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ شیطانوں کے مکر سے محفوظ رہے گا۔ اور جو شخص اس کو لکھ کر اپنے سر کے نیچے رکھ کر سوئے گا وہ خواب میں اچھائی دیکھے گا۔ اور رات کے مصائب سے پُرامن رہے گا۔ اور اگر اس کو دھو کر اس کا پانی دردِ شقیقہ والے کو پلایا جائے تو اس کا درد ختم ہو جائے گا اور اس کو لکھ کر مقام تجارت میں رکھا جائے تو اس کو کافی نفع ہوگا اور وہ مالدار ہو جائے گا۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے حکومت کی جانب سے ہر تکلیف سے محفوظ ہوگا اور ہر دیکھنے والے کے دل میں اس کا رعب قائم ہوگا اور لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہوگی اور اس کو دھو کر اس کا پانی پینے والے پیٹ کی گھٹن اور جملہ تکالیف سے نجات پائے گا (البرہان)

Presented by www.ziaraat.com

رکوع ۱۲ - اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ - لیلہ مبارکہ سے مُراد شبِ قدر ہے اور مبارک کا مقابلہ مشئوم ہوا کرتا ہے اور لیلہ مبارکہ یعنی شب قدر ۲۳ ماہ مبارک ہے - بعض لوگوں نے پندرہ شعبان مُراد لی ہے لیکن ائمہ طاہرین سے پہلا قول منقول ہے - شب قدر میں قرآن کے نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس رات لوح محفوظ سے آسمانِ اول پر اتارا گیا اور پھر قسط وار تئیس یا بئیس برس میں موقعہ بہ موقعہ اُترتا رہا یا یہ کہ شب قدر میں بیت المعمور پر اکٹھا نازل کیا گیا اور پھر حسب موقعہ تھوڑا تھوڑا اترتا رہا - اور جواب قسم اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ نہیں ہے بلکہ یہ جملہ معترضہ ہے اور جواب قسم اِنَّا كُنَّا الیٰ آخرہ ہے -

اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا منصوب ہونے کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں (۱) اخفش کے نزدیک امرًا مصدر ہے اور آمرًا فاعل کے معنی میں اَنْزَلْنَا کے فاعل سے حال ہے یعنی ہم نے نازل کیا ہے درحالیکہ ہم امر کرنیوالے ہیں - اور ممکن ہے ذو اس کا مضاف محذوف ہو یعنی ذا امر جس طرح اَلْبِرّ سے مراد ذَاالْبِرّ ہے - (۲) مفعول مطلق ہے کیونکہ یُفْرَقُ میں یُؤْمَرُ کا معنی پایا جاتا ہے - اسی طرح بعد میں رَحْمَةً بھی اخفش کے نزدیک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

حٰمٓ ② وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ③ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ

حٰمٓ . کتاب مبین کی قسم تحقیق ہم نے اس کو نازل کیا مبارک رات

مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ④ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ⑤

میں تحقیق ہم ہیں ڈرانے والے اِس (رات) میں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر ہونے والی بات کا

اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ⑥ رَحْمَةً مِّنْ

ہمارے حکم سے تحقیق ہم ہی بھیجنے والے ہیں رحمت تیرے رب کی

رَّبِّكَ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑦ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

طرف سے تحقیق وہ سننے جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کا اور

وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ⑧ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ

جو کچھ ان کے اندر ہے سب کا پروردگار اگر تم یقین رکھنے والے ہو نہیں کوئی اللہ مگر وہ زندہ کرتا ہے

وَيُمِيْتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ⑨ بَلْ هُمْ

اور مارتا ہے تمہارا رب اور تمہارے باپ دادا گذشتگان کا رب ہے بلکہ وہ شک میں

فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ⑩ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ

رہ کر کھیل میں مشغول ہیں پس انتظار کر اس دن کی کہ لائے گا آسمان ایک واضح

Presented by www.ziaraat.com

رَاحِمِینَ رَحْمَۃً کی تقدیر میں حال ہے انزلنا کے فاعل سے اور باقی نحویوں کے نزدیک مفعول لہ ہے ۔ یعنی ہم نے اس کو اپنی رحمت کی بنا پر نازل کیا ہے۔

مُّبِیْنٍ ﴿۱۱﴾ یَّغْشَی النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۲﴾

دھواں جو چھا جائے گا تمام لوگوں پر یہ دردناک عذاب ہے

خلیفہ رسول کا مقام

آیات سے ظاہر ہے کہ سال بھر میں ہونے والے اُمور کا فیصلہ شب قدر میں کیا جاتا ہے پس لوگوں کے ارزاق اموات اور امراض وغیرہ کا سال بھر کا بجٹ اسی رات کو منظور کیا جاتا ہے اور اللہ کو اس میں مقدم یا موخر کرنے یا محو یا اثبات کرنے اور کمی یا بیشی کرنے کا اختیار ہوتا ہے ۔ اور اصولِ کافی سے ایک طویل روایت میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے مقامِ امامت کی توضیح و تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگ پوچھیں کہ اَلرَّاسِخُونَ فِی الْعِلْم کون لوگ ہیں ؟ تو اُن کے جواب میں بے دھڑک اور ڈنکے کی چوٹ کہدو کہ راسخون فی العلم وہی ہو سکتے ہیں جن کے علم میں اختلاف نہ ہو یعنی اُن کا علم خلافِ واقع نہ ہو اور اگر وہ کہیں کہ ایسا کون ہو سکتا ہے تو کہو کہ راسخون فی العلم کا پہلا مصداق حضرت رسول اللہؐ کی ذات تھی اور بے شک اُن سے پوچھو کہ حضور نے احکام رسالت کی کی واقع کے مطابق تبلیغ کی یا نہیں کی تو ہر ایک کو بلاشک و ریب یہ کہنا پڑے گا کہ حضور نے احکام واقعیہ کی تبلیغ فرمائی تو پھر ہر ذی ہوش کو سوچنے کا موقعہ ملتا ہے کہ جب حضورؐ اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما ہوئے تو کیا اُن کے قائمقام خلیفہ کے پاس ایسا علم ہے جس میں اختلاف نہ ہو یعنی جو خلافِ واقع نہ ہو اگر کہا جائے کہ ایسا خلیفہ کوئی نہیں جس کے پاس علم واقع موجود ہو جس میں غلطی کا امکان نہ ہو تو یہ بات قطعاً غلط ہے اور بالکل خلافِ عقل ہے بلکہ ضروری ہے کہ حضور کے بعد اُن کا ایسا قائم مقام موجود ہو جو اللہ کی جانب سے موید و مسدد ہو اور رسول اللہؐ کی طرح فیصلہ کرنے کا اہل ہو اور نبوت کے علاوہ رسول اللہؐ کے تمام اوصاف کا حامل ہو کیونکہ اگر رسول اللہ اپنے چلے جانے کے بعد کسی ایسے آدمی کو اپنا جانشین مقرر نہ کریں جو ان کے علمی مقام کو سنبھالنے کا اہل ہو تو لازم آئے گا کہ حضور نے تا قیامت آنے والی نسلوں کو اپنے فیوض اور احکام خداوندی سے محروم کر دیا۔ پس اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور کا علم قرآن مجید سے تھا اور اپنے زمانہ کے فیصلوں کو وہ قرآن مجید کی روشنی میں حل فرماتے تھے اور آنے والے مسائل چونکہ بعد کی پیداوار ہیں لہذا ان کے متعلق یقینی علم کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے ۔ فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ ۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ لیلۃ مبارکہ یعنی شب قدر میں ہر امر حکیم یعنی یقینی طور پر واقع ہونے والے اُمور کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور یہ فیصلہ اللہ کی جانب سے ہوتا ہے اور وہ ملائکہ کو بھیجتا ہے معلوم ہوا کہ سال بھر میں ہونے والے واقعات کا فیصلہ اور اس کو لانے والے فرشتے اسی رات یعنی شب قدر میں اُترتے ہیں تو جس کے پاس اُترتے ہیں وہ اپنے زمانہ میں حضرت رسول اللہؐ کی ذات تھی ۔ اور ان کے بعد ان کے صحیح قائم مقام کی ہی ذات ہو سکتی ہے پس ہر زمانہ میں ایسی ذات کا وجود ضروری ہے جس کے پاس دائمی طور پر امر پروردگار کو لے کر

Presented by www.ziaraat.com

فرشتے اُترتے ہیں پس اگر یہ کہا جائے کہ فرشتے تو صرف انبیاء کے پاس آتے ہیں اور وہ غیر نبی کے پاس نہیں آیا کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت مجیدہ کے مضمون کے مطابق جب امر حکیم کو فیصلہ کے ساتھ ملائکہ اور روح لے کر اُترتے ہیں وہ کس کے پاس اُترتے ہیں؟ پس ماننا پڑے گا کہ رسول اللہ کے صحیح خلیفہ اور جانشین کے پاس اُترتے ہیں پس خلیفہ رسول وہی ہونا چاہیے جو اللہ کی طرف سے مؤید و مسدد ہو اور خطا سے معصوم ہو کیونکہ اللہ فرماتا ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اور اگر خلیفہ محفوظ عن الخطا اور معصوم نہ ہو تو ظلمات سے نور کی طرف لے جانے کا مقصد کیا ہے؟ پس جس کا اللہ ولی ہے وہ یقیناً خطا سے محفوظ ہے اور جو اللہ کا دشمن ہے وہی خطاکار ہے پس جس طرح امر کا آسمان سے اُترنا ضروری ہے اسی طرح اولی الامر یعنی حاکم و والی کا زمین پر ہونا لازمی ہے اور خداوند کریم اس بات سے اجل و ارفع ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ کے بعد لوگوں کو بغیر حجت کے چھوڑے

تفسیر نور الثقلین میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ لیلۃ القدر ہم سے مخفی نہیں رہتی کیونکہ اس رات میں فرشتے آکر ہمارا طواف کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ شب قدر میں ولی اللہ کے پاس (ولی الامر کے پاس) سال بھر میں ہونے والے اُمور کی تفصیل پہنچتی ہے پس اُن کو ان کے ذاتی معاملات کے متعلق بھی ہدایات موصول ہوتی ہیں۔ اور لوگوں کے معاملات کے متعلق بھی ہدایات بھیجی جاتی ہیں۔ اور سال بسال ایسا ہوتا ہے اور شب قدر کے علاوہ باقی ایام میں بھی علم خاص جو مکنون و مخزون ہے، کا اضافہ جاری رہتا ہے (ملخصاً)

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا اے گروہ شیعہ سورہ اِنَّا انزلنا پڑھ کر لوگوں سے اپنے مسلک کے متعلق بحث کیا کرو، اسی طرح حٰمٓ والکتاب المبین الخ۔ پڑھ کر اپنے مسلک کو ثابت کیا کرو کیونکہ رسول اللہ کے بعد اولوالامر کے بارے میں اُتری ہیں۔ اور اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ یعنی ہر اُمت میں ایک نذیر گذرا ہے پس جس طرح حضرت رسول کریم اپنے زمانہ میں اُمت کے لئے نذیر تھے اسی طرح جب وہ دنیا سے اُٹھے تو اُن کی جگہ اُمت کے لئے ایک نذیر کا ہونا ضروری ہے ورنہ لازم آئے گا کہ تا قیامت اُمت محمدیہ حجت خدا سے محروم ہو۔ اگر اس کے جواب میں کوئی شخص کہے کہ اُمت کے لئے قرآن مجید کافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید تنہا کافی نہیں ہو سکتا جب تک کوئی اس کی تفسیر و توضیح کرنے والا نہ ہو۔ اور حضور نے اپنے بعد کے لئے مفسر قرآن کی نشان دہی فرما دی تھی۔ اور وہ علی بن ابی طالب کی ذات گرامی ہے (ملخصاً)

تفسیر نور الثقلین میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام نے مسجد کوفہ میں ایک خطبہ دیا جس میں حمد و ثنا اور درود کے بعد ارشاد فرمایا اے لوگو! اس رات اس عظیم شخصیت نے رحلت فرمائی ہے جس سے اولین سبقت نہ حاصل کر سکے اور آخرین جس کی گرد راہ کو بھی نہیں پا سکتے خدا کی قسم جس رات آپ کا انتقال ہوا۔ اسی رات حضرت موسیٰ کے وصی حضرت یوشع بن نون کا انتقال ہوا۔ اور اسی رات حضرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام چرخ چہارم پر اُٹھا

Presented by www.ziaraat.com

لئے گئے اور اسی رات میں قرآن مجید نازل ہوا۔

ایک روایت میں اسحاق بن عمار سے منقول ہے کہ ۱۹۔۲۱۔۲۳ رمضان میں سال بھر کے امور کا فیصلہ ہوتا ہے کہ ۱۹ کی رات کو سب امور جمع کئے جاتے ہیں اور ۲۱ کی رات کو فیصلہ کیا جاتا ہے اور ۲۳ کی رات کو وہ فیصلے نافذ کئے جاتے ہیں کہ ان میں ترمیم نہیں کی جاتی۔

بروایت احتجاج طبرسی حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام سے ایک حدیث طویل میں منقول ہے جب سائل نے آپ سے حُجّ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ان سے مُراد حضرت رسالت مآبؐ اور ان کے صحیح قائم مقام ہیں جو اللہ کے برگزیدہ ہیں جن کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ ملا دیا ہے اور وہی اولوالامر ہیں جن کے متعلق فرمایا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ پھر سائل نے سوال کیا کہ اس جگہ امر سے کیا مُراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس جگہ امر سے مراد وہی امر ہے جس کو شب قدر فرشتے لے کر اُترتے ہیں یُفْرَقُ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ۔ آخر میں آپ نے فرمایا اگر اس امر کا نزول صرف حضرت رسالت مآبؐ کی ذات سے مخصوص ہوتا تو مطلب کی ادائیگی فعل ماضی سے کی جاتی پس تَنَزَّلُ کی بجائے نَزَلَتْ ہوتا اور یُفْرَقُ کی بجائے فُرِقَ ہوتا۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کی زیارتِ مطلقہ کے الفاظ بھی اسی نوعیّت کے ہیں جن میں آلِ محمدؐ کو خطاب کرکے کہا جاتا ہے کہ مقادیرالامور تم میں نازل ہوتے ہیں اور تمہارے گھروں سے ہی ان کا صدور ہوتا ہے یعنی ہونے والے اُمور کے متعلق امامِ وقت کو حسبِ مصلحت پہلے علم دیا جاتا ہے اور اس کی بدولت اُن کا علم لوگوں تک پہنچتا ہے اور اس کا اشارہ بھی شبِ قدر میں ملائکہ کے نزول کی طرف ہے کہ وہ مقادیرالامور لے کر آئمہ کے پاس پہنچتے ہیں یعنی اللہ کی جانب سے سال بھر کے ہونے والے فیصلے ائمہ تک پہنچا دیتے ہیں اور آئمہ وقتی مصالح کے ماتحت لوگوں کو اُن سے خبردار کرتے ہیں۔

اِن تمام فرامین آئمہ سے روزِ روشن کی طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ شب قدر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور وہ سال بھر کے فیصلے ساتھ لاتے ہیں اور آیت مجیدہ فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ سے صاف واضح ہے کہ ہر ہونے والے امر کا فیصلہ اللہ خود کرتا ہے اور اُس میں محو و اثبات کا حق بھی اس کو حاصل ہوتا ہے اور مضارع کا صیغہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ سلسلہ سال بہ سال ہمیشہ جاری رہتا ہے پس ماننا پڑتا ہے کہ جس کے پاس فرشتے اُمور کا فیصلہ لائیں وہ ہر زمانہ میں موجود ہوگا لہٰذا رسالت مآبؐ کے بعد اُن کا جانشین بھی ہوگا جو شب قدر میں نازل ہونے والے فرشتوں سے احکام پروردگار کو حاصل کرسکنے کا اہل ہو اور وہ اللہ کی طرف سے مؤید و مسدّد ہو۔ اور آیت مجیدہ صاف اعلان کررہی ہے کہ یہ فیصلے ہماری طرف سے ہی ہوتے ہیں اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اور فرشتوں کو ہم ہی بھیجتے ہیں۔ اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ اور ان کا نفاذ بھی اللہ ہی کے ارادہ و مشیت سے ہوتا ہے پس وسعتِ رزق یا تنگی رزق موت یا زندگی وغیرہ کے فیصلے اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور وہی فیصلہ بھی کرتا ہے اور نافذ بھی کرتا ہے لیکن فرشتے شب قدر میں نازل ہوکر صاحب الامر (جو اولوالامر کا مصداق ہے)

Presented by www.ziaraat.com

کو اس کی اطلاع دیتے ہیں اور وہ اگر چاہیں تو متعلقہ افراد کو مطلع کر دیں اور اگر چاہیں تو اپنے تک محدود رکھیں اور بعض سابق روایات میں یہ بھی ہے کہ آئمہ کو سال بھر کے لئے اپنے دستور العمل اور مفصل پروگرام کی بھی اطلاع دی جاتی ہے جس کو عملی جامہ پہنانے کے وہ پابند ہوتے ہیں اور وہی کچھ کرتے ہیں جو انہیں کرنا چاہیئے۔ پس اس سے یہ بات ہرگز ظاہر نہیں ہوتی کہ یہ نظام عالم کو خود چلاتے ہیں اور تقدیریں خود نافذ کرتے ہیں نظام کو چلانے والا اور اُمور کو نافذ کرنے والا خدا ہے اور ان کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے۔ اور شب قدر کے علاوہ بھی ملائکہ ان کے پاس آتے رہتے ہیں۔

ماہ رمضان کی راتوں کی دعاؤں میں یہ فقرہ ہے۔ اے اللہ شب قدر میں سال بھر کے ہونے والے اُمور کے متعلق جو فیصلہ ہوتا ہے اُس میں میرا نام بیت اللہ کے حاجیوں کی فہرست میں درج فرما اور بروایت علل الشرائع حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس رات میں سو جائے جس میں ہونے والے اُمور کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو وہ اس سال حج سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ تئیس ماہ رمضان کی رات ہے کیونکہ اس میں حاجیوں کے قافلے درج کئے جاتے ہیں اور لوگوں کے رزق اور اجلیں بلکہ سال بھر میں ہونے والے سب واقعات کا فیصلہ لکھا جاتا ہے اور تہذیب الاحکام کی ایک روایت میں ہے کہ انیسویں کی رات کو یہ فیصلے لکھے جاتے ہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ لیلۃ القدر جس میں ہر ہونیوالے امر کا فیصلہ ہوتا ہے اس میں زیر عرش ایک منادی ندا کرتا ہے کہ تحقیق اللہ نے اس شخص کے جملہ گناہ معاف کر دیئے جس نے اس رات حضرت سیّد الشہداء امام حسین علیہ السّلام کی زیارت کر لی۔

ایک روایت میں معصوم سے سوال کیا گیا کہ پندرہ شعبان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کے متعلق تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ انیسویں ماہ رمضان کو لوگوں کے رزق تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور اسی رات میں مرنے والوں کی آجال کا فیصلہ ہوتا ہے اور حاجیوں کے متعلق بھی لکھا جاتا ہے۔ اور خداوند کریم زمین پر بسنے والی مخلوق پر نظر رحمت کرتا ہے پس سوائے شراب خوار کے ہر ایک کو بخش دیتا ہے۔ اور تئیس کی رات ہر فیصلہ شدہ امر پر محکم ہونے کی مہر لگ جاتی ہے اور اس کو بھیج دیا جاتا ہے۔ راوی نے پوچھا کہ کس کی طرف بھیج دیا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ صاحب الامر یعنی امام زمانہ کی طرف بھیج دیا جاتا ہے پس وہ جان لیتا ہے۔ (نور الثقلین)

بروایت عیون الاخبار فضل بن شاذان سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السّلام سے سنا کہ اگر کہا جائے روزے باقی مہینوں کے علاوہ ماہ رمضان میں کیوں فرض کئے گئے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ماہ رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں اللہ نے قرآن کو نازل فرمایا اور اسی میں ہی حضرت رسالت مآبؐ کو نبوت کے اعلان کا حکم ہوا۔ اور اسی مہینہ میں ہی وہ لیلۃ القدر ہے جو ایک ہزار مہینہ سے افضل ہے اور اسی میں ہر ہونے والے امر کا محکم فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اور اسی مہینہ میں سال کی ابتداء ہے کہ سال بھر کے اُمور خیر و شر نفع و نقصان اور رزق و موت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کو لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

پس ان تین راتوں میں جاگ کر عبادت پروردگار کی بجا آوری باقی ایام کی ایک ہزار مہینہ کی عبادت کے برابر ہے اور ان راتوں کے مخصوص اعمال کتاب مفاتیح الجنان شیخ عباس قمی اعلی اللہ مقامہ میں مفصل مذکور ہیں۔ ان راتوں میں حضرت سید الشہداء کی مخصوص زیارت بھی مفاتیح میں مذکور ہے پس وہ لوگ نیک نصیب اور خوش بخت ہیں جو ان راتوں میں جاگ کر عبادت اور دیگر اعمالِ صالحہ میں بسر کریں۔ اور یہ راتیں دعا اور مناجات کی راتیں ہیں۔ خداوند کریم تمام مومنوں کو اعمالِ صالحہ کی بجا آوری کی توفیق عطا فرمائے۔

دخان کی وضاحت

بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ؐ۲۵۶ - اس کی دو توجیہیں کی گئی ہیں (۱) حضرت رسالت مآبؐ نے ایک دفعہ اپنی قوم کو بد دعا کی تھی کہ اے اللہ ان لوگوں کو قحط سالی کا مزہ چکھا۔ چنانچہ قریش پر قحط سالی چھا گئی۔ اور بھوک کے مارے اُن کو زمین سے آسمان تک دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا۔ پس مردار اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہوگئے پھر حضور کی بارگاہ میں طالبِ عفو بن کر حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں تو اپنی قوم کی بھی خبر گیری کیجئے جو بھوک سے ہلاک ہو رہے ہیں پس آپ نے اُن کے حق میں دعا مانگی اور اللہ نے اُن سے اس تکلیف کو رفع فرما دیا۔

(۲) یہ کہ دھواں علائم قیامت میں سے ہے کہ جب قیامت قریب ہوگی تو ایک دھواں سا ظاہر ہوگا جو کفار کے کانوں میں داخل ہوگا کہ ان کے سر پھول جائیں گے اور مومنوں کو زکام کی سی تکلیف محسوس ہوگی اور زمین اس طرح نظر آئے گی جیسے اس پہ کافی آگ جلائی گئی ہو اور یہ صورتِ حال چالیس دن تک برقرار رہے گی۔ پس پہلی توجیہ کے مطابق الناس سے مراد اہل مکہ ہیں اور دوسری توجیہ کے مطابق الناس سے مراد تمام لوگ ہیں۔

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَنّٰى

اے پروردگار دور کر ہم سے عذاب بے شک ہم ایمان لانے والے ہوں گے وہ کیسے

لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ

نصیحت حاصل کریں حالانکہ ان کے پاس رسول مبین آیا پھر اس سے

تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ

پھر گئے اور کہنے لگے یہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے تحقیق ہم دور کرنے والے

قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى

ہیں عذاب کو تھوڑے عرصہ تک کیونکہ تم پلٹ جانیوالے ہو جس دن ہم گرفت کریں گے گرفت بڑی

رَبَّنَا اكْشِفْ - یعنی جب عذاب ظاہر ہو تو لوگ دعائیں کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم سے عذاب کو دُور کر دے تو ہم مومن ہو جائیں گے لیکن جب عذاب ٹل جاتا ہے تو وہ ویسے کے ویسے سرکش ہو جاتے ہیں چنانچہ جب حضرت رسالتمآبؐ ان لوگوں کے پاس پہنچے تو اس کو صادق اور امین ماننے کے باوجود اس سے پھر گئے اور دیوانہ کہہ کر اس کی تعلیمات کو ٹھکرا دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

اِنَّا کَاشِفُوا الْعَذَابِ - دخان کے پہلے معنی کے لحاظ سے معنی یہ ہوگا کہ جب اللہ نے اپنے حبیب کی دعا سے ان سے قحط سالی کا عذاب ٹال دیا تو وہ پھر کفر و عناد پر ڈٹ گئے لہذا دوبارہ جنگ بدر کی سخت گرفت میں ان کو معذب کیا گیا اور دخان کے دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ جب آثار قیامت کا دھواں ظاہر ہوگا تو لوگوں کی دعاؤں کی بدولت ایک وقت معین تک کے لئے ان سے عذاب کو دور کر دیا جائے گا اور پھر دوبارہ مستحقین عذاب کو سخت عذاب میں دھکیل دیا جائے گا۔

إِنَّا مُنتَقِمُونَ ﴿١٧﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ

تو ہم انتقام لے لیں گے　اور تحقیق آزمائش میں ڈالا ہم نے ان سے پہلے　قوم فرعون کو

وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ﴿١٨﴾ أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ

حالانکہ ان کے پاس رسول کریم (موسیٰ) آیا　(اور کہا) کہ آزاد کرکے مجھے اللہ کے بندے دے دو

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٩﴾ وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ إِنِّي

تحقیق میں تمہارے لئے امین پیغمبر ہوں　اور یہ کہ اللہ پر سرکشی نہ کرو　تحقیق

آتِيكُمْ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٢٠﴾ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ

میں تمہارے پاس واضح معجزہ لے کر آیا ہوں　اور میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ چاہتا ہوں

أَنْ تَرْجُمُونِ ﴿٢١﴾ وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ ﴿٢٢﴾

اس سے کہ تم مجھے پتھر مارو　اور اگر تم میری بات نہیں مانتے　تو　الگ ہو جاؤ

فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ مُجْرِمُونَ ﴿٢٢﴾ فَأَسْرِ

پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ تحقیق یہ لوگ مجرم ہیں (پس خدا کا حکم ہوا)　کہ لے جا

بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُتَّبَعُونَ ﴿٢٣﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ

میرے بندوں کو رات میں تحقیق تمہارا تعاقب بھی کیا جائے گا　اور رہنے دو پانی کو رکا ہوا

وَلَقَدْ فَتَنَّا - حضور کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس سے پہلے قوم فرعون کا بھی حضرت موسیٰ سے یہی دستور رہا ہے۔

اَنْ اَدُّوْا - اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندے جو تمہاری قید میں ہیں مجھے ادا کر دو یعنی مجھے دے دو اور ان کو اپنی قید سے آزاد کر دو اور دوسرا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ عِبَادَ اللّٰہِ منادیٰ ہے اور یا حرف ندا محذوف ہے یعنی اے اللہ کے بندو! تم وہ فرائض و احکام ادا کرو جو میں تم تک لایا ہوں کیونکہ میں اللہ کا امین پیغمبر ہوں۔ اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ میں نے تم تک اللہ کا ہی پیغام پہنچایا ہے۔ اور اللہ پر سرکشی نہ کرو۔ اور میں اپنی صداقت کے لئے اپنے پاس معجزات بھی رکھتا ہوں جو اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ میں اللہ کا ہی فرستادہ ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

تَرْجُمُوْنَ ۔ اس کا معنی پتھر یا تیر مارنا بھی ہوتا ہے۔ اور اس کا معنی اس جگہ جھٹلانا اور افتراء باندھنا بھی کیا گیا ہے۔

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۔ رھو کا معنی سکون بھی کیا گیا ہے۔ اور اس کا معنی ایسی زمین جس میں نہ قدم دھنس جائیں اور نہ اتنی سخت ہو کہ قدم کو ٹھوکریں لگیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ کے لئے عصا مارنے سے پانی کے اندر راستے پیدا ہوئے اور آپ بنی اسرائیل کو لے کر پار ہو گئے تو چونکہ راستے برقرار تھے آپ نے ارادہ کیا کہ عصا کی ضرب مار کر راستوں کو مٹا دیا جائے اور پانی کو ملا دیا جائے تاکہ فرعون ان راستوں سے گذر کر ہمارا تعاقب نہ کر سکے تو ارشادِ قدرت ہوا کہ پانی کو اسی طرح ساکن رہنے دیا جائے تاکہ فرعون اور اس کا لشکر سارا اس میں آجائے کیونکہ ان کے غرق ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

رَهْوًا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۵﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ

تحقیق وہ لشکر غرق کیا جانے والا ہے ۔ وہ کس قدر سرسبز باغات شیریں چشمے

وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۷﴾ وَّنَعْمَةٍ

لہلہاتی کھیتیاں عمدہ رہائش گاہیں اور سامان عیش جن میں خوشحال آباد تھے چھوڑ کر چلے گئے

كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۸﴾ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا

ایسا ہی ہم نے ان کا وارث دوسرے لوگوں کو

اٰخَرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۳۰﴾

بنا دیا پس نہ ان پر آسمان و زمین نے گریہ کیا اور نہ اُن کو مہلت دی گئی

كَمْ تَرَكُوْا ۔ یہ عبرت و نصیحت کے لئے ہے کہ فرعون اور اس کی ساری قوم غرق ہو گئی۔ اُن کے سرسبز باغات، کھیتیاں، چشمے محلات اور سامانِ تعیش و عشرت سب کچھ پیچھے رہ گیا اور خود لقمۂ عذاب ہو گئے اور اُن کے وارث ایسے لوگ ہو گئے جو اُن سے دُور کا بھی تعلق نہ رکھتے تھے اور اس دنیاوی عیش و آرام اور اس کے پورے ساز و سامان کا آخری انجام یہی ہے۔ اور آخر میں فرمایا کہ ایسے لوگوں پر نہ تو آسمان و زمین نے گریہ کیا اور نہ اُن کو مہلت دی گئی۔ حدیث نبوی میں ہے کہ ہر انسان کے لئے آسمان میں دو دروازے ہیں۔ ایک سے اس کے اعمال اُوپر جاتے ہیں اور دوسرے سے اس کا رزق نیچے اُترتا ہے پس جب انسان مرتا ہے تو یہ دونو دروازے اس پر گریہ کرتے ہیں اور اسی مضمون کی حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

آسمان کس پر رویا

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے قتل پر آسمان نے گریہ کیا اور اس کی افقی سرخی اس کے گریہ کا نشان ہے۔ اور بروایت زرارہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آسمان حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام پر چالیس دن تک روتا رہا اور ان دو کے علاوہ آسمان نے کسی کے لئے گریہ نہیں کیا۔ اور بوقت طلوع و غروب اس کی سرخی اس کے گریہ کی علامت ہے ایکدفعہ

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کے سامنے حضرت امام حسین علیہ السّلام کا گذر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس پر آسمان اور زمین دونو گریہ کریں گے اور آسمان و زمین کا گریہ امام حسین اور یحییٰ علیہما السّلام کے علاوہ اور کسی کے لئے نہیں ہے۔ ایک دن آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور اردگرد آپ کے صحابہ کا مجمع تھا حسینؑ آکر سامنے کھڑا ہو گیا تو حضرت امیرؑ نے اپنا ہاتھ حسین کے سر پر رکھا اور فرمایا اے فرزند گرامی خداوند کریم نے قرآن مجید میں بعض لوگوں کا کنایۃً ذکر فرمایا ہے پس آپ نے یہ آیت مجیدہ پڑھی اور فرمایا کہ میرے بعد تو قتل کیا جائے گا اور تیرے اُوپر آسمان اور زمین گریہ کریں گے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا قاتل ولدالزنا تھا۔ اور حضرت یحییٰ کا قاتل بھی ولدالزنا تھا اور امام حسین علیہ السّلام کے قتل کے بعد ایک سال تک آسمان کا رنگ سرخ رہا اور زمین و آسمان نے حضرت امام حسین اور حضرت یحییٰ علیہ السلام پر گریہ کیا۔ اور ان کی سرخی ان کا گریہ تھا اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان پر نظر آنے والی سُرخی حضرت امام حسین علیہ السّلام کے قتل کے بعد شروع ہوئی ہے کہ اس سے پہلے یہ نہیں ہوا کرتی تھی (برہان)

تفسیر برہان میں اسی آیت مجیدہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ جب کوئی نبی دنیا سے رحلت کرتا ہے تو اس پر آسمان و زمین چالیس سال تک گریہ کرتے ہیں اور جب کوئی عالم باعمل رحلت کرتا ہے تو آسمان و زمین اُس پر چالیس روز تک گریہ کرتے ہیں لیکن جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اُن پر آسمان و زمین کا گریہ دائمی ہے اور اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ روز شہادت آسمان سے خون کے قطرے برستے رہے اور یہ سرخی جو آسمان کے افق پر ظاہر ہوتی ہے یہ شہادت حسینؑ کے بعد سے ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ سرخی نہیں تھی اور شہادت کے روز زمین پر جہاں سے بھی کوئی پتھر اٹھایا گیا اس کے نیچے سے خون نکلا۔

امام حسینؑ کے غم میں رونے کا ثواب

تفسیر نور الثقلین میں حضرت امام علی زین العابدین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ غم حسینؑ کی وجہ سے جس مومن کی آنکھ میں آنسو بھر آئے اور بہ کر اس کے رخسار پر آجائے تو خدا اس کو محلاتِ جنّت میں احقاب کے عرصہ تک سکونت بخشے گا (مجمع البحرین سے منقول ہے کہ احقاب ۴۳ حقب کے مجموعے کا نام ہے جب کہ ہر حقب ستر خریف کے برابر اور ہر خریف سات سو برس کے برابر اور ہر سال تین سو ساٹھ دن کا اور ہر دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہو گا) اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ دشمن سے پہنچنے والی ہماری کوئی تکلیف سن کر اگر کسی مومن کی آنکھ سے آنسو بہ کر اُس کے رخسار پر آجائے تو خدا اُس کو جنّت کا اعلیٰ مکان عطا فرمائے گا۔ اور اگر کسی مومن کو ہماری محبت کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچائی جائے اور اس کی آنکھ سے آنسو بہ کر اس کے رخسار پر آجائے تو خداوند کریم اُس سے دنیا کی ہر قسم کی تکالیف اٹھائے گا اور قیامت کے دن وہ اس کے غضب سے امن میں ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جو شخص ہمارا ذکر کرے یا ہمارا ذکر اُس کے سامنے ہو پس اُس کی آنکھ سے مچھر کے پر کو تر کرنے کے برابر آنسو نکلے تو خداوند کریم اُس کے جملہ گناہ معاف فرمائے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام حسین علیہ السلام نے پرچم اسلام کو اُس وقت بلند کیا جب کہ یزید عنید کی سیاہ کاریاں اسلامی تعلیمات کے قریب المرگ ڈھانچے کو زندہ درگور کرنے پر تُل گئی تھیں کیونکہ اس کے کافر دل میں جنگ احد و بدر کے مقتول کافروں کی محبت کا جذبہ کارفرما تھا جو بانیانِ اسلام سے پُوری طرح انتقام لینے پر اُسے اکسا رہا تھا پس وہ وقت و حالات کی مساعدت کا منتظر تھا اور معاویہ کی موت کے بعد اُسے اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کا موقعہ مل گیا چنانچہ ہونے والے سانحہ کے جواز کا بہانہ پیدا کرنے کے لیئے اُس نے امام حسین علیہ السلام سے اپنی بیعت کا ناشدنی مطالبہ کیا اور امام حسین علیہ السلام اُس کی ناپاک سازش کو پوری طرح بھانپ گئے پس اس سلسلہ میں بھاری سے بھاری قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے اور ایک نہیں بلکہ پورا نبوی خاندان اُس کے ناپاک منصوبے کو فیل کرنے کے لئے اسلام کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھلے میدان میں ڈٹ گیا۔ اور تن من دھن اور جان مال و ناموس کی عظیم ترین قربانیاں پیش کر کے اسلام کے قریب المرگ ڈھانچے میں وہ رُوحِ حیات پھونکی کہ اُسے ابدی باعزت زندگی مل گئی اور یزید کے ناپاک ارادوں کو اس طرح ناکام کیا کہ یزیدیت کو قیامت تک کے لئے قعرِ مذلت نصیب ہوئی پس امام حسین کی عظیم قربانیاں انسانیت کے کندھوں پر احسانِ عظیم کے بار کی حیثیت رکھتی ہیں جن کی یاد کو تازہ کرنا ہر صحیح الفطرت باضمیر انسان کا فریضہ ہے۔ پس ان کی مظلومیت کی داستان کو دہرانا اور ان کے غم میں آنسو بہانا ظلم و تشدد اور کافرانہ جارحیت کے خلاف آواز بلند کرنے کے مترادف ہے اور مسلمانانِ عالم کے لئے ناقابلِ فراموش درس ہے کہ اپنے مطالبۂ حق پر ڈٹ جانا اور عزم و استقلال کے قدموں پر کھڑے ہو کر ظالم و نااہل حکومت کو للکار کر فتح عظیم حاصل کرنا انسانی آزادی کا فطری حق ہے جسے کسی وقت بھی بھلایا نہیں جا سکتا اور یہی چیز فتح مندی کا وہ زریں اُصول ہے جس کو اپنانے والا کبھی اپنے مشن میں ناکامی کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔

آیت مجیدہ اپنے مصداق کے اعتبار سے تمام ان لوگوں کو شامل ہے جو دینِ خدا کے لئے کوئی اچھی خدمت انجام دے کر نہ جائے پس اُن کی موت نہ آسمان والوں کے لئے باعثِ درد ہوتی ہے اور نہ زمین والوں کے لئے کسی اہمیت کی حامل ہوتی ہے پس نہ اُن پر آسمان روتا ہے اور نہ زمین اُن کے غم میں گریہ کرتی ہے یعنی ایسے لوگوں کی موت صحیفۂ آسمان اور ورقِ زمین کے سینے سے حرفِ غلط کی طرح اُس کے مٹ جانے کے برابر ہوتی ہے کیونکہ جس کسی کی زندگی کسی حد تک اس کے عظیم کارناموں کی وجہ سے تابناک ہو۔ اُس کی موت اسی قدر المناک اور اس کی مظلومیت اسی نسبت سے ہی دردناک اور عبرت ناک ہوتی ہے۔ پس آیتِ مجیدہ کے مفہوم مخالف سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ جو لوگ دین خداوندی کی خاطر کچھ کر جاتے ہیں خواہ اپنے پیچھے جائدادیں، کوٹھیاں، باغات چشمے اور دیگر فانی یادگاریں چھوڑ کر جائیں یا کچھ بھی نہ چھوڑیں اُن کا بلند کردار انسانیت کی عظیم خدمات اور دین اللہ کی بقا کی خاطر دی جانے والی اس کی بے مثال قربانیاں جس طرح آسمانِ عظمت پر نیرِ اعظم بن کر چمکتی ہیں اسی طرح نیلگوں چھت کے فلکِ بے قرار اور فرشِ زمرّدین کے صفحہ ناپائیدار پر اُن کے روشن کردار کے نقوش لوہے کی لکیر کی طرح انمٹ ہوتے ہیں کہ رہتی دنیا تک اسے کسی استبدادی حربے سے مٹایا نہیں جا سکتا۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی میدانِ کربلا میں پیش کردہ قربانیاں اس سلسلہ میں سر فہرست ہیں۔ اور اُس وقت سے اس وقت تک ہر دور کا یزید صفت حکمران واقعۂ ہائلہ کربلا

Presented by www.ziaraat.com

کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا رہا لیکن منہ کی کھاتا رہا اور باطل پرستوں کی حیلہ سازیوں اور مکاریوں کے باوجود حسینی مشن کا مہر تاباں سپہر حقیقت پر ظلم و جور کے دھندلکوں کو مات کر کے ہمیشہ جگمگاتا رہا۔ جس کی بدولت پرچم اسلام فضائے آسمانی میں اپنی پوری آن سے لہراتا رہا۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہی عظیم و بے مثال قربانیوں کا اثر ہے کہ آج تک اسلام اپنے صحیح خدوخال میں موجود ہے اور اسلامی تعلیمات کو کفر و شرک کی تیز سے تیز تر آندھیوں کے باوجود کسی دور میں مٹایا نہیں جا سکا۔ پس نیکیاں کرنے والے موجود رہے اور برائیوں سے نفرت کرنے والے بھی ہر دور میں پیدا ہوتے رہے پس اگر کہیں بھی باطل پرستی سرزوری دکھانے پر آجائے تو ہر دور میں حسینی مشن کو اپنانے والے سر دھڑ کی بازی لگا کر اس کے سامنے ڈٹ جانے کو انسانیت کی صحیح خدمت سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے موقعہ پر آسمان سے قطرات خون گرے یا افق کی سرخی ان کے ماتم میں ظاہر ہوئی اور زمین سے خون ابلا یا آثار ماتم نمودار ہوئے گویا یہ سب اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ دین خداوندی کی صحیح خدمت اور مقصد توحید کی بقاء کی خاطر جان دینے والے مجاہد اعظم نے زمین اور آسمان کی ہمدردیاں مول لے لی تھیں لہٰذا چودہ طبق ان کی شہادت پر مرثیہ خوان تھے۔

رکوع نمبر ۱۵

الْعَذَابِ الْمُهِينِ ۔ بنی اسرائیل پر ذلت آمیز عذاب یہی تھا کہ فرعون کے حکم سے ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیا جاتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو کنیزی اور خدمت کے لئے زندہ رکھا جاتا تھا پس اللہ نے ان کو اس عذاب سے نجات دی۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَآئِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿۳۱﴾
اور تحقیق ہم نے نجات دی بنی اسرائیل کو ذلت آمیز عذاب سے
مِن فِرْعَوْنَ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿۳۲﴾ وَلَقَدِ
جو فرعون کی طرف سے تھا تحقیق وہ متکبر اور حد سے گذرنے والوں میں سے تھا اور تحقیق
اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۳۳﴾ وَآتَيْنَاهُم
ہم نے ان کو جان کر عالمین پر چن لیا اور ان کو ایسی نشانیاں

مِنْ فِرْعَوْنَ یا تو عذاب سے بدل ہے یا حال واقع ہے عذاب سے یعنی ثابتاً مِنْ فِرْعَوْنَ ۔

وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ اس سے معلوم ہوا کہ جن کو اللہ چن لیتا ہے وہ چننے کے قابل ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان کے جملہ حالات و کوائف سے مطلع ہوتا ہے پس اس کا چناؤ ہمیشہ برمحل ہوتا ہے چنانچہ بروایت عیون الاخبار حضرت رسول کریمؐ سے مروی ہے کہ خدا نے آل محمدؐ کو نبیوں کو اور فرشتوں کو چن لیا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ان سے ایسے کام سرزد نہ ہوں گے جن کی بدولت ان کا اللہ سے رشتۂ محبت ٹوٹ جائے یا وہ مستحق عذاب ہو جائیں کامیابی کی دعا۔ تفسیر برہان میں بروایت اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب کے زمانہ میں ایک شخص تھا

Presented by www.ziaraat.com

جس کے پاس آذربیجان کے علاقہ میں کافی اونٹ تھے پس وہ سرکش ہوگئے کہ یہ شخص اُن سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا عمر بن خطاب نے اس کو ایک دعا تعلیم کی لیکن اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا پھر قوم جنّات کے نام ایک خط لکھا تاکہ اگر جنّوں کا اثر ہو تو وہ بھی زائل ہو جائے اور وہ جن اس معاملہ میں درخواست کنندہ کی امداد کریں لیکن اس کا بھی الٹا اثر ہوا پس وہ شخص پھر دربارِ خلافت میں اپنی شکایت لے کر حاضر ہوا اور جب اُس نے اپنی ناکامی کا اور خلیفہ کے مکتوب کی بے اثری کا ذکر کیا تو خلیفہ نے اُسے اپنی توہین قرار دیتے ہوئے شکایت کرنے والے کو دربارِ خلافت سے نکال دیا۔ پس وہ شخص حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کی بارگاہِ امامت میں پہنچا تو آپ نے اس کو یہ دُعا تعلیم فرمائی کہ وہاں جا کر اس کو پڑھو۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَ اَهْلِ بَيْتِهِ الَّذِيْنَ اخْتَرْتَهُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ فَذَلِّلْ لِيْ صُعُوْبَتَهَا وَحِرَابَتَهَا وَاكْفِنِيْ شَرَّهَا فَاِنَّكَ الْكَافِي الْمُعَافِي الْغَالِبُ الْقَاهِرُ۔ چنانچہ وہ شخص چلا گیا اور اگلے سال جب پلٹا تو حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کے لئے تحائف بھی لایا اور اپنی کامیابی کا مژدہ بھی اس نے سنایا آپ نے اس کو مزید برکت کی دعا دی۔ اور فرمایا کہ جس شخص کو مال اولاد اور خاندان کی نافرمانی کی تکلیف ہو یا حکمران کی طرف سے کوئی ڈر ہو تو یہ دعا پڑھے انشاء اللہ اُسے کامیابی ہوگی اور خدا اس کو ہر مشکل و مصیبت سے کفایت فرمائے گا۔

مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۴﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ
دیں جن میں ہماری طرف سے واضح نعمت تھی تحقیق یہ لوگ کہتے ہیں
اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾ ﴿۳۶﴾
کہ نہیں یہ مگر پہلی بار کا مرنا اور (پھر) ہمیں نہیں اٹھایا جائے گا
فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ
پس ہمارے باپ دادا کو زندہ کر لاؤ اگر تم سچے ہو کیا یہ لوگ اچھے ہیں یا
قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا
تبّع کی قوم اور جو اُن سے بھی پہلے تھے کہ ہم نے ان کو ہلاک کیا کیونکہ وہ

بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ سمندر کا چیرنا پتھر سے چشموں کا جاری ہونا بادل کا سایہ اور من وسلویٰ وغیرہ بنی اسرائیل پر اللہ کے خصوصی احسانات تھے۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ یعنی کفارِ مکہ کسی معقول بات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے بہانے بناتے چلے جاتے ہیں پس حشر و نشر کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد قطعاً زندہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور حضور سے کہتے تھے کہ اگر مردوں کا دوبارہ زندہ ہو کر محشور ہونا درست ہے تو ہمارے لئے آپ اپنے جدِ اعلیٰ قصی بن کلاب کو زندہ کر دیں تاکہ ہم اُس سے آپ کے متعلق بھی تسلی کر لیں۔

قَوْمُ تُبَّعٍ ۔ خدا فرماتا ہے کہ مشرکین مکہ قوم تبع سے بخت و اقبال مالداری و خوشحالی اور طاقت و قوت میں زیادہ نہیں ہیں بلکہ وہ ان سے بھی کہیں زیادہ دنیاوی نعمات میں خوشحال زندگی بسر کرتے تھے اور اُن کے کرتوتوں کے صدقہ میں ہم نے اُن کو گرفتار عذاب کر لیا تو اِن کا بھی آخر وہی حشر ہوگا۔

مجمع البیان میں منقول ہے کہ تبع کا اصلی نام اسعد ابوکرب تھا اور یمن کے قبیلۂ حمیر میں سے تھا اور چونکہ یمن کے سابق حکمرانوں کے نقش قدم پر چلا اس لئے اس کو تبّع کہا گیا یا یہ کہ لوگ کافی اس کی اتباع میں جمع ہو گئے تھے پس اس کو تبّع کا لقب دیا گیا۔ اس نے حیرہ پر فوج کشی کی پھر سمرقند کو تاخت و تاراج کر کے اس کو دوبارہ آباد کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یمن کے حکمران کو تبع کا لقب دیا جاتا تھا جس طرح ترک کے بادشاہ کو خاقان اور روم کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا تھا اور حضرت رسالتمآبؐ سے تبع کا اسلام کو قبول کرنا بھی مروی ہے اور منقول ہے کہ قبیلۂ اوس اور خزرج کو اس نے حضرت رسالتمآبؐ کی آمد کی انتظار میں مدینہ میں سکونت کا حکم دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر میری موجودگی میں وہ تشریف لائے تو میں ضرور ان کی نوکری کروں گا۔ اور اُن کے ساتھ مل کر اُن کے دشمنوں سے جنگ کروں گا۔ بہرصورت مفسرین نے کہا ہے کہ تبّع خود اچھا آدمی تھا چنانچہ قرآن مجید میں اس کی قوم کی مذمت مذکور ہے اور اس کی مذمت نہیں کی گئی۔ اور تبّع کے متعلق اوس و خزرج کو مدینہ میں ٹھہرانے کی روایت تفسیر کی دوسری جلد میں مذکور ہے۔ پہلا ایڈیشن ص۱۶۵ دوسرا ایڈیشن ص۱۴۱ پر ملاحظہ ہو۔

مُجْرِمِينَ ﴿۳۸﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا	
مجرم تھے	اور ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو ان کے درمیان
لٰعِبِينَ ﴿۳۹﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ	
ہے کھیل کے طور پر	نہیں ان کو پیدا کیا مگر حق کے ساتھ لیکن اکثر نہیں
لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۰﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ اَجْمَعِينَ ﴿۴۱﴾	
جانتے	تحقیق فیصلے کا دن سب کے لئے وعدہ کی جگہ مقرر ہے

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ ۔ یعنی آسمان و زمین و جملہ موجودات عالم کا تخلیقی کارنامہ بے مقصد اور صرف کھیل تماشا نہیں بلکہ مدبّر کائنات اور محسن موجودات نے ان تمام چیزوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے یعنی ایک صحیح مقصد کے لئے ان کو خلعت وجود عطا فرمائی ہے اور چونکہ کھیل تماشا کے طور پر بنانا باطل اور لغو کے مترادف تھا اسلئے اسکے مقابلہ میں حق کا استعمال فرمایا یعنی یہ عظیم تخلیقی کارنامہ محض کھیل اور لغو مشغلہ کے طور پر نہیں تاکہ ان کی موت ان کو حرف غلط کی طرح مٹانے کی مترادف ہو بلکہ ان کا وجود ایک صحیح مقصد اور حق کے طور پر ہے لہذا ان کی موت ایک اعلی انجام کا پیش خیمہ ہوگی پس یہ دار الامتحان ہے تاکہ اپنے اختیار سے نیکی یا بدی کے راستے پر گامزن ہو کر اگلی منزل دار الجزاء کی طرف قدم بڑھائیں۔

Presented by www.ziaraat.com

لَا یُغْنِیْ مَوْلٰی ۔ مولی کا معنی دوست حاکم ۔ مددگار ہم قسم اور چچازاد وغیرہ معانی میں استعمال ہوتا ہے مقصد یہ ہے کہ اس دن ہر شخص کو اپنا عمل کام آئے گا ۔ دوسرا کوئی کسی کی کچھ بھی امداد نہیں کر سکے گا ۔ اس لفظ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شفاعت نہ ہوگی لیکن چونکہ شفاعت محمدؐ و آل محمدؐ اور شفاعت مومنین حق ہے ۔ لہٰذا اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰہ کہہ کر اس کا استثنا کر دیا یعنی جن پر اللہ کا رحم ہوگا ۔ اُن کے حق میں شفاعت کی جا سکے گی ۔ تفسیر برہان میں بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس استثناء سے مقصود حضرت المومنین علیہ السلام اور اس کے شیعہ ہیں ۔ زید شحام سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ چل رہا تھا وہ رات جمعہ کی تھی ۔ آپ نے فرمایا آج شب جمعہ ہے ۔ لہٰذا کچھ تلاوت کر و چنانچہ میں نے اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ سے شروع کیا اور یہ آیتیں پڑھیں تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم اِلَّا مَنْ رَّحِمَ کے مصداق ہم ہیں اور ہم ان کی مدد کریں گے ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہماری ولایت ہی اُس دن لوگوں کے کام آئے گی

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۔ یعنی جن لوگوں پر اللہ رحم فرمائیگا وہ قیامت کے سخت عذاب سے بچ جائیں گے یا تو ابتداءً اُن کو عذاب سے بچا لیا جائے گا یا پہلے جہنم میں اپنے کئے اعمال کی سزا بھگتنے کے لئے داخل ہوں گے اور پھر شفاعت سے اُن کو نجات مل جائے گی ۔

یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی شَیْئًا وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۲﴾

جس دن نہ کفایت کریگا کوئی دوست کسی دوست سے کچھ بھی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۳﴾ اِنَّ

مگر جس پر اللہ کا رحم ہو تحقیق وہ غالب رحم کرنے والا ہے تحقیق

شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۴﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۵﴾ كَالْمُهْلِ یَغْلِیْ فِی

زقوم کا درخت گنہگار کا کھانا ہوگا پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا

الْبُطُوْنِ ﴿۴۶﴾ كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۷﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰی سَوَآءِ

پیٹ میں کھولے گا جس طرح گرم پانی کھولتا ہے اس کو پکڑو پس دھکیل دو اس کو وسط جہنم

الْجَحِیْمِ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ

پھر انڈیل دو اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی

الْحَمِیْمِ ﴿۴۹﴾ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ﴿۵۰﴾

کا عذاب چکھ (یہ عذاب) تحقیق تو عزت دار و کریم (کہلاتا) تھا

اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ

تحقیق یہ وہ ہے جس میں تم شک کرتے تھے تحقیق متقی لوگ

Presented by www.ziaraat.com

شفاعت کا عقیدہ مسلمانوں کا مسلّم عقیدہ ہے اور حضور رسالت مآبؐ سے بھی منقول ہے کہ جو شخص میرے معراج کا عقیدہ نہ رکھے اور میری شفاعت پر ایمان نہ رکھے وہ میری اُمت سے نہیں ہے اور آلِ محمدؐ کا اپنے شیعوں کے لئے شفاعت کرنا متواتر احادیث سے ثابت ہے بلکہ بعض خالص مومنین کو بھی حق شفاعت دیا جائے گا۔

رکوع نمبر ۱۶ ۔ الزَّقُّوْمِ اسے تھوہر کہا جاتا ہے ابوجہل نے ازراہ تمسخر کھجوروں پر مکھن ڈال کر لوگوں سے کہا تھا کہ یہ وہی زقوم ہے جس سے محمدؐ ہم کو ڈراتا ہے بعض مفسّرین نے اس جگہ اثیم سے مراد ابوجہل لیا ہے اور لفظ اثیم مطلق ہر گنہگار کو شامل ہے۔

مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۲﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۳﴾ يَّلْبَسُوْنَ

باامن مقام میں ہونگے باغات اور چشموں میں اطلس و دیبا کے

مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۴﴾ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ

لباس میں ملبوس ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے ایسا ہی ہوگا اور ہم ان کی حور عین

بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۵﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

سے شادی کریں گے وہاں پرامن ہوکر ہر قسم کا میوہ طلب کریں گے

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰهُمْ

وہ سوائے پہلی موت کے اور کوئی موت نہ چکھیں گے اور ان کو (خدا) دوزخ

عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۷﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ

کے عذاب سے بچائے گا۔ یہ تیرے رب کا فضل ہے اور یہ بڑی

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ

کامیابی ہے سوائے اس کے نہیں کہ اس کو ہم نے تیری زبان پر آسان کردیا تاکہ

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۶۰﴾

وہ نصیحت حاصل کریں پس تو انتظار کر وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں

ذُقْ اِنَّكَ ۔ چونکہ ابوجہل اپنے آپ کو مکہ میں عزیز وکریم کہتا تھا اس لئے اس کے سر پر جہنم کا کھولتا ہوا پانی ڈال کر کہا جائے گا کہ تو عزیز وکریم ہے لہذا اس عذاب کو چکھو۔

سُنْدُسٍ ۔ بعضوں نے کہا ہے کہ سندس پہننے کا کپڑا ہوتا ہے اور استبرق نیچے بچھانے کے لئے ہوتا ہے اور یہ دونو نہایت قیمتی کپڑے ہیں۔

مُتَقٰبِلِيْنَ ۔ یعنی بہشتی لوگوں میں باہمی منافرت نہ ہوگی تاکہ ایک دوسرے کی طرف ناراضگی سے پیٹھ کرلیں بلکہ ان میں ہمیشہ دوستانہ قائم رہے گا اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہنستے مسکراتے ہوئے زندگی بسر کریں گے۔

Presented by www.ziaraat.com